

لینن

کے بارے میں

دارالاشاعت ترقی
ماسکو



ترجمہ : حبیب الرحمن
ڈیزائن : و۔ لیوین‌سون

РАССКАЗЫ О В.И. ЛЕНИНЕ
на языке урду

فہرست

لینن اسکول کے زمانے میں اپنے خاندان کے ساتھ (سیمبرسک ، ۱۸۷۹ء)

اگلے دو صفحات پر :
لینن چار سال کی عمر میں اپنی بہن اولگا کے ساتھ (سیمبرسک ، ۱۸۷۴ء)

لینن اسکول کی تعلیم کے دوران (سیمبرسک، ۱۸۸۷ء)









۱- لوناچارسکی

اکادمیشن اناتولی لوناچارسکی (۱۹۳۳ء — ۱۸۷۵ء) سوویت کلچر کی ممتاز ہستی تھے۔ وہ ۱۷ سال کی عمر میں سوشل ڈیموکریٹک تنظیم میں شامل ہوئے اور لینن کی رہنمائی میں بالشویک اخبارات ''وپریود،، (آگے بڑھو) اور ''پرولتاری،، میں لکھتے رہے۔ اکتوبر انقلاب کے بعد وہ بہت برسوں تک روسی فیڈریشن میں تعلیم کے عوامی کمیسار (وزیر) رہے۔

لوناچارسکی بڑے اچھے مقرر اور صحافی تھے۔ وہ روسی اور مغربی یورپی ادب کے ماہر تھے۔ انھوں نے کئی ڈرامے اور سوویت ادب پر بڑی اچھی تنقیدی کتابیں لکھیں۔ لینن لوناچارسکی کی بڑی قدر کرتے تھے۔ انھوں نے لوناچارسکی کے بارے میں کہا ''وہ نایاب خوبیوں کے مالک ہیں۔ میں ان کے لئے کمزوری رکھتا ہوں ... جانتے ہیں آپ، میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ وہ لاجواب رفیق ہیں۔،،

لینن اور لوناچارسکی کچھ رفیقوں کے ساتھ ''نجات پائی ہوئی محنت'' کی یادگار کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد (ماسکو، یکم مئی ۱۹۲۰ء)

پرولتاری
انقلاب
کا لیڈر

زیادہ‌تر تنگ‌نظروں کی طرح عینی اسکول کے مؤرخین بھی ہمیشہ یہی سوچتے ھیں کہ تاریخ ممتاز افراد ھی بناتے ھیں، خصوصاً وہ لوگ جنکو اختیار حاصل ھے مثلاً بادشاہ اور وزیر۔ اور جب ان کو ایسی باثر انقلابی ہستیوں سے دوچار ہونا پڑتا ھے جو نیچے سے بام‌اقتدار تک پہنچے ھیں تو وہ خود انقلاب ھی پر زیادہ‌تر ان لیڈروں کی قابلیت، جوش، ہوشیاری اور مہارت کو محمول کرتے ھیں۔

مارکس‌وادی مؤرخین تاریخی واقعات کو عظیم سماجی عوامل پر محمول کرتے ھیں جو کسی فرد کی مرضی سے وابستہ نہیں ھیں اور اس کے بعد ان طبقات کے درمیان جدوجہد پر جنکی طاقت اور مقاصد کا تعین کسی معینہ وقت میں سماجی پیداوار میں ان کے رول سے ہوتا ھے۔

اس سے کچھ لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مارکس‌ازم عظیم انسانوں کو تاریخ میں کوئی رول نہیں دیتا اور بس عظیم انسانوں کو تسلیم نہیں کرتا۔

لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ھے کہ کیسی عجیب بات ہوتی اگر عظیم انسانوں کو مارکس‌ازم نہ تسلیم کرتا جسکا نام خود ایک عظیم انسان پر مبنی ھے۔

نہیں، مارکس‌وادی تاریخ اور اس سے بھی زیادہ مارکس‌وادی عمل فرد کی طرف بڑی توجہ دیتا ھے۔ کسی شخص کو ذرا بھی ذمےدار عہدے پر مقرر کرتے وقت ہماری پارٹی کی مرکزی کمیٹی اس کی شخصیت پر اس کی صلاحیتوں اور تنظیمی قابلیت کی نوعیت کے نقطۂنظر سے بڑی توجہ کے ساتھ بحث کرتی ھے۔

مارکس‌وادی اتفاق میں عقیدہ نہیں رکھتے۔ یہ جانتے ہوئے کہ انقلاب پیدا نہیں کیا جاتا، کہ اس کو ناگزیر طور پر ہونا چاھئے، ہم اس کے ساتھ ھی یہ بھی خوب سمجھتے ھیں کہ یہ یا تو غیرمنظم اور ہنگامی ہوسکتا ھے یا اگر اس کے تمام شرکا کے ذریعہ نہیں تو اس کے ہر اول دستے کے دماغ کے ذریعہ منصوبہ بند راستے پر اس کی رہبری ہو سکتی ھے۔ انقلابی طبقے کی حیثیت سے پرولتاریہ کی طاقت (جو امتیازی ھے، مثلاً کسانوں سے) اسمیں ھے کہ وہ بہتر طریقے سے منظم کیا جاسکتا ھے اور زیادہ آسانی سے اپنے ناظم منتخب کرتا ھے۔

پرولتاریہ ناظموں کا وہ طبقہ ہے جسکو ابتدا میں ملک فتح کرنا تھا اور اب اس کو تعمیر کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایسے کام کو بغیر کسی صدر مقام کے نہیں کر سکتا جہاں ہرطرف سے تمام خبریں جمع ہوں اور جہاں سے آپس میں متفقہ طور پر طے شدہ ہدایات ہر طرف بھیجی جاسکیں، جہاں انتہائی قیمتی تجربات اکٹھا ہوسکیں اور آئندہ کے منصوبوں کی تشکیل ہو سکے۔ اور ایسے عملے کو، جو حسب ضرورت بہت سے لوگوں پر مشتمل ہوگا، مکمل منصوبہ‌بندی کے لئے متحدہ دماغ اور متحدہ قوت ارادی ہونی چاہئیے، وہ کسی عدالتی اختیار کا حامل نہیں ہوتا اور اسی لئے بادشاہ یا ڈکٹیٹر کی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ تجربے کی دولت، کردار کے ضبط و تحمل اور دوررس سوجھہ بوجھہ کی طاقت سے صاحب اختیار بنتا ہے...

عوامی انقلاب آبادی کی اس زبردست تہہ کو اوپر لانا ہے جو ابھی تک اقتدار سے الگ رکھی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس کی توقع کی جائے کہ ان نئے لوگوں کے درمیان اس دوران میں ایسے متعدد افراد ابھرینگے جو عملی جوہر رکھتے ہوں۔

اس میں یہ اضافہ کرلیجئے کہ انقلابی تحریکیں ابھی پوشیدہ طور پر پکتی ہوتی ہیں، کہ ان کے سربراہ ایسے لوگ ہو جاتے ہیں جو بہت ہی باعمل ہوتے ہیں اور اٹل ہمت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ پوشیدہ سازشوں اور سنگین جدوجہد کے سخت اسکول سے تپ کر نکلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وسیع انقلابوں کے بڑے لیڈر ہوتے ہیں۔

دنیا ایسا کوئی دوسرا وسیع اور اتنی طویل جدوجہد میں تیار کیا ہوا انقلاب نہیں جانتی جیسا کہ روس کا سماجی انقلاب تھا... اسی لئے یہ پیش گوئی ممکن ہوئی کہ ایسے انقلاب کی سربراہی عظیم سیاسی لیاقت اور غیرمعمولی مضبوط کردار رکھنےوالے کریں گے۔

یہ کوئی اتفاق کی بات نہیں ہے کہ ہماری پارٹی کا سربراہ ایک عظیم انسان ہے۔ یہ تو اسی طرح ہونا ہی تھا۔ اس کے جوہروں کی عظمت اور اس کی اٹل قوت‌ارادی سے ہمارے انقلاب کی وسعت کا اظہار ہوتا ہے خصوصاً اس کے خاص محرک، مزدور طبقے کے بےنظیر خطوخال کا۔

لینن کومینٹرن کی پہلی کانگرس کی
مجلس‌صدارت میں (کریملن، مارچ
۱۹۱۹ء)


ДА ЗДРАВСТВУЕТ III- ИНТЕРНАЦИ
Es lebe die III Internatio
VIVE LA IIIme INTERNATIO
LONG LIVE THE IIIrd INTERNA



۱- کولونتائی

الیکساندرا کولونتائی (۱۸۷۲ء — ۱۹۵۲ء) سوویت مدبر تھیں۔ انھوں نے پچھلی صدی کی آخری دہائی سے انقلابی تحریک میں حصہ لینا شروع کردیا تھا اور ۱۹۱۷ء کی اکتوبر کی لڑائیوں میں سرگرمی سے شرکت کی۔ وہ لینن کی قریبی دوست تھیں۔

انقلاب کے بعد وہ ریاستی سماجی بیمے کی عوامی کمیسار (وزیر)، کومنٹرن میں عورتوں کے بین اقوامی سکریٹریٹ کی سکریٹری اور ناروے، میکسیکو اور سویڈن میں سوویت سفیر رہیں۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بارے میں کولونتائی کی یادداشتیں کئی بار ملک میں شایع ہوئیں۔ اور پچھلے دنوں ان کی بنیاد پر اکتوبر انقلاب کے جرأت‌آمیز زمانے کے ڈرامے اور سینما کے منظر نامے لکھے گئے۔

عظیم اسپرٹ
اور قوتِ ارادی
کا حامل

تاریخ انسانی میں ایسی نادر ہستیاں ہوتی ہیں جو کسی آنےوالی تبدیلی کے ناگہانی طوفان کی پیداوار ہوتی ہیں اور پورے دور پر اپنا نشان چھوڑ جاتی ہیں۔ ولادیمیر ایلیچ لینن عظیم اسپرٹ اور قوت‌ارادی کی حامل ایسی ہی ہستیوں میں سے تھے...

تاریخ کی یہ عظیم ہستیاں چاہے جتنی طاقتور کیوں نہ ہوں، علامت کی حیثیت سے ان کی اہمیت جسمیں ان کے مشترکہ اصول کا خزانہ ہوتا ہے جسکے وہ مجسمے ہوتے ہیں، ان کی محدود انفرادیت کو گھلاکر غائب کردیتی ہے۔ اس دور کے لوگوں کی کردارنگاری کرنےوالی خوبیوں، خامیوں اور جذبات کا مشترکہ پیمانہ ان کے لئے نہیں استعمال ہوسکتا۔ ولادیمیر ایلیچ کی ذاتی خصوصیات اور خوبیوں کا سوال نہیں ہے بلکہ اس کا جس کی وہ علامت ہیں... ایک مرکز کی طرح انھوں نے اپنے میں وہ سب کچھ جمع کر لیا جو انقلاب میں فولادی قوت‌ارادی، طاقت، بےرحمانہ تباہی اور مضبوط تخلیق کا حامل تھا۔ ان تمام لوگوں کے لئے جن کو مزدور انقلاب کے صاف کرنےوالے بگولے کی لائی ہوئی چیزیں عزیز ہیں، اس کے نشان اور اس کے مجسمےولادیمیر ایلیچ لینن سے زیادہ کوئی اور عزیز و قریب نہیں ہو سکتا ہے۔

لینن کی
آواز

۱۹۱۴ء کی سامراجی جنگ شروع ہو چکی تھی۔

دوسری انٹرنیشنل نے مارکسؒ کے نظریات کو مسترد کر دیا اور مزدور طبقے کے مفادات کے ساتھ غداری کی۔ دوسری انٹرنیشنل کی نمایاں طاقت یعنی جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے اپنی موقع پرست نوعیت ظاہر کر دی۔ اپنی حکمراں بورژوازی کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس نے طبقات کے درمیان مکمل صلح کا راستہ اختیار کیا۔

میں خود اس دن کی شاہد ہوں جب جرمن سوشل ڈیموکریٹوں نے انقلابی طبقاتی جدوجہد کو شرمناک طور پر مسترد کیا۔ ۴ اگست ۱۹۱۴ء کو میں ریشتاغ میں موجود تھی اور میں نے جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈروں کی گراوٹ کی مکروہ تصویر اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ میں نے ان کو جنگی بجٹ کے حق میں ووٹ دیتے اور بیتھمان ہولویگ کی حکومت کی حمایت کا وعدہ کرتے دیکھا۔

سامراجی جنگ کے زہریلے اثرات نے بہتوں کے دماغ الٹ دئے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ صلح جوئی اور موقع پرستی کا جادو کچھ روسی سیاسی تارکین‌وطن میں پھیل گیا جو عجلت کے ساتھ روس واپس آئے تاکہ اپنے سیاسی گناہوں کےلئے توبہ کرکے اور نکولائی ثانی اور اس کے پٹھوؤں کی پالیسی کی حمایت کرکے زارشاہی وطن کی خدمت کرسکیں۔

میں بہت ہراساں تھی کیونکہ میرا خیال تھا کہ سب کچھ تباہ ہوگیا۔ ایسی گھٹن اور ناامیدی کی فضا تھی کہ مجھے ایک دیوار حائل معلوم ہوتی تھی جس کے آگے کوئی راستہ نہ ہو۔ لیب‌کنیخت کی مدد سے میں جرمنی سے اسٹاک‌ہوم پہنچی۔ مجھے اب بھی یقین تھا کہ دوسری انٹرنیشنل کو عالمی جنگ کی مخالفت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے لیکن ہماری پالیسی کیا ہونی چاہئے یا اس کا انحصار کس پر ہونا چاہئے، اس کو نہ تو میں جانتی تھی اور نہ کوئی دوسرا جانتا تھا۔ ہم اس طرح بھٹک رہے تھے جیسے جنگل میں ہوں۔

اس انتہائی انتشار، دوسری انٹرنیشنل کی تباہی، بورژوا سرمایہ‌دار پارٹیوں کی فاتحانہ خوشیوں اور طبقاتی اتحاد کی تعریفوں کے درمیان

لینن کی گرجدار آواز سنائی دی۔ پوری دنیا کے خلاف تن تنہا سامراجی جنگ کا شدید تجزیہ کر کے انھوں نے اس کی ساری قلعی کھول دی اور اس سے زیادہ اہم یہ کہ انھوں نے اس جنگ کو خانہ‌جنگی اور انقلاب میں تبدیل کرنے کے راستے اور طریقے صاف طور پر بتائے۔ جو لوگ امن چاہتے تھے ، ان کو موقع‌پرستی کی مخالفت کے لئے اٹھنا تھا اور اپنی بورژوازی کی صلح‌جوئی کی تردید کرنی تھی۔

پارٹی کے مرکزی ترجمان ''سوشل ڈیموکریٹ،، کے کئی شمارے سوئٹزرلینڈ سے اسٹاک‌هوم پہنچے جن میں جنگ اور همارے مسائل کے بارے میں لینن کی پالیسی دی گئی تھی۔ یہ میری زندگی کا انتہائی اهم لمحہ تھا۔ لینن کے مضامین نے وہ دیوار توڑ دی جس سے میں اپنا سر ٹکرا رهی تھی۔ مجھے محسوس هوا جیسے میں کسی گہرے کنوئیں سے نکل کر روز روشن میں آگئی هوں کیونکہ مجھے وہ راستہ مل گیا جس پر چلنا تھا۔ وہ پوری طرح سے تیار میرے سامنے تھا۔ بس مجھے اتنا کرنا تھا کہ میں انقلابی مزدور طبقے کی صفوں میں شامل هوکر لینن کی پیروی کروں۔ همیں بہت دنوں کے بعد یہ معلوم هوا کہ روس میں مرکزی کمیٹی کا بیورو لینن کے مقالے پر عمل کر رہا تھا۔

ان دنوں مجھے ایسا محسوس هوا جیسے لینن ساری انسانیت سے بلند کھڑے هیں اور اپنی غیرمعمولی دوربین طاقت سے وہ دیکھ رہے هیں جو هم سب نہیں دیکھ سکتے۔ اس وقت میں سمجھی کہ وہ لا محدود اخلاقی اور ذهنی بےباکی کے مالک هیں۔ موقع‌پرست، کاؤتسکی اور اس کے ساتھی، جتنا نیچے گرتے گئے اتنی هی زیادہ لینن کی بےخوف اور اٹل هستی همارے سامنے آتی گئی جس نے اس خونی هنگامے میں ٹھوس طور پر راستہ دکھایا۔

اکتوبر ۱۹۱۴ء میں ولادیمیر ایلیچ کو میں نے پہلا خط لکھا۔ اس کے جواب میں جو مجھے ایک روسی رفیق کے ذریعہ ملا هدایت کی گئی تھی کہ میں فوراً کام شروع کردوں اور اسکینڈی‌نیویا میں ان سوشلسٹوں سے ملوں جو مزدور طبقے کی مزید جدوجہد کے لئے ان کی پالیسی پر عمل

کرنے میں مدد کرسکتے ہوں۔ اس وقت سے میں نے براہ‌راست ان کی نگرانی میں کام شروع کر دیا۔

ساتھ ہی کامریڈ ش۔ اور مجھکو یہ فریضہ سپرد ہوا کہ اسکینڈی‌نیویا کے ذریعہ لینن اور روس میں مرکزی کمیٹی کے بیورو کے درمیان معتبر رسل‌ورسائل کا انتظام کیا جائے۔ یہ روابط قائم ہوگئے اور اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ سویڈن میں ہیمرشولڈ کی کنزرویٹیو حکومت نے "بالشویک مرکز" کو بند کرنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ مجھے گرفتار کر کے کونگس‌حولمین میں قید کردیا گیا اور پھر سویڈن سے نکال دیا گیا۔ ناروے کے دوستوں کی مدد سے میں نے ناروے میں اوسلو کے قریب حولمین کولین میں رہنے کا انتظام کر لیا۔ Fjord کے اوپر میرے چھوٹے لال مکان سے میرے سوالات اور ہدایت کے مطابق مضامین اور پمفلٹ ولادیمیر ایلیچ کے پاس بہت جلدی پہنچتے تھے۔ اسی گھر میں وہ خط بھی میں نے کھولے جو ولادیمیر ایلیچ دوستوں کے پتے پر مجھے بھیجا کرتے تھے۔ حولمین کولین کے اسی چھوٹے سے لال گھر میں ہم نے ناروے کے بائیں بازو والوں کے ریزولیوشن کا مسودہ تیار کیا جسمیں زیمیروالڈ بائیں بازو کی حمایت کی گئی تھی اور جس کی ولادیمیر ایلیچ نے تصدیق کی تھی۔

جب میں اس زمانے میں لینن کے بارے میں سوچتی تھی تو وہ میرے لئے محض انسان نہیں ہوتے تھے بلکہ ان عنصری کائناتی طاقتوں کا مجسمہ تھے جو انسانیت کی ہزاروں سال پرانی سماجی معاشی پرت کو ہٹا رہی تھیں۔ سماجی تعلقات میں سب سے بڑے الٹ پلٹ کا اور نئے اصولوں کی بنا پر سماج کی تعمیر نو کا خاکہ تیار ہو رہا تھا۔

سامراجی جنگ اپنے پورے شباب پر تھی۔ لیکن اسی پر بس نہ تھی — لینن کیوجہ سے سماج کے ڈھانچے میں دراڑیں پڑ گئی تھیں... دوسری انٹرنیشنل چور چور ہو چکی تھی لیکن لینن کے چاروں طرف نئی اور تازہ نشوونما ہو رہی تھی۔ اس لئے ۱۶ — ۱۹۱۵ء میں جب لینن نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں خود اپنے ہاتھوں تباہ ہونےوالی

دوسری انٹرنیشنل سے سوشلسٹ نوجوانوں کے بہترین اور انتہائی انقلابی حصے کو حاصل کر کے اس کو زیمروالڈ بائیں بازو کے گرد لاؤں تو یہ فریضہ توقع سے زیادہ آسان لگا۔

سامراجی جنگ کے خلاف اور زیمروالد بائیں بازو کی حمایت کے لئے بوسٹن سے لیکر سان‌فرانسسکو تک اور فلاڈیلفیا سے لیکر سیئٹل تک طاقتیں مجتمع کرنے کے لئے مجھے دو بار اٹلانٹک پار کرنا پڑا۔

لینن کریملن میں اپنے مطالعے کے کمرے میں (ماسکو، اکتوبر ۱۹۱۸ء)





و- واروفسکی

واتسلاف واروفسکی (۱۸۷۱ء—۱۹۲۳ء) مستقل انقلابی، بالشویک پارٹی کے نمایاں ممبر، سوویت مدبر، صحافی اور ادبی تنقیدنگار تھے۔

انھوں نے انقلابی تحریک میں ۱۹ویں صدی کی دسویں دھائی کے آخر میں شرکت کی، ''اسکرا،، کے لئے لکھتے رہے اور لینن کے وفادار حامیوں میں سے تھے۔ اکتوبر انقلاب کے بعد انھوں نے اسکینڈی‌نیویائی ملکوں، اٹلی اور دوسرے ملکوں میں روسی فیڈریشن کی نمائندگی کی۔ انھوں نے روسی کلاسیکی ادیبوں اور میکسم گورکی پر کچھ بہت ھی اچھے مضامین لکھے اور جمالیات پر کئی نظریاتی مقالے بھی۔

ولادیمیر ایلیچ
اولیانوف - لینن

تاریخی ہنگاموں کے شاندار ادوار ایسے انسانوں کو پیدا کرتے ہیں جو زمانے کے جذبات کا مجسمہ بن جاتے ہیں۔ وہ اس نئے، نمایاں اور بلند عنصر کے مرکزی نقطے اور حامل ہوتے ہیں جو آگے کی طرف بڑھکر جدوجہد کرکے اپنا راستہ بناتا ہے اور اپنے وجود کا حق حاصل کرتا ہے۔ ولادیمیر ایلیچ اولیانوف—لینن اس دور کے ایسے ہی انسان ہیں جو سرمایہ‌دار نظام سے سوشلزم کی طرف موڑ ہے۔

وہ اس داستانی درخت کی طرح ہیں جس نے روس کے محنت‌کشوں کے اندر اپنی جڑیں مضبوط اور گہری جما لی‌ہیں جبکہ اس کی چوٹی ان شفاف بلندیوں پر لہراتی ہے جہاں لکھوکہا برسوں میں انسان کی تخلیق کی ہوئی سائنسی اور تہذیبی قدریں جمع ہوگئی ہیں۔ ان خزانوں کے اعلی پوجاریوں اور نگرانوں کو یہ دیکھ کر سخت وحشت ہو رہی ہے کہ یہ درخت بڑی بےباکی اور بےتکلفی سے ان خزانوں کو نیچے جڑوں کی طرف کھینچ کر ان سے عوام کی پرورش کر رہا ہے۔ اور اس کے بدلے میں (جس سے ان خادمان خدا کو مزید دہشت ہوتی ہے) یہ ان کی پرسکون نیلی بلندیوں تک پرولتاریہ کے دلیر اور حاکمانہ مطالبات بلند کرتا ہے۔

یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ لینن کا نام نہ صرف روس یا یورپ میں بلکہ ساری دنیا میں مزدور طبقے کی نجات کا نشان بن گیا ہے۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ دنیا کے محنت‌کشوں کی کروڑہا آنکھیں، خیالات اور جذبات کریملن کے اس کونے پر مرکوز ہیں جہاں کروڑوں لوگوں کے یہ جذبات اور خیالات پراسرار طریقے پر ایک انسان کے دماغ اور قوت ارادی کے ذریعہ عوام کے مجاہدانہ نعروں اور زبردست تحریکوں کے قطب‌نما میں بدلے جا رہے ہیں۔

اس چنیدہ انسان میں کیا طاقت پنہاں ہے! اور وہ لوگ اس کی کیسی قدرو محبت کرتے ہوں گے جنھوں نے اس کو اپنا معتبر لیڈر مانا ہے!

کسی انسان میں اس سے زیادہ مرکوز قوت، فکر و عزم اور جذبات کی گہرائی کا تصور کرنا مشکل ہے۔ ولادیمیر ایلیچ جیسے ایک ایسی

چٹان سے تراشے گئے ہیں جسمیں ایک بھی دراڑ نہیں ہے۔ ان کی ہر چیز پرولتاریہ کے کاز کی خدمت کرنے اور اس کی سوشلزم کی راہ پر رہنمائی کرنے کے عظیم اور عام فریضے کے لئے موزوں ہے۔ آپ چاہے جس رخ سے دیکھیں، آپ کو ناگزیر طور پر یہی واحد لیکن زبردست خیال ملےگا جسمیں وہ پوری طرح غرق نظر آئیں گے اور دوسری دلچسپیوں کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔

ولادیمیر ایلیچ نظریات کے لئے بڑا دماغ رکھتے ہیں لیکن بڑی بات یہ ہے کہ نظریات بجائے خود ان کے لئے ایسی کوئی قیمت نہیں رکھتے جیسے کسی پیشہ‌ور عالم کے لئے۔ انھوں نے اس کو ہمیشہ اس دنیا کے ادراک کا ذریعہ سمجھا جسمیں پرولتاریہ رہتا ہے، وہ دنیا جس سے اس کو جدوجہد کرنا ہے، وہ دنیا جس کو وہ پھر سے بنانے کی آرزو رکھتا ہے۔ نظریاتی خیالات کا طاقتور انقلابی طبقے کے عملی فریضوں سے یہی قریبی تعلق ہے جس نے لینن کے خیالات کو وہ موزونیت اور تیزی عطا کی ہے جس سے لینن ہر خیال سے، وہ چاہے بہت ہی دورافتادہ کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، جدوجہد کے لئے ہتیار ڈھال لیتے ہیں اور اپنے دشمن کو شکست دیتے ہیں۔ یہاں قابل‌ذکر بات طبقے اور اس کے نظریہ‌داں کے درمیان وہ ذہنی رشتہ ہے جس کے ذریعہ نوخیز، ابھرتے ہوئے انقلابی طبقے کا نظریہ‌داں اس کے لامحدود سرچشمے سے ولولہ حاصل کرتا ہے۔

لینن کے نظریاتی خیالات کی اس عملی اور بہت ہی جاندار نوعیت نے اور عوام سے ان کے اس ذہنی تعلق نے ان کو سیاسی دور اندیشی کا متحیرکن عطیہ دیا ہے یعنی مستقبل قریب میں ہونے‌والے تاریخی حالات کی نشان‌دہی کی خصوصیت، تحریک کے امکانات کی تھاہ لگانا اور مستقبل کی ''اتھاہ منزلوں،، کی گہرائیوں میں دیکھنا۔ کسی مینار پر نگہبان کی طرح وہ دور سے ہی آنے‌والے واقعات دیکھ لیتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کو پہلے سے ہوشیار کر دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ تاریخی دوراندیشی کے اس عطیے اور عوام کی اکثریت کے خیالات اور آرزوؤں کے گہرے احساس نے ولادیمیر ایلیچ

کو شاندار عملی سیاست داں بنا دیا۔ وہ وقت کی ضروریات کو واضح نعرے کا جامہ پہنانے میں اور عوام کو ایسے سادہ اور قابل فہم فریضے دینے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں جو حال کے فوری مطالبے کو پورا کرسکیں۔ جس طرح ایک آزمودہ‌کار جہازراں اپنے جہاز کو چٹانوں سے گتھے ہوئے سمندر سے سلامتی کے ساتھ نکال لےجانے کے لئے بڑی مہارت اور چستی سے جہاز کو گھماتا ہے، اسی طرح لینن عوام کی فوری تحریک کی رہنمائی کے لئے عملی نعرے اور فریضے استعمال کرتے ہیں اور اس بات پر تیز نظر رکھتے ہیں کہ ان اقدامات پر عوام کا رد عمل کیا ہے اور کس حد تک تحریک کی الگ الگ منزلیں عام رجحانات اور مقاصد سے متعلق ہیں۔ اور جیسے ہی کوئی نعرہ توقع کے خلاف نا کام ہوتا ہے یا اپنا کام ختم کر چکتا ہے جہازراں تیزی اور مہارت سے جہاز کو پھر گھماتا ہے اور عوام کے خیال‌ومرضی کو نئے راستوں پر ڈالنے کے لئے ایک نیا نعرہ دیتا ہے۔ جہاز کے یہ دلیرانہ موڑ بعض اوقات ایسے اچانک ہوتے ہیں کہ لینن کے قریب‌ترین ساتھی بھی حیران رہ جاتے ہیں — ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آیا ان کو سراہیں یا ان پر احتجاج کریں۔ خوش قسمتی سے حقائق نے ہمارے سارے شبہات دور کردئے ہیں۔

یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ ولادیمیر ایلیچ مطلق‌العنان ہیں جنھوں نے جہاز پر قبضہ جمالیا اور کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس قسم کا خیال بنیادی غلطی ہوگی۔ قسمت کے دلاروں کے درمیان جنکو تاریخ نے اتنا زبردست اختیار عطا کیا ہے، صرف لوگوں پر نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں پر بھی (جو ہزار گنا زیادہ اہم ہے) ایسا کبھی کوئی نہیں ہوا جس نے ریاستی مشین میں انسان کے رول کو اتنا اعلی درجہ عطا کیا ہو۔ وہ دوسرے لوگوں کو بھی اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے اپنے کو۔ کبھی کبھی یہ لوگوں کو گراں پڑتا ہے کیونکہ اکثر لینن ان کا اندازہ بڑھ چڑھ کر لگاتے ہیں اور یہ فرض کر لیتے ہیں کہ یہ لوگ بھی ان کی طرح زبردست طاقت کے حامل ہیں، اور ان میں بڑی تلخی پیدا ہو جاتی ہے جب وہ لینن کی توقعات پر پورے

نہیں اترے۔ ساتھ ہی چاہے جو کچھ ہو کبھی کسی کوئی مقصد نہیں کرینگے، کبھی ایک قدم نہیں ہٹائیں گے جب تک ان کو یہ یقین نہ ہوتا کہ یہ محض ان کی اپنی رائے ہی نہیں ہے بلکہ ان کے بہت سے ساتھیوں کی اظہار کی ہوئی رائے ہے۔ ان کے ارد گرد رہنے والوں اور ان سے اکثر ملاقات کرنے والوں کو یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ ان کی اجتماعی فکر اور تجربے ولادیمیر ایلیچ کے خیالات اور فیصلوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ ایک مجموعی شئے کی طرح بہتوں کے تجربے اور علم کو مرکوز کرنے، ان کو اپنے دماغ کی بدولت منضبط تجربہ کہ میں عام خیالات اور نعروں میں تبدیل کرنے کی صلاحیت ہی **ان کی نایاب قابلیت ہے۔**

فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان صفتوں کے حامل خشک اور منظم سیاستداں کے لئے لوگ محض [illegible] اور شطرنج کے مہرے نہیں ہوتے؟ یہ خیال بھی غلط ہوگا کیونکہ ولادیمیر ایلیچ کو ان لوگوں سے محبت ہے جو ان کے ساتھ کام میں لگے ہیں اور سب کے مفادات کے لئے لڑتے ہیں۔ بس ان لوگوں کے لئے نرمی اور فکر کا اظہار کرتے ہیں۔ اس انسانی ہمدردی کا جو منافقی نعرہ اور ظاہری باتوں سے بالاتر ہے۔ ایلیچ میں بھی وہ اپنے اوپر اختیار رکھتے ہیں کیونکہ جس حد تک کوئی آدمی ایسی مکمل طور پر جدا ہوتا ہے اور معاملوں کی صفوں سے جدا ہوا ہے جس کے لئے اس کا وجود نہیں رہا۔ کمیونسٹ پارٹی کی صفوں میں پرولتاریہ کے لئے نئے جدوجہد — یہ ہے کسی آدمی کی طرف جس کے رویے کا معیار۔ یہ "ہم" ان کے لئے سب سے زیادہ پرمعنی ہے۔ یہاں ہم ذاتی اخلاق کے اس بنیادی کردار کی طرف آتے ہیں جو جس کے سلسلے میں ان مثال اور دلکش ہے۔ ان کے اندر عام و خاص کے درمیان کوئی تقسیم نہیں ہے۔ ان کی سماجی اور ذاتی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس معاملے میں بھی وہ واحد چٹان سے ترشے ہوئے ہیں۔ سماجی زندگی میں بالکل ڈوب کر انہوں نے اپنے ذاتی وجود کو اسی میں ڈھال لیا ہے۔ ان کی ساری ذاتی زندگی سماجی سرگرمی کی خدمت کرتی ہے۔

[illegible] یا نسلی اور جبر کی جگہ
[illegible] ہے جو [illegible] طبقے کی [illegible] ان [illegible] کی [illegible]
[illegible] کی [illegible] اس صاحب نے ان کو
[illegible] ہے کہ ان کے [illegible] کی [illegible]
[illegible] وہاں تک پہنچنے سے معذور ہیں۔

[illegible] کی [illegible] کی [illegible]
ہے کہ وہ اس انسان کے بارے میں اتنا زیادہ کچھ جانتا ہے اور
[illegible] ہے جو [illegible] کے [illegible] میں بہت
[illegible] ہے۔ لیکن اس وقت ان چند سطروں میں اس
[illegible] کی خواہش ہے جو ہم اس انسان کی
[illegible] ہیں۔ ایک دوست اور رفیق کے لئے محبت کے
[illegible] ہم سب [illegible] ہیں۔ [illegible]
[illegible] میں ان کے ساتھ [illegible] ہے اور اب بھی [illegible]
رہے ہیں۔

جزیرہ کیپری میں لینن گورکی کے
مہمان (اٹلی، ۱۹۰۸ء)



میکسم گورکی

میکسم گورکی (۱۸۶۸ء-۱۹۳۶ء) کی لینن سے پہلی ملاقات سینٹ پیٹرس برگ میں دسمبر ۱۹۰۵ء میں روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں ہوئی۔ لینن سے ان کی اور زیادہ واقفیت ۱۹۰۷ء کی لندن کانگریس میں ہوئی جس کا ذکر انہوں نے اس مضمون میں کیا ہے۔ ان دونوں کو مضبوط دوستی کے رشتوں نے جوڑا اور گہرا باہمی احترام پیدا کیا۔ لینن گورکی کی تصنیفات کی بڑی قدر کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۰ء میں لکھا "اس میں کوئی شک نہیں کہ گورکی زبردست فنکارانہ جوہر رکھتے ہیں جس نے عالمی پرولتاری تحریک کو بہت فائدہ پہنچایا ہے اور پہنچا رہا ہے۔"

یہاں گورکی کا مضمون مختصر طور پر دیا جا رہا ہے۔

و- ای- لینن

(یادوں سے)

ولادیمیر لینن کا انتقال ہوچکا ہے۔

ان کے دشمنوں کے کیمپ میں کچھ ایسے ایماندار لوگ ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ دنیا نے لینن کو کھوکر ایسا انسان کھو دیا ''جو اپنے زمانے کے سب عظیم انسانوں میں سب سے زیادہ نمایاں طور پر باجوہر تھا۔''

میں نے جو کچھ بھی ان کی موت کے بعد لکھا وہ اداسی اور عجلت کی حالت میں لکھا گیا تھا اور کمتر تھا۔ کچھ ایسی باتیں تھیں جنکے اظہار کی مصلحت اجازت نہیں دیتی تھی اور مجھے امید ہے کہ اس کو پوری طرح سمجھا جائیگا۔ یہ انسان بہت دوراندیش اور ہوشمند تھا اور ''عظیم عقل‌ودانش میں عظیم غم بھی ہوتا ہے''۔

وہ بہت آگے تک دیکھتے تھے اور جب انہوں نے ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۱ء کے دوران لوگوں کے بارے میں سوچا اور بتایا تو زیادہ‌تر بالکل ٹھیک پیش گوئی کی کہ وہ چند سال کے اندر کیا ہو جائیں گے۔ آدمی ہمیشہ ان کی پیش‌گوئیوں پر یقین کرنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ اکثر خوشگوار نہیں ہوتی تھیں لیکن افسوس کہ بہت سے لوگوں نے ان کی شبہ‌آمیز کردارنگاری کو سچا ثابت کر دیا۔ ان کے بارے میں میری یادیں برے ڈھنگ سے لکھی ہونے کے علاوہ سلسلے‌وار نہیں تھیں اور ان میں افسوسناک خالی جگہیں رہ گئی تھیں۔ مجھے لندن کانگرس سے شروع کرنا چاہئے تھا، ان دنوں سے جب ولادیمیر ایلیچ میرے سامنے اسی روشنی میں آئے جس میں کچھ لوگ ان پر شک‌وشبہ رکھتے تھے اور اعتبار نہیں کرتے تھے اور دوسرے لوگ ان کی علانیہ دشمنی حتی کہ نفرت کا رویہ رکھتے تھے۔

میری نظروں کے سامنے اب بھی لندن کے مضافات میں مضحکہ‌انگیز طور پر بھونڈے، چوبی گرجا گھر کی وہ ننگی دیواریں ، پیکان‌نما کھڑکیاں، چھوٹا تنگ ہال ہیں جو کسی غریب اسکول کے درجے کے مشابہ تھا۔ صرف باہر سے ہی یہ عمارت گرجا گھر سے مشابہ تھی۔ اندر یہ اپنی استعمالی چیزوں سے محروم تھا حتی‌کہ نیچا سا منبر بھی اپنی عام جگہ سے ہٹ کر آگے کی طرف بیچ ہال میں ہی نہیں

بلکه اس کے داخلے تک پہنچ گیا تھا اور دو دروازوں کے بیچوں بیچ کھڑا تھا۔

میں اس سال تک لینن سے نہیں ملا تھا * اور نہ ان کو اتنا پڑھا تھا جتنا پڑھنا چاہئے تھا۔ بہر حال جو کچھ تھوڑا بہت میں نے پڑھا تھا اور خصوصاً وہ خوشکن باتیں جو ان سے ذاتی واقفیت رکھنے والے دوستوں نے بتائی تھیں میرے لئے ان کی طرف دلکشی کا باعث تھیں۔ جب ھمارا تعارف ھوا تو انھوں نے میرا ھاتھ مضبوطی سے تھاما، متجسس نگاھوں سے میرا جائزہ لیا اور مزاحیہ طورپر ایک پرانے دوست کے لہجے میں کہا :

''یہ اچھا ھوا کہ آپ آگئے ! آپ کو لڑائی دنگا پسند ھے نا ؟ یہاں خوب دنگا ھوگا !،،

میں نے لینن کو ایسا نہیں تصور کیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان میں کوئی کمی ھے۔ وہ ''ر،، کا تلفظ صاف نہیں کرتے تھے اور اپنی واسکٹ کی بغل کے سوراخوں میں انگوٹھے ڈالے کھڑے تھے۔ وہ بہت سادہ تھے اور ان میں ''لیڈر،، کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں مصنف ھوں اور میرا کام تفصیلات کا جائزہ لینا ھے۔ یہ ایک عادت سی بن گئی ھے اور کبھی کبھی جھنجھلاھٹ بھی پیدا کر دیتی ھے۔

جب میں گ۔ و۔ پلیخانوف کے پاس گیا تو وہ ھاتھ باندھے کچھ اکتائے سے مجھے اس طرح گھورتے رھے جیسے کوئی تھکا ھوا استاد کسی نئے شاگرد کو دیکھتا ھے۔ انھوں نے حسب معمول بس یہی کہا ''میں آپکے جوھر کا مداح ھوں،،۔ اس کے سوا انھوں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو میرے حافظے میں رہ جاتی۔ پوری کانگرس بھر نہ تو وہ اور نہ میں کسی ''پرخلوص گفتگو،، کے لئے ذرا بھی راغب ھوئے۔

لیکن اس گنجے، ''ر،، کا تلفظ صاف نہ کرنے والے، گٹھیلے جسم کے آدمی نے جو اپنی سقراطی پیشانی ایک ھاتھ سے پونچھتا جا رھا تھا

---

* گورکی سے یہ غلطی ھوگئی جس کو بعد کو انھوں نے خود بتایا۔ مصنف کی لینن سے پہلی ملاقات کے بارے میں دیکھئے صفحہ ۲۰۔

اور دوسرے سے میرے ھاتھ کو جھٹک رھاتھا ، اپنی حیرت‌انگیز جاندار آنکھوں کو محبت سے چمکاتے ہوئے فوراً میری کتاب ''ماں،، کی خامیوں کا ذکر شروع کر دیا ، معلوم ھوا کہ اس نے ای ۔ پ ۔ لادیژنیکوف سے لیکر میری کتاب کو مسودے کی حالت میں ھی پڑھ لیا تھا ۔ میں نے بتایا کہ یہ کتاب عجلت میں لکھی گئی تھی لیکن یہ نہیں بتاسکا کہ اس کی وجہ کیا تھی کیونکہ اس نے میری بات سمجھتے ہوئے سر ھلایا اور خود ھی اس کی وجہ بتادی : یہ اچھی بات ہوئی کہ میں عجلت میں تھا کیونکہ اس کتاب کی فوری ضرورت تھی ۔ بہت سے مزدور غیرشعوری اور ھنگامی طور پر انقلابی تحریک میں کھنچ آئے تھے اور اب ''ماں،، کو پڑھکر استفادہ کرسکیں گے ۔

''بہت ھی بروقت کتاب !،، یہ تھی ان کی واحد لیکن بہت ھی قیمتی تعریف جس کے بعد انھوں نے کاروباری لہجے میں دریافت کیا کہ کیا ''ماں،، کا ترجمہ کچھ غیرملکی زبانوں میں ھوا ھے اور کس حد تک اس کو روسی اور امریکی سنسروں نے مجروح کیا ھے ۔ یہ جان کر کہ اس کے مصنف پر مقدمہ چلنےوالا تھا، اس نے تیوریاں چڑھائیں اور پھر سر اٹھا کر اور آنکھیں بند کر کے غیر معمولی زور سے قہقہہ لگایا جس نے مزدوروں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا...

ولادیمیر ایلیچ تیزی کے ساتھ ڈائس پر چڑھ گئے اور کہا : ''ساتھیو !،، وہ اپنے ''ر،، کے ناصاف تلفظ کیوجہ سے اچھے مقرر نہیں معلوم ھوتے تھے لیکن ایک منٹ کے اندر اوروں کی طرح میں بھی ان کی تقریر میں ''محو،، ھو گیا ۔ پہلی بار میں نے سنا کہ سیاست کے پیچیدہ ترین سوالوں پر اس سادگی سے بولاجاسکتا ھے ۔ یہ مقرر نفیس جملے نہیں ڈھال رھا تھا لیکن ھر لفظ ایسا صاف بیان کر رھا تھا کہ اس کے ٹھیک ٹھیک معنی حیرت‌انگیز آسانی سے ظاھر ھو جاتے تھے ۔ جو غیر معمولی تاثر اس نے پیدا کیا اس کا بیان مشکل ھے ۔

اپنا ھاتھ بڑھا کر اور ذرا اٹھاکر وہ ھر لفظ کو تولتا، اپنے مخالفین کے جملوں کو چھانتا، ان کے خلاف باوزن دلیلیں پیش کرتا

اور ثبوتوں کے ساتھ یہ ثابت کرتا کہ مزدور طبقے کا یہ حق اور فرض ہے کہ وہ اپنے راستے پر چلے، اعتدال‌پرست بورژوازی کے پیچھے اور حتی کہ اس کے برابر بھی نہیں - یہ سب غیر معمولی تھا - یہ لینن کی زبان سے نہیں بلکہ حقیقت میں تاریخ کے سر چشمے سے نکل رہا تھا - ان کی تقریر میں غیر معمولی سالمیت، جامعیت، فراخی اور طاقت تھی، ان کی ساری ہستی کلاسیکی آرٹ کا نمونہ لگتی تھی : سب کچھ تھا لیکن نہ تو کچھ فاضل تھا اور نہ کوئی تصنع، اور اگر کچھ تھا بھی تو نظر میں نہیں آتا تھا کیونکہ وہ بھی درحقیقت اتنا ھی ضروری تھا جیسے چہرے کے لئے دو آنکھیں اور ھاتھ کے لئے پانچ انگلیاں -

انھوں نے اپنے سے پہلے‌والے مقررین سے مختصر تقریر کی لیکن کہیں زیادہ متاثر کن- صرف میں نے ھی اس کو محسوس نہیں کیا بلکہ اپنے پیچھے سے میں نے مسرت‌آمیز سرگوشیاں سنیں : ”بہت صاف کہتے ھیں ! “

اور بات بھی یہی تھی — ان کی ہر دلیل خود اپنے کو عیاں کرتی تھی اس طاقت سے جو اسمیں پنہاں تھی -

منشویکوں نے اس بات کو چھپایا نہیں کہ لینن کی تقریر ان کو پسند نہیں آئی اور خود لینن ان کےلئے اور بھی زیادہ ناپسندیدہ تھے - جتنے یقین کے ساتھ انھوں نے اس ضرورت کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ پارٹی کو انقلابی نظریات تک بلند ھونا چاھئے تاکہ اس کے عملی کام کےتمام رخوں کو آزمایا جا سکے ، اتنے ھی غصے کے ساتھ تقریر کے دوران ان کو ٹوکا گیا :

”یہ کانگرس فلسفے کی جگہ نہیں ہے- “

”ھمیں نہ سکھائیے، ھم اسکولی بچے نہیں ھیں !“

سب سے زیادہ ٹوکنےوالا ایک جسیم، داڑھی‌والا تھا جس کا چہرہ کسی دوکاندار سے مشابہہ تھا - وہ اپنی جگہ سے اچک اچک کر بار بار چلاتا تھا :

”سا... زشی... ساز... شوں سے کھیلنےوالے ! بلانک‌والے !“

دوسری طرف روزا لکسمبرگ لینن کے الفاظ پر اثبات میں سر ھلا

رھی تھیں ۔ بعد کے ایک اور اجلاس میں انھوں نے منشویکوں سے بہت خوب کہا :

''تم مارکس‌ازم پر کھڑے نہیں بلکه بیٹھے ہوئے ہو، حتی که اس پر لیٹے ہو۔ ،، *

ھال میں ناراضگی، طنز اور نفرت کا گرم اور غصه‌ور بگوله منڈلا رھاتھا ۔ سیکڑوں آنکھیں ولادیمیر ایلیچ پر لگی تھیں اور ان کو مختلف روشنیوں میں دیکھ رہی تھیں ۔ وہ مخاصمانه حملوں سے پریشان نہیں نظر آتے تھے، وہ جوش کے ساتھ لیکن وقار اور سکون سے بولتے تھے ۔ اس‌خارجی سکون کی ان کو کیا قیمت ادا کرنی پڑی یه مجھے چند دن کے بعد معلوم ھوا ۔ یه دیکھ کر بہت تعجب اور افسوس ھوا که ان کی مخالفت اس حقیقی خیال نے پیدا کی تھی که صرف نظریات کی رفعتوں سے ھی پارٹی اپنے اندر اختلافات کے اسباب دیکھ سکتی ھے۔ مجھ میں یه تاثر بڑھ رھاتھا که کانگرس کا ھر دن ولادیمیر ایلیچ کو زیادہ طاقت عطا کر رھا ھے، ان کو زیادہ حوصله اور یقین بخش رھا ھے۔ دن بدن ان کی تقریریں زیادہ مضبوط ھوتی جاتی تھیں اور کانگرس کا بالشویک بازو زیادہ بااستقلال اور مضبوط ھوتا جاتا تھا ۔ لینن کی تقریروں کے علاوہ میں تقریباً اتناھی روزا لکسمبرگ کی شاندار اور خوب چوٹیلی تقریر سے متاثر ھوا جو انھوں نے منشویکوں کے خلاف کی۔

لینن اپنے فاضل گھنٹے، حتی‌که لمحے بھی مزدوروں کے ساتھ گذارتے، ان سے ان کی زندگی کی معمولی سی معمولی تفصیلات پوچھتے تھے :

''اچھا، عورتوں کا کیا حال ھے؟ کیا ان کے لئے گھریلو کام سخت نہیں ھے ؟ کیا ان کو مطالعه کرنے یا پڑھنے کا وقت ملتا ھے؟،،

ھائڈ پارک میں کئی مزدور جنھوں نے لینن کو پہلی بار دیکھا تھا، کانگرس میں ان کے رویے کے بارے میں تبادلۂ خیال کر رہے تھے ۔ ان میں سے ایک نے مثالی طور پر کہا :

---

* یه الفاظ پولستانی سوشل ڈیموکریٹ توسزیکا نے منشویکوں کی طرف خطاب کرکے کہے تھے ۔

''میں نہیں جانتا... ممکن ہے کہ یورپ میں اس کا جیسا کوئی عقلمند آدمی ہو— بیبل یا کوئی اور ۔ لیکن مجھے یہ یقین نہیں ہے کہ کسی اور کو میں پہلی نظر میں ہی اتنا پسند کرتا جتنا اسکو۔ ''

اس میں دوسرے مزدور نے مسکرا کر اضافہ کیا :

''وہ تو ہم میں سے ہے۔ ''

''پلیخانوف بھی تو ہمارا ہے'' کسی نے اعتراض کیا۔

میں نے یہ برمحل جواب سنا : ''پلیخانوف ہمارا استاد، ہمارامالک ہے اور لینن ہمارا لیڈر اور رفیق۔ ''

کسی نوجوان نے مزاحیہ انداز میں کہا :

''پلیخانوف کا پرانی وضع کا لباس نئے خیالات کی اجازت نہیں دیتا۔ ''

ایسا ہوا کہ ولادیمیر ایلیچ کو ریستوراں جاتے ہوئے ایک منشویک مزدور نے روک کر کچھ پوچھا۔ اسلئے وہ ذرا رک گئے اور اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ کوئی پانچ منٹ بعد ریستوراں پہنچتے ہوئے انھوں نے چیں بجبیں ہو کر کہا :

''عجیب بات ہے کہ ایسا بھولا نوجوان پارٹی کانگرس تک پہنچ گیا! مجھسے پوچھتا ہے : آخر ان سب اختلاف کی اصل وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ تمھارے رفیق پارلیمنٹ میں بیٹھنا چاہتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ مزدور طبقے کو لڑائی کی تیاری کرنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ میری بات سمجھ گیا...''

ہم ہمیشہ ایک چھوٹے سے گروپ میں ایک چھوٹے سستے ریستوراں میں کھانا کھاتے تھے۔ میں نے غور کیا کہ ولادیمیر ایلیچ بہت کم کھاتے ہیں : دو تین انڈوں کا آملیٹ، بھنے گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا اور ڈونگا بھر گاڑھی اور گہرے رنگ کی بیئر۔ ہر طرح سے یہ ظاہر تھا کہ وہ اپنے لئے زیادہ فکر نہیں کرتے اور مزدوروں کا جتنا خیال وہ کرتے تھے اس پر مجھے حیرت تھی۔ مزدوروں کے کھانے پینے کی ذمےدار م۔ ف۔ اندریئوا تھیں۔ لینن برابر ان سے پوچھتے رہتے :

''آپکا کیا خیال ہے : ہمارے رفیق بھوکے تو نہیں رہتے؟ نہیں؟ ہاں۔ ممکن ہے کہ سینڈوچوں کی تعداد بڑھا دی جائے ؟''

میرے ہوٹل آئے اور دیکھتا ہوں کہ میرے بستر کو ٹٹولنے لگے۔

''آپ کیا کر رہے ہیں؟''

''دیکھ رہا ہوں کہ چادریں نم تو نہیں ہیں۔''

میں فوراً ان کی بات نہیں سمجھا۔ بھلا ان کو یہ جاننے کی کیا پڑی ہے کہ لندن میں چادریں کیسی ہوتی ہیں؟ انھوں نے میری حیرانی دیکھ کر سمجھایا:

''آپکو اپنی صحت کی نگرانی کرنا چاہئے۔''

۱۹۱۸ء کی خزاں میں سرمووا کے ایک مزدور دمیتری پاولوف سے میں نے پوچھا کہ اس کی رائے میں لینن کی سب سے نمایاں خصوصیت کیا ہے؟

''سادگی! وہ سچ کی طرح سادہ ہیں۔''

اس نے بےجھجک جواب دیا، جیسے کوئی وہ ایسا مسلمہ واقعہ دہرا رہا جس کا فیصلہ بہت دنوں ہوئے ہو چکا ہو۔

عام طور پر کسی آدمی کے ماتحت اس کے سخت نکتہ‌چیں ہوتے ہیں لیکن لینن کے موٹر ڈرائیور گیل نے جو بڑا تجربے‌کار آدمی تھا، کہا:

''لینن خاص ہستی ہیں۔ ان کا جیسا کوئی اور نہیں ہے۔ میں میاسنیتسکایا سڑک پر موٹر چلا رہا تھا جہاں بہت ٹرافک تھی، ہم مشکل سے آگے بڑھ رہے تھے اور اس ڈر سے کہ کوئی کہیں ہماری موٹر سے ٹکرا نہ جائے میں برابر ہارن بجا رہا تھا۔ میں بہت گھبرایا ہوا تھا۔ انھوں نے اپنا دروازہ کھولا اور فٹ بورڈ پر چل کر میرے پاس آئے جسمیں گرنے کا خطرہ تھا اور پھر مجھے دلاسا دینے لگے: ''گیل، گھبراؤ نہیں، چلو جیسے سب چل رہے ہیں۔'' میں پرانا ڈرائیور ہوں اور جانتا ہوں کہ کوئی اور ایسی بات نہ کرتا۔''

ان میں جو بےتکلفی اور لوچ تھا جن میں ان کے تاثرات گھل مل کر خیالات کا واحد دھارا بنا دیتے تھے اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

کسی قطب‌نما کی طرح ان کے خیالات ہمیشہ محنت‌کشوں کے مفادات کی طرف رہتے تھے۔ لندن میں ایک شام کو ہمیں کچھ کرنا نہیں تھا چنانچہ ہمارا ایک گروپ کسی موسیقی ہال میں چلا گیا جو مقبول عام چھوٹا سا تھیٹر تھا جہاں معمولی لوگ آتے تھے۔ ولادیمیر ایلیچ مسخروں اور مزاحیہ تماشوں پر خوب ہنستے رہے اور دوسرے تماشوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی، لیکن جب برطانوی کولمبیا کے دو لکڑھاروں کو کلہاڑیوں سے ایک درخت کاٹتے ہوئے دکھایا گیا تو انہوں نے اس کو غور سے دیکھا۔ چھوٹے سے اسٹیج کو لکڑھاروں کے کیمپ کی طرح دکھایا گیا تھا اور دو تندرست نوجوانوں نے منٹ بھر میں ایک میٹر تنا کاٹ کر رکھ دیا۔

''دراصل یہ تو پبلک کو دکھانے کے لئے ہے۔ حقیقت میں وہ اتنی تیزی سے نہیں کام کرسکتے،، ولادیمیر ایلیچ نے کہا۔ ''یہ بات صاف ہے کہ وہاں بھی کلہاڑیوں سے کٹائی ہوتی ہے جو بہت سی اچھی لکڑی کو بیکار چھپٹی بنا دیتی ہیں۔ یہ رہے مہذب برطانوی!،،

انہوں نے سرمایہ‌دار نظام میں پیداوار کے تراج، خام اشیا کی بڑی فیصدی ضائع ہونے کے بارے میں بتایا اور آخر میں افسوس کے ساتھ کہا کہ ابھی تک اس پر کسی نے کتاب لکھنے کے بارے میں نہیں سوچا۔ انکا خیال میرے لئے پوری طرح صاف نہیں تھا لیکن قبل اس کے کہ میں کوئی سوال کرسکوں انہوں نے تھیٹری آرٹ کی مخصوص شکل ''بے مرکزیت،، پر دلچسپ باتیں بتانا شروع کردیں۔

''یہ عام پسند کی طرف طنزیہ یا مشکوک رویہ ہے، اس بات کی خواہش ہے کہ اس کو اندر سے الٹ دیا جائے، اس کو ذرا توڑ مروڑا جائے اور عام میں جو کچھ غیرمنطقانہ ہے اس کو بےنقاب کیاجائے۔ یہ پیچیدہ اور دلچسپ ہے۔،،

دو سال بعد ا۔ ا۔ بوگدانوف — مالینوفسکی سے کیپری میں یوتوپیائی ناول پر بحث کرتے ہوئے لینن نے کہا:

''آپ کو ایک ناول مزدوروں کے لئے لکھنا چاہئے کہ کس طرح سرمایہ‌داری کے وحشیوں نے کرۂارض کو لوٹا ہے، اس کا سارا تیل،

لوھا، لکڑی اور کوئلہ فضول ضایع کیا ھے۔ یہ کارآمد کتاب ھوگی، سینور ماحیست *!،،

لندن میں رخصت ھوتے ھوئے انھوں نے مجھے یقین دلایا کہ وہ آرام کرنے کیپری ضرور آئیں گے۔

لیکن وھاں آنے سے پہلے میں نے ان کو پھر پیرس میں طالب‌علموں کے دو کمرے‌والے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں دیکھا۔ یہ فلیٹ صرف اپنی وسعت کے لحاظ سے طالب‌علموں کا تھا، صفائی اور بے‌عیب باقاعدگی کے لحاظ سے نہیں۔ نادیژدا کونستانتینوونا نے ھمارے لئے چائے بنائی اور کہیں چلی گئیں۔ ھم دونوں تنہا رہ گئے۔ اس وقت ''زنانئے'' اشاعت گھر ختم ھو رھا تھا اور میں ولادیمیر ایلیچ سے نئے اشاعت گھر کی تنظیم کے بارے میں بات‌چیت کرنے آیا تھا جو امکانی طور پر ھمارے تمام ادبی لوگوں کو متحد کر سکے۔ میں نے تجویز کی کہ ولادیمیر ایلیچ، و۔ واروفسکی اور کوئی اور اس کے بیرون‌ملک ایڈیٹر ھوں اور و۔ ا۔ دیسنیتسکی — استرویف ان کی نمائندگی روس میں کریں۔

میں محسوس کرتا تھا کہ مغرب اور روس کے ادب کی تاریخ اور تہذیب کی تاریخ پر ایسی کتابوں کی ضرورت ھے جو مزدوروں کو پروپیگنڈا اور خود اپنی تعلیم کے لئے وسیع اور واقعاتی مواد فراھم کرسکیں۔

لیکن ولادیمیر ایلیچ نے اس منصوبے کو مسترد کر دیا۔ انھوں نے سنسرشپ اور لوگوں کو منظم کرنے کی مشکلات کی طرف اشارہ کیا۔ زیادہ‌تر لوگ پارٹی کے عملی کام میں مصروف تھے اور ان کے پاس لکھنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ انھوں نے خاص اور سب سے زیادہ قابل‌یقین سبب جو پیش کیا وہ تقریباً یہ تھا : یہ موٹی کتابوں کا وقت نہیں، موٹی کتابیں دانش‌ور پڑھتے ھیں جو صاف طور سے سوشلزم سے پیچھے ھٹ کر اعتدال پرستی کی طرف جا رھے ھیں اور شم

---

* ماحیست — فلسفی ماخ کے پیرو۔ (ایڈیٹر)

ان کو منتخبه راستے سے ھٹا نہیں سکتے۔ ھم کو ایک اخبار اور پمفلٹوں کی ضرورت ھے۔ ''زنانئے،، کے سلسلوں * کی اشاعت پھر سے جاری کرنا بہتر ھوگا لیکن سنسرشپ کیوجه سے اس کو روس میں کرنا ناممکن ھے اور یہاں سے بھی ناممکن ھے کیونکه لانےلیجانے کی دشواریاں ھیں۔ ھمیں لاکھوں کی تعداد میں اشتہار لوگوں تک پہنچانا چاھئے لیکن اتنی بڑی تعداد ملک کے اندر غیرقانونی طور پر نہیں لے جائی جاسکتی۔ ھم کو بہتر وقت آنے تک اشاعت گھر کی تنظیم ملتوی رکھنی ھے۔

انھوں نے اپنے متحیر کن جوش اور صفائی سے دوما اور کیڈیٹوں ** کی باتیں شروع کر دیں جنکو ''اکتوبروالا *** بننے میں شرم آتی ھے،، اور جن کے سامنے ''دائیں طرف کا واحد راسته ،، ھے۔ پھر انھوں نے کئی ثبوت اس بات کے پیش کئے که جنگ قریب آرھی ھے اور '' غالباً صرف ایک جنگ نہیں بلکه انکا پورا سلسله،، ـــ اس پیش گوئی کی بلقان میں جلد ھی تصدیق ھوگئی۔

وہ کھڑے ھوگئے اور اپنے عام انداز میں انگوٹھے واسکٹ کی بغل کے سوراخوں میں ڈال لئے۔ پھر انھوں نے آھسته آھسته اپنے چھوٹے سے کمرے میں ٹہلنا شروع کیا۔ ان کے تنگ پپوٹوں کے اندر سے آنکھیں چمک رھی تھیں۔

''جنگ ھوگی۔ ناگزیر ھے۔ سرمایه‌دار دنیا کا سڑکر خمیر

---

* ۱۹۰۵ء کے آخر میں گورکی نے بالشویک مرکزی کمیٹی کی تجویز کے مطابق پارٹی کی سلسلے وار اشاعتوں کا ایک شعبه ''مقبول عام کتب‌خانه،، قائم کیا جن کو ''زنانئے،، پبلشر شائع کرتے تھے۔

** کیڈیٹ (آئینی ڈیموکریٹ) بورژوا لبرل شاہ پرست پارٹی کے ممبر تھے جو روس میں آئینی شاھی قائم کرنا چاھتی تھی۔

*** اکتوبروالوں کی ایک انقلاب دشمن پارٹی تھی جسکی ممبری بڑے بورژوا صنعت کاروں اور زمینداروں پر مشتمل تھی۔ وہ زارشاھی کی پوری حمایت کرتے تھے۔

اٹھ رہا ہے۔ لوگ شاونزم اور قوم پرستی کا زہر نگلنے لگے ہیں - میرے خیال میں ہم ابھی کل یورپی جنگ دیکھیں گے - پرولتاریہ؟ میرے خیال میں پرولتاریہ مشکل سے ہی اس خون‌آشامی کو روکنے کی طاقت حاصل کر سکے گی - یہ کیسے ہو؟ سارے یورپ میں ایک عام ہڑتال کے ذریعہ؟ مزدور اس کے لئے کافی منظم نہیں ہیں اور نہ تو طبقاتی شعور ہی کافی ہے۔ ایسی ہڑتال خانہ‌جنگی کی ابتدا ہوگی اور ہم حقیقت‌پسند سیاست‌دانوں کی حیثیت سے اس پر بھروسہ نہیں کر سکتے - ،،

رک کر، انھوں‌نے سوچتے ہوئے زمین پر پیر گھسے اور روکھائی سے کہا:

’’واقعی، پرولتاریہ کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑیگا - فی‌الحال تو یہی اسکی قسمت ہے۔ لیکن اس کے دشمن ایک دوسرے کو کمزور بنائیں گے - یہ بھی ناگزیر ہے۔ ،،

وہ میرے پاس آگئے اور حیرت کے انداز میں جوش لیکن آہستگی سے کہا:

’’ذرا سوچو تو — یہ پیٹ‌بھرے کس لئے بھوکوں کو ایک دوسرے کی جان لینے کے لئے ڈھکیل رہے ہیں؟ کیا آپ اس سے زیادہ کوئی احمقانہ، نفرت‌انگیز جرم بتا سکتے ہیں؟ مزدوروں کو اس کے لئے زبردست قیمت ادا کرنی ہوگی لیکن آخر میں جیت ان ہی کی ہوگی - تاریخ کا یہی منشا ہے - ،،

میں نے ان کو اکثر تاریخ کا ذکر کرتے سنا لیکن میں نے ان کو یہ کہتے کبھی نہیں سنا کہ اس کی مرضی اور طاقت کے سامنے اندھادھند جھکنا چاہئے -

اس خیال نے ان کو پریشان کر دیا - میز کے پاس بیٹھتے ہوئے انھوں نے ماتھے سے پسینہ پونچھا، ٹھنڈی چائے کا ایک گھونٹ لیا اور اچانک پوچھا:

’’امریکہ میں آپکے بارے میں کیا ہنگامہ ہوا؟ مجھے اخباروں سے معلوم ہوا کہ کیا بات ہے لیکن یہ کیسے ہوا؟،،

میں نے مختصر طور پر ان کو واقعہ بتایا -

میں کبھی کسی ایسے آدمی سے نہیں ملا جو ولادیمیر ایلیچ کی طرح دوسروں کو ہنسانےوالی ہنسی ہنس سکتا ہو ۔ حتی کہ یہ بات عجیب تھی کہ یہ سخت حقیقت‌پسند، ایسا انسان جو عظیم سماجی المیوں کے ناگزیر ہونے کو اتنی اچھی طرح دیکھتا ہو اور گہرائی سے محسوس کرتا ہو، وہ انسان جو سرمایہ‌دار دنیا سے نفرت میں اٹل ہو اتنے بھولےپن سے ہنس سکتا ہے، اس حد تک ہنس سکتا ہے کہ آنسو نکل آئیں اور سانس پھول جائے ۔ اس طرح ہنسنے کے لئے کیسی مضبوط اور کھری اسپرٹ کی ضرورت تھی!

''ہاں، آپ تو مزاح‌نگار ہیں،، انھوں نے ہنسی کے درمیان سانس لیتے ہوئے کہا ۔ ''مجھے اس کی توقع نہ تھی ۔ بڑی ہنسی‌والی بات ہے، سچ مچ ... ،،

اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے وہ نرمی سے مسکرائے اور سنجیدہ انداز میں بولے:

''یہ اچھی بات ہے کہ آپ ناکامی کو بھی خوش طبعی سے جھیل لے جاتے ہیں ۔ خوش طبعی بہت اچھی صحت‌مندانہ خوبی ہے ۔ میں خوش طبعی کا شعور رکھتا ہوں حالانکہ مجھ میں یہ خوبی نہیں ہے ۔ غالباً زندگی میں خوش طبعی بھی اتنی ہی ہے جتنا رنج ۔ اس سے کم نہیں، واقعی ۔،،

مجھے دو دن بعد ان سے پھر ملنے آنا تھا لیکن موسم خراب گیا اور شام کو میرے پھیپھڑوں سے خون آگیا جس کی وجہ سے دوسرے دن مجھے پیرس چھوڑنا پڑا ۔

پیرس کے بعد ہماری ملاقات کیپری میں ہوئی اور وہاں مجھے ایک بہت ہی عجیب تاثر یہ ہوا کہ جیسے ولادیمیر ایلیچ کیپری دو بار آئے اور دونوں مرتبہ بہت ہی مختلف موڈ میں ۔

ولادیمیر ایلیچ نے جن سے میری ملاقات ساحلی گودی پر ہوئی فوراً فیصلہ‌کن انداز میں کہا:

''الکسئی میکسیمووچ، میں جانتا ہوں کہ آپ کو کسی نہ کسی طرح یہ توقع ہے کہ میں ماخیستوں سے صلح کرلونگا حالانکہ

میں نے اپنے خط میں آپ کو آگاہ کردیا ہے کہ یہ ناممکن ہے! اسلئے اب کوئی کوشش نہ کرنا۔"

اپنے فلیٹ تک جاتے وقت اور پہنچنے پر میں ان کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ بالکل حق پر نہیں ہیں، کہ میرا فلسفیانہ اختلافات میں صلح‌جوئی کا کوئی ارادہ نہیں ہے جنکو میں خود بہت نہیں سمجھتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں اپنی کم‌سنی سے ہی تمام فلسفے سے مشکوک تھا کیونکہ وہ میرے ذاتی "داخلی" تجربات کی تردید کرتا تھا — میرے لئے دنیا ابھی شروع ہو رہی تھی، "شکل اختیار کر رہی تھی" اور فلسفہ میرے سر پر ٹھوکے دے دے کر یہ بےموقع اور ناوقت سوال پوچھ رہا تھا:

"تم کہاں جا رہے ہوں؟ کیوں جا رہے ہو؟ کیوں سوچتے ہو؟"

بعض فلسفہ‌داں درشتی سے حکم صادر کر رہے تھے:

"رک جاؤ!"

مزیدبرآں میں جانتا تھا کہ فلسفہ، عورت کی طرح بہت ہی سادہ بلکہ بدصورت بھی ہو سکتا ہے لیکن ہوشیاری اور یقین کے ساتھ اسکو ملبوس کرنے سے وہ خوبصورت بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ اس پر ولادیمیر ایلیچ ہنس پڑے۔

"یہ تو مذاق ہے" انھوں نے کہا۔ "لیکن دنیا ابھی شروع ہو رہی ہے، شکل اختیار کر رہی ہے — یہ خوب ہے! اس کو ذرا سنجیدگی سے سوچئے اور یہاں سے چل کر وہاں پہنچ جائینگے جہاں آپ کو بہت پہلے ہی ہونا چاہئے تھا۔"

اس کے بعد میں نے کہا کہ ا۔ ا۔ بوگدانوف، ا۔ و۔ لوناچارسکی اور و۔ ا۔ بازاروف میرے نگاہ میں بڑے لوگ ہیں، بہت ہی اعلی اور ہمہ‌گیر تعلیم پائے ہوئے، پارٹی میں مجھے ان کا کوئی ہمسر نہیں نظر آیا۔

"اگر اس کو مان لیا جائے تو اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟"

"مختتم تجزئے میں ان کو میں مشترکہ مقصدوالی ہستیاں

میں کبھی کسی ایسے آدمی سے نہیں ملا جو ولادیمیر ایلیچ کی طرح دوسروں کو ہنسانےوالی ہنسی ہنس سکتا ہو ۔ حتی کہ یہ بات عجیب تھی کہ یہ سخت حقیقت‌پسند، ایسا انسان جو عظیم سماجی المیوں کے ناگزیر ہونے کو اتنی اچھی طرح دیکھتا ہو اور گہرائی سے محسوس کرتا ہو ، وہ انسان جو سرمایہ‌دار دنیا سے نفرت میں اٹل ہو اتنے بھولےپن سے ہنس سکتا ہے، اس حد تک ہنس سکتا ہے کہ آنسو نکل آئیں اور سانس پھول جائے ۔ اس طرح ہنسنے کے لئے کیسی مضبوط اور کھری اسپرٹ کی ضرورت تھی!

''ہاں، آپ تو مزاح‌نگار ہیں،، انھوں نے ہنسی کے درمیان سانس لیتے ہوئے کہا ۔ ''مجھے اس کی توقع نہ تھی ۔ بڑی ہنسی‌والی بات ہے، سچ مچ ... ،،

اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے وہ نرمی سے مسکرائے اور سنجیدہ انداز میں بولے :

''یہ اچھی بات ہے کہ آپ ناکامی کو بھی خوش طبعی سے جھیل لے جاتے ہیں ۔ خوش طبعی بہت اچھی صحت‌مندانہ خوبی ہے۔ میں خوش طبعی کا شعور رکھتا ہوں حالانکہ مجھ میں یہ خوبی نہیں ہے۔ غالباً زندگی میں خوش طبعی بھی اتنی ہی ہے جتنا رنج ۔ اس سے کم نہیں، واقعی ۔،،

مجھے دو دن بعد ان سے پھر ملنے آنا تھا لیکن موسم خراب گیا اور شام کو میرے پھیپھڑوں سے خون آگیا جس کی وجہ سے دوسرے دن مجھے پیرس چھوڑنا پڑا ۔

پیرس کے بعد ہماری ملاقات کیپری میں ہوئی اور وہاں مجھے ایک بہت ہی عجیب تاثر یہ ہوا کہ جیسے ولادیمیر ایلیچ کیپری دو بار آئے اور دونوں مرتبہ بہت ہی مختلف موڈ میں ۔

ولادیمیر ایلیچ نے جن سے میری ملاقات ساحلی گودی پر ہوئی فوراً فیصلہ‌کن انداز میں کہا :

''الکسئی میکسیمووچ، میں جانتا ہوں کہ آپ کو کسی نہ کسی طرح یہ توقع ہے کہ میں ماحیستوں سے صلح کرلونگا حالانکہ

میں نے اپنے خط میں آپ کو آگاہ کردیا ہے کہ یہ ناممکن ہے! اسلئے اب کوئی کوشش نہ کرنا۔،،

اپنے فلیٹ تک جاتے وقت اور پہنچنے پر میں ان کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ بالکل حق پر نہیں ہیں، کہ میرا فلسفیانہ اختلافات میں صلح‌جوئی کا کوئی ارادہ نہیں ہے جنکو میں خود بہت نہیں سمجھتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں اپنی کم‌سنی سے ہی تمام فلسفے سے مشکوک تھا کیونکہ وہ میرے ذاتی ''داخلی،، تجربات کی تردید کرتا تھا — میرے لئے دنیا ابھی شروع ہو رہی تھی، ''شکل اختیار کر رہی تھی،، اور فلسفہ میرے سر پر ٹھوکے دے دے کر یہ بےموقع اور ناوقت سوال پوچھ رہا تھا:

''تم کہاں جا رہے ہوں؟ کیوں جا رہے ہو؟ کیوں سوچتے ہو؟،،

بعض فلسفہ‌داں درشتی سے حکم صادر کر رہے تھے:

''رک جاؤ!،،

مزیدبرآں میں جانتا تھا کہ فلسفہ، عورت کی طرح بہت ہی سادہ بلکہ بد صورت بھی ہو سکتا ہے لیکن ہوشیاری اور یقین کے ساتھ اسکو ملبوس کرنے سے وہ خوبصورت بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ اس پر ولادیمیر ایلیچ ہنس پڑے۔

''یہ تو مذاق ہے،، انھوں نے کہا۔ ''لیکن دنیا ابھی شروع ہو رہی ہے، شکل اختیار کر رہی ہے— یہ خوب ہے! اس کو ذرا سنجیدگی سے سوچئے اور یہاں سے چل کر وہاں پہنچ جائینگے جہاں آپ کو بہت پہلے ہی ہونا چاہئے تھا۔،،

اس کے بعد میں نے کہا کہ ا۔ ا۔ بوگدانوف، ا۔ و۔ لوناچارسکی اور و۔ ا۔ بازاروف میرے نگاہ میں بڑے لوگ ہیں، بہت ہی اعلی اور ہمہ گیر تعلیم پائے ہوئے، پارٹی میں مجھے ان کا کوئی ہمسر نہیں نظر آیا۔

''اگر اس کو مان لیا جائے تو اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟،،

''مختتم تجزئے میں ان کو میں مشترکہ مقصدوالی ہستیاں

سمجھتا ہوں اور یہ مشترکہ مقصد جسے گہرائی سے سمجھا اور تسلیم کیا گیا ہو فلسفیانہ تضاد کو دور کر دیگا...،،

''جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو اب بھی صلح کی توقع ہے؟ یہ بے سود ہے!،، انھوں نے کہا۔ ''اس توقع کو جتنی دور ممکن ہو بھگا دو ، یہ میرا دوستانہ مشورہ ہے۔ پلیخانوف بھی، آپ کے مطابق، ایک ہی مقصد کا آدمی ہے، اور میرا خیال ہے (یہ بات ہم لوگوں کے ہی درمیان ہے) کہ وہ بالکل دوسرا مقصد رکھتا ہے، چاہے وہ مادیت‌پرست ہی اور مابعد الطبیعیاتی نہ ہو۔ ،،

ہماری بات یہاں ختم ہو گئی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے اس کو لفظ بلفظ نہیں لکھا ہے لیکن اس کے مطلب میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے۔

اب میں نے ایسے ولادیمیر ایلیچ کو دیکھا جو لندن کانگرس کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور زیادہ اٹل تھے۔ لیکن وہاں ان کو تشویش تھی۔ وہاں ایسے لمحات بھی آئے تھے جہاں یہ صاف طور پر دیکھا جاسکتا تھا کہ پارٹی میں تفریق ان پر گہرا اثر ڈال رہی تھی۔

یہاں وہ پرسکون، سرد اور مضحکہ اڑانےوالے تھے، فلسفیانہ نوعیت کی تمام بات چیت سے کترا رہے تھے اور عام طور پر محتاط تھے۔ ا۔ ا۔ بوگدانوف کو جو بہت ہی بسندیدہ، نرم اور لینن سے محبت کرنےوالے لیکن ذرا خودپسند تھے، کافی تیز اور سخت باتیں سننی پڑیں:

''شوپنہاور نے کہا ہے: ''جو صاف سوچتا ہے وہ صاف کہتا بھی ہے،،۔ میرے خیال میں اس سے بہتر اس نے کچھ اور نہیں کہا ہے۔ لیکن آپ، کامریڈ بوگدانوف صاف نہیں کہتے۔ آپ مجھے دو تین جملوں میں بتائیے کہ آپ کا ''بدل،، مزدور طبقے کو کیا دیتا ہے اور ماخ‌ازم بمقابلہ مارکس‌ازم کے کیوں زیادہ انقلابی ہے؟،،

بوگدانوف نے وضاحت کی کوشش کی لیکن واقعی ان کی باتیں صاف نہیں تھیں اور ان میں الفاظ کی بھرمار تھی۔

''چھوڑئیے اس کو،، ولادیمیر ایلیچ نے مشورہ دیا۔ ''کسی نے، غالباً ژوریس نے کہا تھا 'بہتر ہے کہ سچ بولا جائے بمقابلہ اس کے

که وزیر بنا جائے۔ ، میں اسمیں اتنا اضافه کرتا که یا ماحیست بنا جائے۔ ،،

اس کے بعد انھوں نے بوگدانوف کے ساتھ جوش سے شطرنج کی ایک بازی کھیلی اور جب ہار گئے تو ناراض ہوئے بلکه بچوں کی طرح پھول گئے۔ یه بات قابل‌حیرت تھی که بچوں کی طرح ان کے روٹھنے نے بھی متحیر کن ہنسی کی طرح ان کے کردار کی سالمیت کو نہیں توڑا۔

لیکن کیپری میں ایک اور لینن بھی تھے — شاندار رفیق، زنده‌دل انسان جو دنیاکی ہر چیز سے جاندار اور انتھک دلچسپی رکھتا تھا اور عام لوگوں کی طرف اس کا رویه حیرت‌انگیز طور پر نرم تھا۔

ایک شام ذرا دیر کو جب سب لوگ ٹہلنے چلے گئے تھے انھوں نے مجھسے اور م۔ ف۔ اندریئوا سے افسوس اور گہرے رنج کے لہجے میں کہا:

''یه لوگ ذہین، باجوہر لوگ ہیں، جنھوں نے پارٹی کے لئے بہت کچھ کیا ہے، جو دس گنا زیاده کر سکتے تھے۔ لیکن یه ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے! وه ایسا نہیں کر سکتے۔ ان کے جیسے دسیوں اور سیکڑوں لوگ اس مجرمانه نظام کی وجه سے ٹوٹ گئے ہیں اور مفلوج ہو گئے ہیں۔ ،،

دوسرے موقع پر انھوں نے کہا:

''لوناچارسکی پارٹی میں واپس آئیں‌گے۔ وه ان دونوں سے کم انفرادیت‌پسند ہیں۔ وه نایاب خوبیوں کے مالک ہیں۔ میں ان کے لئے ''کمزوری،، رکھتا ہوں۔ کیا حماقت کی بات ہے: کسی کے لئے کمزوری رکھنا! جانتے ہو، مجھے ان سے محبت ہے، لاجواب رفیق ہیں! ان میں کچھ فرانسیسی شان ہے۔ ان کا لاابالی‌پن بھی فرانسیسی ہے، ان کی جمالیات کا لاابالی‌پن۔ ،،

انھوں نے کیپری کے ماہی گیروں کی زندگی کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کیں، ان کی کمائی، ان پر پادریوں کے اثر اور اسکولوں کے بارے میں۔ میں ان کی دلچسپی کی وسعتوں پر متحیر ره گیا۔

جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ ایک پادری غریب کسان کا بیٹا تھا تو انھوں نے فوراً پوچھا کہ کتنے کسان اپنے بچوں کو مذہبی اسکولوں میں بھیجتے ہیں اور کیا وہ واپس آ کر اپنے گاوؤں میں ہی پادری کی خدمات انجام دیتے ہیں؟

''سمجھتے ہو نا؟ اگر یہ اتفاقی بات نہیں ہے تو ویٹی‌کان (Vatican) کی پالیسی ہوگی... بڑی چالاکی کی پالیسی!،،

میں کسی ایسے دوسرے آدمی کا تصور نہیں کر سکتا جو دوسروں سے اتنا بلند ہو لیکن نام و نمود کے لالچ سے اپنا دامن پاک رکھ کر ''عام آدمیوں،، سے پرجوش دلچسپی نہ کھوئی ہو۔

ان میں وہ مقناطیسی خوبی تھی جو محنت‌کشوں کے دل اور ہمدردیاں جیت لیتی تھی۔ وہ اطالوی زبان نہیں بول سکتے تھے لیکن کیپری کے ماھی‌گیروں نے، جو شلیاپین اور کچھ دوسرے ممتاز روسیوں کو دیکھ چکے تھے، آپ ہی آپ لینن کو قابل‌عزت جگہ دی۔ ان کی ہنسی میں بڑی دلکشی تھی، ایسے آدمی کا دلی قہقہہ جو انسانی حماقت کے بھونڈےپن اور عقل‌وہوش کی چالاک قلابازیوں کا اندازہ لگا سکتا تھا اور ساتھ ہی ''عام آدمیوں،، کی بچوں جیسی سادگی سے لطف‌اندوز ہو سکتا تھا۔

''صرف ایماندار آدمی ہی اس طرح ہنس سکتا ہے،، ایک بڈھے ماھی‌گیر جیووانی اسپادارو نے کہا۔

آسمان کی طرح نیلی اور شفاف لہروں پر اپنی کشتی میں ھلکورے لیتے ہوئے لینن ''انگلی سے،، مچھلی پکڑنا سیکھتے تھے یعنی بغیر چھڑ کے ڈور سے۔ ماھی‌گیروں نے انکو بتایا تھا کہ انگلی کو انتہائی ھلکا ٹھوکا لگتے ہی ان کو ڈور گھسیٹنا چاہئے۔

''کوزی: درین، درین۔ کاپیش؟،،

اسی لمحے انھوں نے ایک مچھلی پکڑی اور اسکو باھر لائے اور بالکل بچے کی خوشی اور شکاری کے شوق سے چلائے:

''اھاھا، درین، درین!،،

ماھی‌گیروں نے بھی قہقہوں کے درمیان بچوں کی طرح شور مچایا اور ان کا نام ''سینور درین، درین،، رکھ دیا۔

لینن چلے گئے لیکن وہ سب پوچھتے رہے:

''سینور درین درین، کا کیا حال ہے؟ زار انھیں پکڑ تو نہیں لیگا؟''

۱۹۱۹ء کے مصیبت‌بھرے بھکمری کے سال میں لینن کو وہ کھانے کی چیزیں کھاتے شرم آتی تھی جو ان کے رفیق، سپاھی اور کسان صوبوں سے بھیجتے تھے۔ جب ان کے غیر آرام‌دہ فلیٹ میں یہ پارسل لائے جاتے تو وہ چین‌بجبیں ہوتے، گھبرا جاتے اور جلدی سے آٹا، شکر اور مکھن بیماروں یا ان رفیقوں میں تقسیم کر دیتے جو غذا کی کمی کیوجہ سے کمزور تھے۔ مجھکو کھانے کی دعوت دیتے ہوئے انھوں نے کہا:

''میں آپکی خاطر کچھ دھوئیں میں پکی مچھلی سے کر سکتا ہوں، استراخان سے بھیجی گئی ہے۔''

اپنی سقراطی پیشانی پر بل ڈال‌کر تیز اور ترچھی نظر سے انھوں نے بات میں اضافہ کیا:

''اس طرح بھیجتے ہیں جیسے میں ان کا آقا ہوں لیکن اس سے پیچھا کیسے چھٹے؟ اگر لینے سے انکار کیا جائے تو ناراضگی مول لینا ہوگا۔ اور چاروں طرف سب بھوکے ہیں۔''

کچھ نہ چاھنےوالے، پینے‌پلانے اور تمباکو نوشی سے بےنیاز، صبح سے رات تک اپنے مشکل اور پیچیدہ کام میں مصروف اور اپنی ضرورتوں کی طرف توجہ دینے سے قطعی معذور، پھر بھی وہ اپنے رفیقوں کی زندگی پر خاص طور سے نگاہ رکھتے تھے۔ ایک دن وہ اپنے مطالعہ کے کمرے میں میز پر بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔

''ہیلو، کیسے ہیں؟'' تیزی سے لکھتے ہوئے اور کاغذ سے قلم کو نہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے پوچھا۔ ''میں ابھی ختم کرتا ہوں۔ ماسکو سے باھر صوبے میں ایک رفیق ہیں جو اکتا گئے ہیں، ظاھر ہے تھک گئے ہیں۔ ہمیں ان کی ہمت بندھانا ہے۔ موڈ کوئی معمولی چیز نہیں ہے!''

ایک بار جب میں ماسکو میں ان سے ملنے گیا تو انھوں نے پوچھا:

''کھانا کھا لیا؟،،

''ھاں۔،،

''تکلف تو نہیں کر رہے ھیں؟،،

''گواہ موجود ھیں۔ میں نے کریملن کے طعام‌خانے میں کھانا کھایا ھے۔،،

''میں سنا ھے کہ وھاں کھانا بہت خراب ھوتا ھے۔،،

''خراب تو نہیں ھوتا لیکن اس کو بہتر بنایا جا سکتا ھے۔،،

جس پر انھوں نے مجھسے تفصیل سے پوچھا: ''کھانا کیوں خراب تھا؟ اس کو کیسے بہتر بنایا جا سکتا ھے؟،، اور ناراضگی سے بڑبڑانا شروع کیا:

''ان کو ھوا کیا ھے؟ کوئی اچھا باورچی نہیں ملتا ان کو؟ لوگ واقعی جان دیکر کام کر رہے ھیں۔ ان کو کھانے کے لئے اچھی چیزیں ملنا چاھئیں تاکہ وہ زیادہ کھا سکیں۔ میں جانتا ھوں کہ کھانے کو کافی نہیں ھے اور چیزیں خراب ھیں۔ اسلئے اچھے باورچی کی ضرورت ھے۔،، پھر انھوں نے کسی ماھر صحت‌وصفائی کا حوالہ دیا کہ ھاضمے اور غذائی قوت کے عوامل میں مزیدار چیزوں کی کتنی اھمیت ھے۔

''آپ ایسی باتوں کے بارے میں سوچنے کے لئے کیسے وقت نکال لیتے ھیں؟،، میں نے پوچھا۔

''معقول کھانے کے بارے میں؟،، انھوں نے جوابی سوال اس طرح کیا جیسے میرا سوال بےموقع تھا۔

ایک میرے پرانے شناسا پ۔ ا۔ سکوروخودوف جو میری طرح سرمووا کے رھنے والے ھیں نرم مزاج آدمی تھے۔ انھوں نے ایک بار چیکا*

---

* انقلاب دشمنی، توڑ پھوڑ اور چوربازاری کو دبانے کے لئے کل روس ھنگامی کمیشن۔

میں اپنے سخت کام کے متعلق مجھسے شکایت کی جس پر میں نے ان سے کہا :

''میرے خیال میں یہ کام ہی تمھارا نہیں ہے۔ تمھارے کردار کے مطابق نہیں ۔ ،،

''بالکل ٹھیک،، انھوں نے افسردگی سے جواب دیا ۔ ''میں اس کے لئے بالکل موزوں نہیں ہوں۔،، لیکن ذرا سوچتے ہوئے انھوں نے کہا : ''پھر بھی جب میں سوچتا ہوں کہ غالباً ایلیچ کو بھی اکثر اپنے جذبات کو دبانا پڑتا ہے تو مجھے اپنی کمزوری پر شرم آتی ہے۔ ،،

میں چند ایسے ہی کارکنوں کو جانتا تھا اور جانتا ہوں جو دانت بھینچ کر ''اپنے جذبات دباتے ہیں،، یعنی اس کاز کی فتح کے لئے جس کی وہ خدمت کر رہے ہیں، بنیادی طور پر اپنی ''سماجی عینیت پسندی،، کو دباتے ہیں ۔

کیا لینن کو بھی ''اپنے جذبات دبانا،، پڑے؟

وہ اپنی اتنی کم فکر کرتے تھے کہ ایسی باتوں کا ذکر ان کے لئے چھوٹی بات تھی اور اپنے دل کے طوفانوں کو راز میں رکھنے والا ان سے بہتر کوئی نہ تھا ۔ صرف ایک بار انھوں نے گورکی نامی بستی میں کسی کے بچوں کو پیار سے تھپتھپاتے ہوئے کہا :

''یہ ہم سے اچھی طرح رہیں گے ۔ بہت سی ایسی باتیں جن سے ہمیں گذرنا پڑا ان کےلئے انجانی ہوں گی ۔ ان کی زندگی اتنی کٹھن نہ ہوگی ۔ ،،

اور پہاڑیوں کی طرف دیکھ کر جہاں ایک گاؤں تھا انھوں نے سوچتے ہوئے کہا :

''میں ان سب باتوں کے لئے ان پر رشک نہیں کرتا ۔ ہماری نسل نے حیرت انگیز تاریخی اہمیت کا کام انجام دیا ہے۔ ہماری مجبوری کے حالات اور زندگی کی صعوبتیں سمجھی اور ٹھیک کی جائیں گی ۔ سب کچھ سمجھا جائیگا، سب! ،،

انھوں نے بچوں کو احتیاط سے، بہت ھلکے، تسکین آمیز انداز میں تھپتھپایا ۔

ان کے یہاں ایک بار گیا تو دیکھا کہ میز پر ''جنگ اور امن،، کی ایک جلد رکھی ہے۔

''ہاں، تالستائے! میں شکار کا منظر پڑھنا چاھتا تھا لیکن پھر یاد آ گیا کہ ایک رفیق کو خط لکھنا ہے۔ میرے پاس پڑھنے کےلئے بالکل وقت نہیں ہے۔ صرف آج رات کو میں نے تالستائے کے بارے میں آپکی کتاب پڑھی۔ ،،

نیم‌وا آنکھوں سے مسکراتے ہوئے وہ اپنی آرام کرسی پر پھیل گئے اور دھیمے لہجے میں تیزی سے اپنی بات جاری رکھی:

''اوہ، کیا چٹان ہے! انسانیت کا دیوپیکر مجسمہ! میرے دوست، یہ ہے فن کار... اور جانتے ہو کہ مجھے اور کس بات پر حیرت ہوتی ہے؟ اس شہزادے سے پہلے ہمارے ادب میں اصلی دیہاتی کو جگہ نہیں ملی تھی۔ ،،

پھر مجھے نیم‌وا آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا:

''یورپ میں آپ ان کے برابر کس کو رکھ سکتے ہیں؟''

اور پھر خود جواب دیا:

''کسی کو بھی نہیں۔ ،،

اپنے ہاتھ ملتے ہوئے وہ خوش ہو کر ہنسے۔

میں نے اکثر غور کیا کہ روس، روسیوں اور روسی آرٹ پر ان کو فخر ہے۔ یہ بات ان میں عجیب، حتی کہ نادانی کی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن بعد کو میں نے محنت کشوں کے لئے گہرائی میں پنہاں خوشکن محبت کی وہ گونج سننا سیکھ لیا جو ان میں تھی۔

کیپری میں یہ دیکھ کر کہ ماہی گیر کتنی احتیاط کے ساتھ اس جال کو سلجھا رہے ہیں جسکو شارک نے توڑ دیا تھا انھوں نے کہا:

''ہمارے لوگ زیادہ زندہ‌دلی سے کام کرتے ہیں۔ ،،

اور جب میں نے شک کا اظہار کیا تو جھنجھلا کر کہنے لگے:

''ھونہہ... دیکھو اس زمین کے ٹکڑے پر رہ کر روس کو بھول نہ جانا۔ ،،

ایک دن ماسکو میں ی ۔ پ ۔ پیشکووا کے گھر پر لینن بیتھووین کے سوناٹا سن رہے تھے جو ایسائی دوبرووین بجا رہے تھے ۔ انھوں نے کہا :

''میں Appassionata سے بہتر اور کچھ نہیں جانتا اور اس کو ہر روز سن سکتا ہوں ۔ کیسی حیرت انگیز، انسان سے بالاتر موسیقی ہے! میں ہمیشہ فخر کے ساتھ اور ممکن ہے نادانی سے سوچتا ہوں کہ لوگ کیا معجزے دکھا سکتے ہیں!،،

اپنی آنکھیں میچ کر مسکراتے ہوئے انھوں نے افسردگی کے ساتھ مزید کہا :

''لیکن میں موسیقی اکثر نہیں سن سکتا — میرے اعصاب پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ان لوگوں سے پیار کی حماقت‌آمیز باتیں کہوں اور سر سہلاؤں جو گندے جہنم میں رہ کر ایسی حسین چیزوں کی تخلیق کرتے ہیں ۔ لیکن آجکل کسی کا سر سہلانا منع ہے — وہ ہاتھ میں کاٹ لیں گے ۔ ان کے سر پر مارنا چاہئے، بےرحمی سے مارنا چاہئے، حالانکہ ہم ان خیالات کے حامی ہیں جو لوگوں پر تشدد کے خلاف ہیں ۔ ہونہہ، کتنا مشکل کام ہے!،،

وہ تقریباً بیمار اور بہت تھکے ہوئے تھے ۔ انھوں نے مجھے ۹ اگست ۱۹۲۱ء کو لکھا :

''ا ۔ م ۔

''میں نے آپکا خط ل ۔ ب ۔ کامینیف کو بھیجدیا ہے۔ میں اتنا تھکا ہوں کہ کچھ نہیں کر سکتا ۔ آپ کے پھیپھڑوں سے خون آتا ہے اور آپ کہیں جاتے نہیں ! ! یہ سنگدلی ہے اور نا معقولیت بھی ۔ یورپ کے کسی اچھے سینی‌ٹوریم میں آپکو شفا ہوگی اور پھر تین گنا کام کرنا ۔ افسوس کہ ہمارے یہاں علاج نہیں ہے۔ بس صرف ہنگامہ ہے، بیکار کا ہنگامہ ۔ چلے جایئے اور صحت حاصل کیجئے ۔ ضد نہ کیجئے، میں آپ سے التجا کرتا ہوں!

''آپ کا، لینن،،

ایک سال سے اوپر تک حیرت انگیز اصرار کے ساتھ وہ مجھ پر روس چھوڑنے کےلئے زور دیتے رہے اور مجھکو یہ حیرت تھی کہ اپنے کام میں اتنے مصروف رہ کر وہ کیسے یہ یاد رکھتے ہیں کہ کہیں کوئی بیمار تھا اور اس کو آرام کی ضرورت ہے؟

وہ اس طرح کے خط مختلف لوگوں کو لکھا کرتے تھے غالباً درجنوں کی تعداد میں۔

اپنے رفیقوں کی غیر معمولی رویے، ان کی طرف توجہ کے بارے میں ذکر کر چکا ہوں جو ان کی زندگی کی معمولی ناخوشگوار تفصیلات تک پہنچتی تھی۔ بہرحال ان کے اس خاص جذبے میں کوئی ایسی خودغرضانہ دلچسپی نہیں پاسکا جو کبھی کبھی سمجھدار مالک اپنے ایماندار اور لائق ماتحتوں کے لئے رکھتا ہے۔

نہیں، وہ حقیقی رفیق کی طرح پرخلوص توجہ کرتے تھے، برابر والے کی محبت کا جذبہ۔ میں جانتا ہوں کہ لینن اپنی پارٹی کے سب سے بڑوں سے بھی بڑے تھے لیکن وہ اس کا احساس نہیں رکھتے تھے یا نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ وہ لوگوں سے بحث کرتے وقت ترش ہو جاتے تھے، ان پر ہنستے تھے، حتی کہ ان کا سخت مضحکہ اڑاتے تھے۔ یہ سب ٹھیک ہے۔

لیکن متعدد بار ان لوگوں کے بارے میں بات‌چیت کرتے ہوئے جن کو انھوں نے کل جنھجھوڑا اور مذاق اڑایا تھا میں نے بہت صاف طور پر پرخلوص حیرت کے لہجے میں ان کے جوہر اور اخلاقی مضبوطی، ۲۱ — ۱۹۱۸ء کے کٹھن حالات میں ان کے سخت اور پراستقلال کام کی قدر کے متعلق سنا جب کہ انھوں نے تمام ملکوں کے جاسوسوں اور سیاسی پارٹیوں کے محاصرے میں رہ کر، ان سازشوں کے درمیان جو جنگ سے تھکے ہوئے ملک کے جسم پر سڑے ہوئے ناسوروں کی طرح پک رہی تھیں کام کیا۔ انھوں نے انتھک کام کیا، کم اور خراب کھانا کھایا اور متواتر تشویش کی حالت میں رہے۔



لینن خود ان حالات اور ایسی زندگی کی پریشانیوں کے بوجھ کو گویا نہیں محسوس کرتے تھے جو خانہ‌جنگی کی خون آشام آندھی سے جڑوں تک پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ صرف ایک بار م۔ ف۔ اندریئوا سے باتیں کرتے ہوئے (بقول اندریئوا کے) ان کی زبان سے حرف شکایت نکل گیا:

''لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں، عزیز ماریا فیودرووونا؟ ہمیں تو لڑتے رہنا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے! ہمیں دشواریاں ہیں؟ سچ مچ! کیا تم سوچتی ہو کہ مجھے مشکلات نہیں پیش آتیں؟ ہوتی ہیں۔ اور کیا! لیکن دزیرژینسکی کو دیکھو۔ وہ کیسے لگتے ہیں! لیکن کریں کیا؟ ہمیں یہ مشکلات اچھی ہیں صرف ہماری جیت ہوتی رہے!،،

میں نے خود ان کو ایک بار شکایت کرتے سنا:

''افسوس کہ مارتوف ہمارے ساتھ نہیں ہے! کیسا لا جواب رفیق اور اچھا انسان ہے وہ!،،

مجھے یاد ہے کہ وہ دیرتک اور دل کھول کر ہنسے تھے جب انہوں نے کہیں بڑھا کہ مارتوف نے کہا: ''روس میں صرف دو کمیونسٹ ہیں — لینن اور کولونتائی۔،،

اپنی ہنسی رکنے پر انہوں نے آہ بھرکر کہا:

''کیسا چالاک ہے وہ! آہ...،،

ایک معاشی منتظم کو اپنے مطالعہ کے کمرے سے رخصت کرکے انہوں نے احترام اور حیرت کے ساتھ کہا:

''کیا آپ اس کو بہت دنوں سے جانتے ہیں؟ یہ تو کسی یورپی ملک میں بھی کابینہ کا سربراہ ہو سکتا ہے۔،،

اور اپنے ہاتھ ملتے، مسکراتے ہوئے انہوں نے مزید کہا:

''باجوہر لوگوں کے لحاظ سے یورپ ہمارے مقابلے میں غریب ہے۔،،

میں نے یہ تجویز کی کہ وہ میرے ساتھ توپ‌خانے کے صدرمقام چل کر ایک بالشویک کی ایجاد دیکھیں جو پہلے توپچی تھا۔ یہ طیارہ‌شکن توپوں کے نشانے کو صحیح بنانے کا آلہ تھا۔

''مجھے ان چیزوں کے بارے میں کیا معلوم ہے؟ ،، لینن نے کہا۔ پھر بھی وہ میرے ساتھ گئے۔ یہ آلہ ایک تاریک سے کمرے میں میز پر رکھا تھا اور سات درشت جنرل، جن میں سب کے بال سفید تھے اور مونچھیں تھیں اور علم بھی رکھتے تھے آلے کو گھیرے کھڑے تھے۔ لینن کا منکسر غیرفوجی ہیولا ان لوگوں میں کھو گیا، نگاہ میں آنےوالا نہیں رہا۔ مؤجد نے اپنے آلے کی ساخت کی وضاحت شروع کی۔ لینن نے اس کی بات دو تین منٹ تک سنی اور اثباتی طور پر ''هوں، هوں،، کرتے رہے اور پھر انھوں نے مؤجد سے اس آزادی سے سوال کرنا شروع کئے جیسے وہ اس کا سیاسی مسائل پر امتحان لے رہے ہوں:

''آپ نے نشانہ لگانےوالی مشینری سے بیک وقت دوہرا کام کیسے لیا؟ کیا توپ کے دہانے کے زاوئے کو مشینری کے نشانے کے مطابق خود کار طورپر نہیں بنایا جا سکتا؟ ،،

انھوں نے توپ کی مار اور دوسری باتوں کے بارے میں بھی سوال کیا جنکا جواب مؤجد اور جنرلوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ دیا۔ دوسرے دن مؤجد نے بیان کیا:

''میں نے اپنے جنرلوں سے یہ کہا تھا کہ آپ ایک رفیق کے ساتھ آنےوالے ہیں لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ رفیق کون ہے۔ انھوں نے ایلیچ کو نہیں پہچانا اور غالباً ان کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح یہاں آجائیں گے، بلا کسی شور، شان وشوکت اور نگراں کے۔ انھوں نے پوچھا: ''کوئی ماہر ٹکنیک ہے یا پروفیسر؟ لینن؟،، ان کو سخت حیرت ہوئی۔ ''کیسے؟ بالکل ان سے مشابہ نہیں،، انھوں نے کہا ''اور وہ ہمارے علم کو کہاں سے جانتے ہیں؟ انھوں نے تو ایسے سوال کئے جیسے وہ کوئی اچھے ماہر ٹکنیک ہوں۔،، ان کو حیرت تھی۔ مجھے خیال ہے کہ ان کو یہ یقین نہیں آیا کہ یہ لینن خود تھے ... ،،

اور توپخانے کے صدرمقام سے واپس ہوتے ہوئے لینن زور سے قہقہہ لگا کر مؤجد کا ذکر کرتے رہے:

''کسی آدمی کا اندازہ لگانے میں کتنی غلطی کا امکان ہے!

یہ تو میں جانتا تھا کہ یہ پرانا ایماندار رفیق ھے لیکن ایسا نہیں جو آسمان کے تارے توڑ سکے۔ اور پتہ چلا کہ وہ اسی لئے بنا ھے۔ لا جواب! اور جب میں نے آلے کی عملی اهمیت پر شبہ کا اظہار کیا تو جنرل مجھ پر کیسے ٹوٹ پڑے۔ میں نے جان بوجھ کر یہ کیا — یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ان کا اس عمدہ آلے کے بارے میں کیا خیال ھے۔ ''

وہ پھر هنسے اور پوچھا:

''آپ کہتے هیں کہ اس کی ایک اور ایجاد ھے؟ کیا بات ھے؟ اس کو تو اور کچھ نہ کرنا چاهئے۔ آہ، کاش کہ هم ان تمام ماهرین ٹکنیک کام کرنے کے بہترین حالات فراهم کرسکتے! روس پچیس سال کے اندر دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک هو جاتا!''

میں نے اکثر ان کو دوسرے رفیقوں کی تعریفیں کرتے سنا اور ایسوں کی جنکے بارے میں کہا جاتا کہ لینن ان سے ذاتی همدردی نہیں رکھتے۔ وہ ان کے جوش کی بجا تعریف کرتے تھے۔

میری طرف ان کا رویہ سخت استاد اور مہربان ''فکر رکھنےوالے دوست'' جیسا تھا۔

''آپ بھی عجیب آدمی هیں'' ایک دن انھوں نے مذاق میں کہا۔ ''ادب میں تو آپ اچھے حقیقت پسند هیں لیکن جہاں تک عوام کا سوال ھے رومانی هیں۔ آپ سمجھتے هیں کہ هر ایک تاریخ کا شکار ھے، ھے نا؟ هم تاریخ جانتے هیں اور ان شکار لوگوں سے کہتے هیں: قربان گاهوں کو الٹ دو، عبادت گاهوں کو توڑ دو اور دیوتاؤں کو بھگادو! لیکن آپ مجھکو یہ یقین دلانا چاهتے هیں کہ مزدور طبقے کی مجاهد پارٹی کو سب سے پہلے دانش وروں کے لئے اچھا انتظام کرنا چاهئے۔''

ممکن ھے کہ میں غلطی پر هوں لیکن میں محسوس کرتا تھا کہ ولادیمیر ایلیچ میرے ساتھ بحث مباحثہ کرنا پسند کرتے تھے۔ وہ تقریباً همیشہ اصرار کرتے تھے:

''جب آئیے تو مجھے فون کیجئے - ملاقات رہے گی - ''
ایک اور موقع پر انھوں نے کہا:
''آپکے ساتھ بحث‌مباحثہ ہمیشہ دلچسپ ہوتا ہے- آپکے پاس تاثرات کا زیادہ وسیع اور بڑا خزانہ ہے- ''
انھوں نے مجھسے دانش‌وروں کے جذبات کے بارے میں دریافت کیا اور سائنس‌دانوں پر خاص زور دیا - میں اور ا - ب - خالاتوف اس وقت ''سائنس‌دانوں کی زندگی بہتر بنانے کی کمیٹی'' میں کام کر رہے تھے - ولادیمیر ایلیچ کو پرولتاری ادب سے بھی دلچسپی تھی -
''آپ اس سے کیا توقع رکھتے ہیں؟''
میں نے کہا کہ مجھے بہت کچھ توقع ہے لیکن محسوس کرتا ہوں کہ ایک ادبی کالج کی تنظیم ضروری ہے جسمیں لسانیات، مشرق‌ومغرب کی غیرملکی زبانوں، عوامی رسم‌ورواج، عالمی ادب کی تاریخ کے شعبے اور روسی ادب کی تاریخ کے لئے ایک علحدہ شعبہ ہو -
''ہوں'' انھوں نے آنکھ مارتے اور مسکراتے ہوئے کہا - ''وسیع اور چمکدار ! میں وسعت کے خلاف نہیں ہوں اور چمکدار بھی ہوگا، ہے نا؟ اس میدان میں ہمارے یہاں پروفیسر نہیں ہیں - جہاں تک بورژوا پروفیسروں کا سوال ہے تو آپ تصور کر سکتے ہیں کہ کس طرح کی تاریخ وہ دینگے... نہیں، ابھی یہ ہمارے لئے بہت زیادہ ہے... ابھی ہمیں تین سال یا شاید پانچ برس انتظار کرنا ہوگا - ''
انھوں نے شکایت‌آمیز لہجے میں کہا:
''مجھے پڑھنے کے لئے وقت ہی نہیں ملتا! آپ نے دیکھا نہیں کہ بہت سی نظمیں لکھی جا رہی ہیں؟ رسالوں میں صفحے کے صفحے شاعری سے بھرے ہوتے ہیں اور نئے مجموعے ہر روز نکلتے رہتے ہیں-''
میں نے کہا کہ ایسے زمانے میں نوجوانوں کی گیتوں کی طرف دلکشی فطری ہے اور میرے خیال میں درمیانی قسم کی شاعری کرنا اچھی نثر سے زیادہ آسان ہے- میں نے کہا کہ نظم لکھنے میں وقت کم لگتا ہے- اس کے علاوہ شعروشاعری کی ٹکنیک سکھانے والے استاد ہمارے یہاں بہت ہیں -

''نہیں، شاعری بمقابلہ نثرنگاری کے زیادہ آسان ہے — یہ میں یقین نہیں کرتا۔ میں ایسی بات کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ تو چاہے جو جتن کرو میں شاعری کی دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا،، انھوں نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''پورا پرانا انقلابی ادب، جتنا ہمارے یہاں ہے اور جتنا یورپ میں ہے، ہمارے عوام کی دسترس میں ہونا چاہئے۔،،

وہ ایسے روسی تھے جو طویل مدت تک روس سے باہر رہے تھے، اور اپنے ملک کا بڑے غور سے جائزہ لیتے ہوئے ان کو وہ دور سے زیادہ خوبصورت اور رنگارنگ معلوم ہوا تھا۔ انھوں نے بالکل صحیح طور پر اس کی امکانی طاقتوں کا اندازہ لگایا — روسی لوگوں کے غیرمعمولی جوہر کا، جسکا اظہار ابھی تک کمزور تھا جسکو بوجھل اور اکتا دینے والی تاریخ نے بیدار نہیں کیا تھا لیکن جوہر ہر طرف تھا، وہ نرالی روسی زندگی کے دھندلے پس‌منظر میں سنہرے ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔

ولادیمیر لینن جو اس دنیا کے عظیم اور حقیقی انسان تھے انتقال کر چکے ہیں۔ ان کی موت ان سب لوگوں کے لئے ضرب‌کاری ہے جو ان سے واقف تھے، ایک بہت ہی درد بھری ضرب!

لیکن موت کے سیاہ حاشئے ساری دنیا کی نگاھوں میں ان کی اہمیت کو اور زیادہ کر دینگے — دنیا کے محنت‌کش لوگوں کے لیڈر کی اہمیت کو۔

اگر ان کے خلاف نفرت، جھوٹ اور بدنام کن باتوں کے بادل اور زیادہ گھنے ہوں تو بھی کوئی طاقت اس مشعل کو مدھم نہیں کر سکتی جو انھوں نے جنون اور گھٹن آمیز تاریکی سے بھری دنیا میں بلند کی ہے۔

ایسا کوئی اور آدمی نہیں ہوا جو ان سے زیادہ اس کا حق رکھتا ہو کہ ساری دنیا اس کو یاد رکھے۔

ولادیمیر لینن مرچکے ہیں۔ لیکن ان کے دماغ اور قوت‌ارادی کے وارث زندہ ہیں۔ وہ زندہ ہیں اور اس کامیابی سے کام کر رہے ہیں جو اس سے پہلے دنیا میں کسی کو نہیں نصیب ہوئی تھی۔

لینن اور بونچ بروایوچ کریملن کے
صحن میں (ماسکو ، اکتوبر
۱۹۱۸ء)



و۔ بونچ بروایوچ

و۔ د۔ بونچ بروایوچ (۱۸۷۳ء — ۱۹۵۵ء)
روس کی کمیونسٹ پارٹی کے سب سے پرانے ممبروں میں سے تھے اور ۱۹۱۷ء کے فروری اور اکتوبر انقلابوں کے آزمودہ‌کار سپاہی تھے۔ وہ لینن سے بہت اچھی طرح واقف تھے اور برسوں تک ان کے رفیق‌کار رہے تھے۔ وہ اکتوبر انقلاب کے پہلے دنوں سے ۱۹۲۰ء تک عوامی کمیساروں کی کونسل کے انتظامی منیجر رہے اور بعد کو ''ژیزن ای زنانیا،، (زندگی اور علم) نامی اشاعت‌گھر کے چیف ایڈیٹر اور ریاستی ادبی میوزیم کے ناظم اور ڈائرکٹر ہوئے۔ انھوں نے روس میں انقلابی تحریک کی تاریخ، ادب اور علم‌الاقوام پر بہت سی کتابیں لکھیں۔

ولادیمیر ایلیچ نے زمین کا فرمان کیسے لکھا

جب انقلابی بالشویک سپاهیوں نے سرمامحل پر قبضہ کرلیا اور ولادیمیر ایلیچ نے جو ہمارے فوجی لیڈروں کی سست‌رفتاری سے بہت پریشان تھے، آخرکار آزادی کی سانس لی تو انھوں نے فوراً اپنا سادہ بھیس ترک کر دیا اور اپنے پرانے سیاسی ساتھیوں کے حلقے میں مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی پیٹرو گراد سوویت کے اجلاس میں آئے جہاں واقعات کے انجام تک پہنچنے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

جب ولادیمیر ایلیچ پلیٹ فارم پر آئے تو ہال میں انسانی جذبات کا ایک سیلاب امنڈ پڑا جسکو گرج کہنا ممکن ھے لیکن دراصل وہ اس سے کہیں زبردست تھا۔ اجلاس شروع ہوا اور پھر مبارکبادیوں اور نعرہ ھائے، تحسین و مسرت کی بوچھار ہوئی۔ یہ تاریخی اجلاس واقعی بہت ھی طوفانی اور شعلہ فشاں تھا۔

اجلاس ختم ہونے کے بعد رات گئے، سب میرے فلیٹ آئے۔ کچھ کھایا پیا گیا اور کھانے کے بعد میں نے یہ کوشش کی کہ ولادیمیر ایلیچ کو ہر طرح کی آرام ملے جو کافی جوش میں تھے لیکن دیکھنے سے ھی پتہ چلتا تھا کہ وہ بہت تھکے تھے۔ میں نے مشکل سے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایک الگ چھوٹے کمرے میں جہاں لکھنے پڑھنے کی میز، کاغذ، روشنائی اور کتب‌خانہ تھے، میرے بستر پر لیٹیں۔

میں برابر کے کمرے میں دیوان پر لیٹ گیا اور یہ طے کرلیا کہ اس وقت تک نہیں سوؤنگا جب‌تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ ولادیمیر ایلیچ سو گئے ھیں۔ مزید حفاظت کےلئے میں نے بیرونی دروازے کو مقفل کردیا، زنجیر، کھٹکے اور قفل بند کردئے۔ اس کے علاوہ اپنے ریوالور بھی بھرلئے کہ کہیں کوئی ولادیمیر ایلیچ کو گرفتار یا قتل کرنے کےلئے اندر زبردستی گھس نہ آئے — یہ تو انقلاب کی پہلی ھی رات تھی اور ہر بات کا امکان تھا! بطور احتیاط میں نے ایک کاغذ پر تمام کامریڈوں کے ٹیلی‌فون نمبر، اسمولنی، ضلع مزدور کمیٹیوں اور ٹریڈیونینوں کے نمبر لکھ لئے کہ کہیں بدحواسی میں بھول نہ جاؤں۔

ولادیمیر ایلیچ نے اپنے کمرے میں روشنی بجھا دی تھی۔ میں غور سے سننے لگا کہ آیا وہ سو رہے ہیں؟ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں اونگھنے لگا۔ بس میں سونے ہی والا تھا کہ ولادیمیر ایلیچ کے کمرے میں اچانک روشنی ہوئی۔ میں نے ان کو بہت ہی چپکے سے اٹھتے سنا۔ انھوں نے ذرا سے دروازہ کھولکر اس کا یقین کرنا چاہا کہ میں سورہا ہوں (درحقیفت، میں سو نہیں ہی رہا تھا)۔ اس کے بعد وہ پنجوں کے بل میز تک گئے کہ کہیں کوئی جاگ نہ جائے، بیٹھ گئے، دوات کھولی اور کچھ کاغذوں کو پھیلا کر کام میں ڈوب گئے۔

انھوں نے لکھا، کاٹا، پڑھا، یادداشتیں لکھیں، دوبارہ لکھا اور آخرکار غالباً پھر سب صاف صاف لکھ ڈالا۔ اب روشنی ہو چلی تھی۔ پیٹروگراد میں آخر خزاں کی صبح سرمئی ہو چلی تھی جب ولادیمیر ایلیچ نے روشنی گل کی اور بستر پر لیٹ کر سو گئے۔

صبح کو جب اٹھنے کا وقت آیا تو میں نے سب گھروالوں کو آگاہ کردیا کہ وہ ذرا خاموشی سے کام لیں کیونکہ ولادیمیر ایلیچ ساری رات کام کرتے رہے ہیں اور بلاشبہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ لیکن اچانک وہ ہمارے درمیان کھڑے تھے۔ اپنے کمرے سے پوری طرح کپڑے پہنے، تازہ، ہشاش بشاش نکلے تھے اور ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

''سوشلسٹ انقلاب کے اس پہلے دن کی تقریب میں مبارکباد!،، انھوں نے ہر ایک کو مبارکباد دی۔ ان کے چہرے پر تھکاوٹ کا نشان تک نہ تھا جیسے بہت اچھی طرح سوئے ہوں۔ دراصل وہ دو تین گھنٹے سے زیادہ نہیں سوئے تھے اور وہ بھی ۲۰ گھنٹے کے جاں‌فشاں دن کے بعد۔ جب ہم ناشتے کے لئے جمع ہوئے اور نادیژدا کونستانتینوونا کروپسکایا بھی آگئیں جو رات کو ہمارے ہی گھر میں رہی تھیں تو ولادیمیر ایلیچ نے کچھ صاف لکھے ہوئے صفحات اپنی جیب سے نکالے اور اپنا مشہور زمین کا فرمان ہم کو پڑھکر سنانے لگے۔

''اگر ہم اس کا اعلان کر سکیں، اس کو شائع کرکے نشر کر سکیں! پھر ذرا کوئی اس کو واپس لینے کی کوشش کرکے تو دیکھے، نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی حکومت اس فرمان سے کسانوں کو محروم کرکے زمین جاگیرداروں کو نہیں واپس کر سکتی۔ یہ ہمارے اکتوبر انقلاب کی سب سے اہم جیت ہے۔ آج ہی زرعی انقلاب مکمل اور مستحکم ہوگا۔''

کسی نے ان سے کہا کہ ابھی بہت سے دیہاتوں میں زمین کے سلسلے میں بدنظمی اور کشمکش رہے گی۔ انھوں نے فوراً کہا کہ یہ سب باتیں اہم نہیں ہیں اور ہر بات ٹھیک ہوگی اگر بنیادی باتوں کو سمجھ کر ذہن‌نشین کر لیا جائے۔ وہ تفصیل کے ساتھ یہ سمجھانے لگے کہ یہ فرمان خاص طور سے کسانوں کے لئے قابل‌قبول ہوگا کیونکہ انھوں نے اس کو ان مطالبات پر مبنی کیا ہے جو کسانوں نے اپنے نمائندوں سے کئے ہیں اور جن کی عکاسی سوویتوں کی کانگرس کے عام مطالبات سے ہوتی ہے۔

''لیکن یہ سب تو سوشلسٹ انقلابیوں کی بات ہے''، کسی نے اعتراض کیا۔ ''لوگ کہیں گے کہ ہم نے ان سے مستعار لیا ہے۔''

ولادیمیر ایلیچ نے مسکراکر کہا:

''کہنے دو۔ کسان صاف طور پر یہ سمجھ جائیں گے کہ ہم ہمیشہ ان کے جائز مطالبات کی حمایت کرتے ہیں۔ ہمیں کسانوں، ان کی زندگی اور ان کی خواہشوں کے بہت قریب پہنچنا ہے۔ اگر کچھ بیوقوف ہنسنا ہی چاہتے ہیں تو ہنسنے دو۔ ہم سوشلسٹ انقلابیوں کو کسانوں کا اجارےدار نہیں بننے دیں گے۔ ہم خاص سرکاری پارٹی ہیں اور کسانوں کا مسئلہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے بعد سب سے اہم ہے۔''

زمین کے فرمان کا اعلان اسی شام کو کانگرس میں ہونا تھا اور یہ طے ہوا کہ اس کو فوراً ٹائپ کرکے دوسرے دن اشاعت کے لئے اخبار کو دےدیا جائے۔ اسی وقت ولادیمیر ایلیچ کو یہ خیال

آیا کہ فرمان کو وسیع طور پر شائع کیا جائے اور تمام اخباروں کو حکومت کے سب اعلانات شایع کرنے کی ہدایت دی جائے۔

یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ایک علحدہ کتابچے میں اس فرمان کی کم از کم ۵۰ ہزار کاپیاں شایع کرکے پہلے فوجیوں میں تقسیم کی جائیں جو اپنے گاوؤں کو واپس جا رہے ہیں کیونکہ اس طرح وہ عوام کے درمیان زیادہ جلدی سے تقسیم ہو سکیں گے۔ یہ کام بھی چند دن کے اندر بہت ہی اچھی طرح پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا گیا۔

جلد ہی ہم لوگ اسمولنی کے لئے پیدل روانہ ہوئے لیکن بعد کو ایک ٹرام پر بیٹھ لئے۔ ولادیمیر ایلیچ سڑکوں پر مثالی باقاعدگی دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ وہ بےچینی سے شام کے منتظر تھے۔ جب دوسری کل روس کانگرس نے امن کا فرمان منظور کرلیا تو انہوں نے زمین کا فرمان ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے پڑھ کر سنایا جس کو پرجوش طریقے سے متفقہ منظور کیا گیا۔

اس فرمان کے منظور ہوتے ہی میں نے اس کی نقلیں پیٹروگراد کے تمام اخباری دفتروں کو مخصوص ہرکاروں کے ذریعہ اور دوسرے شہروں کو ڈاک وتار سے روانہ کیں۔ ہمارے اخباروں نے اس کو بہت جلد شایع کردیا اور صبح کو اسے لاکھوں کروڑوں لوگوں نے پڑھا اور محنت کشوں نے اس کا پرجوش خیرمقدم کیا۔ بورژوازی اپنے اخباروں میں اس پر بھن بھنائی اور غرائی لیکن اس وقت ان کی پرواہ کون کرتا تھا؟

ولادیمیر ایلیچ نے فخر کے ساتھ کہا:

''صرف یہی ایک ہماری تاریخ میں برسوں تک سنگ میل رہے گا۔،،

انتہائی دولت مند انقلابی تخلیقات کا دور بڑی کامیابی سے شروع

لینن، کروپسکایا اور ماریا اولیانووا
عام فوجی ٹریننگ لینےوالوں کی
ایک پریڈ میں لال چوک پر۔
(ماسکو، ۲۵ مئی ۱۹۱۹ء)







ہوا۔ ولادیمیر ایلیچ بہت دنوں تک یہ پوچھتے رہے کہ زمین کے فرمان کی کتنی کاپیاں، اخباروں کے علاوہ، فوجیوں اور کسانوں میں تقسیم ہوئی ہیں۔ اس فرمان کو کئی بار کتابچے کی شکل مس شایع کیا گیا اور اس کی کاپیاں بڑے پیمانے پر نہ صرف صوبوں اور خاص شہروں میں مفت تقسیم کی گئیں بلکہ روس کے کونے کونے تک پہنچائی گئیں۔

زمین کا فرمان واقعی عام طور پر معروف ہوگیا۔ غالباً کوئی دوسرا قانون یہاں اتنے وسیع پیمانے پر نہیں شایع کیا گیا جتنا زمین کا قانون جو ہمارے نئے سوشلسٹ قوانین کا ایک بنیادی قانون تھا اور جس کےلئے ولادیمیر ایلیچ نے اتنی طاقت اور قوت صرف کی تھی اور جس کو وہ بہت ہی اہم سمجھتے تھے۔

کریملن میں لینن کے مطالعہ کا کمرہ۔

کریملن میں لینن کے فلیٹ کا ایک کمرہ



سوویت ریاست کا نشان

ہمارے سوویت ملک کے نشان کا ڈیزائن بنانا بڑی اہم بات تھی کیونکہ اس نشان کو اپنے اندرونی معانی میں سرمایہ‌دار ملکوں کے نشانوں سے قطعی مختلف ہونا تھا۔

اس نشان کی آبی رنگ کی تصویر عوامی کمیساروں کی کونسل کے دفتر آئی۔ یہ موجودہ نشان کی طرح گول تھا اور نشانات بھی اسی طرح کے تھے لیکن اس کے بیچ میں ایک لمبی ننگی تلوار تھی جو سارے نشان پر حاوی تھا۔ اس کا دستہ اس فیتے پر ٹکا ہوا تھا جو نیچے اناج کی بالیوں کو آپسمیں باندھتا تھا اور تلوار کا تنگ سرا ان سورج کی کرنوں میں چلا گیا تھا جو عام سجاوٹ کے اوپری حصے کو بھر رہی تھیں۔

ولادیمیر ایلیچ اپنے مطالعہ کے کمرے میں یا۔ م۔ سویردلوف، ف۔ ائے۔ دزیرژینسکی اور کئی دوسرے رفیقوں سے باتیں کر رہے تھے جب یہ تصویر ان کے سامنے پیش کی گئی۔

''یہ کیا ہے، نشان؟.. ذرا دیکھیں تو!،، اور پھر وہ میز پر جھک کر اس کو غور سے دیکھنے لگے۔ ہم لوگ لینن کے ارد گرد جمع ہو کر نشان کو دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ اس کو ''گوزناک،، پرنٹنگ ورکس کے آرٹسٹ نے بنایا تھا۔

دیکھنے میں یہ نشان اچھا تھا۔ سرخ پس‌منظر اور گیہوں کی بالیوں کے حلقے میں طلوع ہوتے ہوئے سورج کی کرنیں اور ان میں ہتھوڑا اور درانتی صاف نظر آرہے تھے۔ پورے ڈیزائن پر نیچے سے اوپر جاتی ہوئی تیز تلوار حاوی تھی گویا سب کو انتباہ کر رہی ہو۔

''دلچسپ ہے!..،، ولادیمیر ایلیچ نے کہا۔ ''خیال اچھا ہے، لیکن یہ تلوار کس‌لئے ہے؟،، اور انھوں نے ہم سب کو دیکھا۔

''ہم جدوجہد کر رہے ہیں، لڑ رہے ہیں اور اس وقت تک لڑیں گے جب تک ہم پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کو مستحکم نہ کرلیں گے اور اپنے ملک سے سفید گارڈوں اور مداخلت کرنےوالوں کو نکال باہر نہ کریں گے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنگ، فوجی حلقے اور فوجی تشدد ہمیشہ ہم پر حاوی رہینگے۔ ہمیں فتوحات کی ضرورت نہیں ہے۔ فتوحات کی پالیسی ہمارے لئے بالکل قابل‌قبول نہیں ہے۔ ہم

حمله نہیں کر رہے ہیں بلکه اندرونی اور بیرونی دشمنوں کو پیچھے ڈھکیل رہے ہیں۔ ہماری جنگ دفاعی ہے اور تلوار ہمارا نشان نہیں ہے۔ ہمیں اپنی پرولتاری ریاست کی مدافعت کےلئے اس کو اس وقت تک مضبوط پکڑنا ہے جب تک ہمارے دشمن ہیں اور وہ ہم پر حمله کرتے ہیں ، جب‌تک وہ ہم کو دھمکاتے رہتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے که ہمیشه یہی طریقه رہےگا...

''سوشلزم تمام ملکوں میں فتح پائےگا — اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ قوموں کے درمیان برادرانه تعلقات کا ساری دنیا میں اعلان ہوگا اور اس پر عمل بھی۔ ہمیں تلوار کی ضرورت نہیں ہے، یه ہمارا نشان نہیں ہے...،، ولادیمیر ایلیچ نے دوہرایا۔

''ہمیں اپنی سوشلسٹ ریاست کے نشان سے تلوار کو ہٹا دینا چاہئے...،، ولادیمیر ایلیچ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ انھوں نے ایک باریک سیاہ پنسل اٹھا کر پروف‌ریڈر والے نشان سے تلوار کو کاٹ دیا اور دائیں حاشیے پر بھی ایسا ہی نشان بنا دیا۔

''باقی نشان اچھا ہے۔ اس ڈیزائن کو منظور کرلیں اور اس کو عوامی کمیساروں کی کونسل میں دوبارہ دیکھ کر اس پر بحث کر لیں۔ لیکن یه سب جلدی ہونا چاہئے،، اور انھوں نے ڈیزائن پر اپنے دستخط کر دئے۔

میں نے ڈیزائن آرٹسٹ کو واپس کردیا جو وہاں موجود تھا اور اس سے نشان دوبارہ بنانے کےلئے کہا۔

جب ڈیزائن دوسری بار ہمارے پاس آیا تو بلا تلوار کے تھا اور ہم نے اس کو سنگ‌تراش اندریئف کو دکھانے کا فیصله کیا۔ انھوں نے اس میں کچھ ٹکنیکی تبدیلیوں کی ضرورت سمجھی، نشان کو پھر سے بنایا، بالیوں کو گھنا کردیا، سورج کی چمکدار کرنوں کو زیادہ زوردار بنایا اور پورے نشان کو زیادہ نمایاں اور مظہر بنا دیا۔

روسی سوویت فیڈرل سوشلسٹ ریپبلک کے نشان کی تصدیق ۱۹۱۸ء کی ابتدا میں ہوئی۔

سرخ ستارے کی طرح، سوویت ریپبلک کا یه نشان سارے پرولتاریه کا، دنیا کے تمام محنت‌کشوں کا نشان بن گیا ہے۔

الیکساندر بیک

سوویت ناول‌نگار اور ریاستی انعام یافتہ الیکساندر بیک نے اپنے ناول ''بیریژکوف کی زندگی''، ''والوکولامسک شاہراہ'' کی چار مسلسل کہانیوں اور بہت سی مختصر کہانیوں اور مضامین کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔ بیک تاریخ کے معلوماتی واقعات میں فنکارانہ روح پھونک دیتے ہیں۔ انکی کہانی ''لینن کا خط'' پہلے پہل ۱۹۵۶ء کی بہترین کہانیوں کے انتخاب میں شائع ہوئی۔

لینن کا خط

۱۹۲۰ء کے آخر میں ورانگل کی تباھی کے فوراً بعد جنوبی محاذ کی ایک فوج کی انقلابی فوجی کونسل کے ایک ممبر کلیاوین اور فوجوں کے دوسرے پارٹی ناظموں کو مرکزی کمیٹی نے صنعت کی بحالی کی طرف منتقل کر دیا۔ سارے وسیع ملک میں جو چارسالہ سامراجی جنگ اور تین سال کی خانہ جنگی کا شکار تھا، صرف شہر استاروپیٹروفسک میں ایک انجن بھٹی نمبر ٦ کام کر رھی تھی۔ استاروپیٹروفسک کے کارخانے کا جسمیں کئی کانیں اور کارخانے متحد تھے، کلیاوین کو ڈائرکٹر مقرر کیا گیا۔

عملے اور سیاسی شعبے کو لے جانےوالی ٹرین جاڑے کی ایک رات میں اپنی منزلِمقصود پر پہنچی۔ ایک چھوٹا سا انجن ٹرین کو کارخانے کی لائن تک لے گیا۔ اپنے ڈبے سے کلیاوین نے اندھیرے میں جھانک کر دیکھا جسمیں واحد انجن بھٹی کی چمک مشکل سے ھی دکھائی دیتی تھی۔ ان کو بھٹیوں کے اوپر کے سیاہ فولادی چھجے ھی دکھائی دئے۔ خاموش چولھوں کے حاکے توپ کے زبردست مخروطی گولوں کی طرح معلوم ھوتے تھے جن کو پیندے کے بل کھڑا کردیا گیاھو۔ بھوری کنکریٹ کی دیواروں میں ٹوٹے ھوئے شیشوں کی کھڑکیاں نظر آ رھی تھیں جو بالکل سیاہ تھیں۔

کلیاوین نے کبھی کارخانے میں کام نہیں کیا تھا۔ وہ انقلاب سے پہلے ریاضی کےاستاد تھے۔ اب ان کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ ان منجمد دیوپیکروں میں جان ڈالیں۔

اپنا کام شروع کرتے ھوئے کلیاوین نے پرانے، آزمودہ فوجی دباؤ اور دھمکیآمیز احکام لکھنے وغیرہ کے طریقے استعمال کئے۔ لیکن انکا کوئی نتیجہ نہیں ھوا۔ تب انھوں نے روزانہ سوبوتنیک* شروع

---

* سوبوتنیک — سوشلسٹ ریاست کی بھلائی کےلئے فاضل وقت میں رضا کارانہ کام کی ایک شکل۔ پہلا سوبوتنیک ۱۰ مئی ۱۹۱۹ء کو ماسکو میں ھوا جو سنیچر کا دن تھا، جسکو روسی زبان میں سوبوتا کہتے ھیں۔ اسی سے سوبوتنیک بن گیا۔

کیا اور خود مزدور دستوں کی رہنمائی کرنے لگے۔ فوج کے سیاسی ناظموں اور کارخانے کے کمیونسٹوں نے دشمن کے پیر اکھاڑنے کے لئے مزدوروں کو کافی پرجوش بنادیا تھا۔ کلیاوین نے اس جذبے کو سپاھی کی طرح محسوس کیا۔ ایسا معلوم ھوتا تھا جیسے کارخانے کے مرتے ھوئے دیو کو حرکت ھوئی۔ لیکن کچھ ھفتے گذر گئے اور پیداوار گرتی ھی گئی کیونکہ معجزہ کرنے سے قبل ھی حملے کا زور ختم ھوچکا تھا۔ دن بدن صفیں مختصر ھوتی گئیں لیکن کلیاوین نے ھمت نہ ھاری اور شکست کو تسلیم کرتے ھوئے، پہلے کی طرح اپنے مٹھی بھر سرخ فوج کے سپاھیوں اور مزدوروں کی سربراھی اگلے سوبوتنکوں میں کرتے رھے۔

انھوں نے مسئلے کے حل کی تلاش میں اپنی نیند حرام کرلی۔ وہ پارٹی کی دسویں کانگرس کےلئے مندوب منتخب ھوئے تھے لیکن انھوں نے ماسکو آنے سے انکار کردیا کیونکہ فریضہ کی تکمیل کئے بغیر ماسکو میں وہ اپنی صورت نہیں دکھانا چاھتے تھے۔

آخرکار ایک حل تلاش کرلیا گیا۔

اور پھر مئی ۱۹۲۱ء کی ایک شام کو لینن کے ملاقاتی کمرے میں کلیاوین بیٹھے تھے۔

وہ تنہا رہ گئے کیونکہ سکریٹری ان کے بارے میں بتانے چلی گئی۔ انکا نوجوان چہرہ زرد تھا اور ان کی خوشگوار مسکراھٹ ھلکی سی آواز سے بھی مدھم پڑجاتی تھی۔ غیرمعروف استاروپیٹروفسک کے چھوٹے سے علاقے میں کلیاوین نے سوشلزم کے نظرئیے کی سچائی کو عملی طور پر ثابت کر دکھایا تھا۔ ان کے بیگ میں خاکے اور رپورٹیں محفوظ تھیں۔ابھی وہ ان کو نکال کر لینن کے سامنے پیش کر دیں گے...

مطالعہ کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک خاتون سکریٹری کاغذات کا بڑا سا پلندہ لیکر نکلیں۔ کلیاوین پرتوقع انداز میں اچھل کر کھڑے ھو گئے اور پورے جسم سے اس کی طرف جھک گئے۔ سکریٹری نے کہا:

”اندر جائیے، کامریڈ... لیکن ولادیمیر ایلیچ کا زیادہ وقت نہ لیجئیے گا۔“

لینن اپنی چھوٹی سی میز کے پاس ان سے ملنے کےلئے مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''اوہ، دبلے ہو گئے، دبلے!.. کامریڈ کلیاوین، سلام!،،

کلیاوین کا گلا اور ہونٹ خشک ہوگئے۔ لینن نے ان کو کیسے یاد رکھا؟ دوسال ہوئے ۱۹۱۹ء میں انھوں نے عوامی کمیساروں کی کونسل کی نشستوں میں کئی بار حصه لیا تھا اور ایک بار لینن سے بات‌چیت کی تھی اور لینن کو وہ اب بھی یاد ھیں؟! کیا یہ ذرا لکنت کرتے ہوئے الفاظ انھیں کو مخاطب کر کے کہے گئے تھے؟ وہ کمرے میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کو مسکراتے ہوئے چہرے، پرشفقت مچی ہوئی آنکھوں اور کافی ابھری ہوئی بڑی روشن پیشانی کے سوا اور کچھ نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ گلے کو کچھ نگلنے کے انداز میں حرکت دیتے ہوئے وہ مشکل سے یہ کہہ سکے:

''سلام، ولادیمیر ایلیچ!،،

''بیٹھئے اور دونباس کےبارے میں بتائیے...،،

کلیاوین نے جو کچھ باتیں کرنے کی تیاری کی تھی وہ سب منتشر ہو گئیں۔ وہ اپنا بیگ دونوں ھاتھوں سے پکڑے تھے: سب کچھ اس کے اندر تھا۔ بس وہ اسمیں سے ابھی، ابھی نکالیں گے...

لیکن اس کا تالا کھلنے کا نام ھی نہیں لے رھاتھا۔ طویل خاموشی اور انکا اپنا بھداپن جانسوز تھے۔ انھوں نے بیگ کھولنے کےلئے پوری طاقت لگا دی اور اچانک (توبہ، کیسے شرم کی بات تھی ان کے لئے) بیگ دھڑ سے کھلا اور اس میں سے ایک صابون اور جھانواں جو عام طور پر ھر حمام میں ھوتے ھیں اچھل کر لینن کی میز کے کاغذات پر جا پڑے!

لینن خوب زور سے ھنسے۔ کلیاوین کا چہرہ کانوں تک سرخ ہو گیا اور وہ اپنے ٹوٹے ہوئے بیگ کو تک رہے تھے۔ ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ لینن سے آنکھیں چار کر سکیں۔ یہ میری بیوی

گالیا کی حرکت ہے! وہ ان سے حمام جانے کے بارے میں باتیں بنا رہی تھی اور اسی نے یہ جھانواں ان کے بیگ میں ٹھونس دیا ہوگا!

''اپنی آمد کی خوشی میں حمام جاؤ گے؟''

''ہاں۔''

''بھاپ کے غسل کے لئے؟ کیا ہمارے ماسکو کے حماموں میں بھاپ کے غسل خانے کام کر رہے ہیں؟''

''کام کر رہے ہیں۔''

''کہیں گڑھ تو نہیں رہے ہو؟''

اپنی ہلکی بید کی کرسی کو ہٹا کر لینن کتابوں کی شیشہ والی الماری کے سامنے ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ ان کے کوٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

''بہت خوب! تو بالشویکوں کے زمانے میں بھاپ کا غسل ممکن ہے، ہاں؟''

انھوں نے زور سے اپنے ہاتھ ملے، اپنی پیٹھ ہلائی اور اس طرح آہ بھری جیسے انھوں نے اپنے اوپر گرم پانی ڈالا ہو۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور وہ پھر ہنسے۔ ان کے موٹے ہونٹ جنکو ان کی سرخی مائل مونچھیں پوری طرح نہیں ڈھک پاتی تھیں مسکراہٹ سے کھل گئے۔

اس ہنسی میں کوئی افسرانہ نپی‌تلی خوشی نہیں تھی۔ یہ سادہ اور پرخلوص خوشی تھی۔ لینن پر جو احساس طاری ہوا تھا، وہ اس قدر انسانیت سے بھرا تھا کہ کلیاوین اپنے جھانوے کے بارے میں بالکل بھول گئے۔ ان کی پریشانی جاتی رہی اور وہ اب لینن کے سامنے اطمینان سے بیٹھے تھے۔

لینن کے چہرے پر تبدیلی پیدا ہوئی۔

''ہم بھی خوب ہیں! اخباروں میں ہر چیز کے بارے میں لکھتے ہیں، خدا بھلا کرے ہر طرح کے واہیات مقالے لیکن کوئی بھی ایسا سمجھدار نہیں ہے کہ حمام کے بارے میں لکھے۔''

انھوں نے ناراضگی سے اپنے ہاتھ جیبوں میں گھسیڑ لئے اور تیوری پر بل آ گئے۔

''اور غالباً مجھے ماسکو کے کسی حمام میں بھاپ کے غسل کےلئے جانے کا موقع نہیں ملیگا۔ میرے پاس ایسا ناخوشگوار کام ھے...،،

لینن نے آہ بھرکر اور ھاتھ ھلاکر کاغذات کی ایک بڑی فائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس پر ''عوامی کمیساروں کی کونسل کا صدر،، لکھا تھا۔ کلیاوین نے لینن کی آنکھوں میں مزاح کی چنگاری دیکھی۔

یہ سمجھتے ہوئے کہ وقت ضایع نہ کرنا چاھئے کیونکہ لینن کے کام کا ھرمنٹ بیش‌قیمت تھا کلیاوین نے باتیں کرنا شروع کیں۔

ولادیمیر ایلیچ کی میز پر چار چربی کی شمعیں رکھی تھیں۔ ان کی سیاہ، جلی ہوئی بتیاں اس بات کی گواہ تھیں کہ ملک کی عام معاشی تباھی کا اثر یہاں تک بھی ہوا ھے، کہ یہاں بھی وقت بےوقت روشنیاں بجھ جاتی ھیں جب ماسکو کے بجلی گھر کی دخانی چرخیاں اپنا چکر بند کر دیتی ھیں۔ لینن بیٹھ گئے، پھر ذرا اٹھے اور شمعیں الگ ھٹا دیں کیونکہ وہ کلیاوین کے چہرے کو آڑ میں لے رھی تھیں۔ چپکے سے انھوں نے جھانویں کو فائلوں اور کتابوں کے درمیان نظر سے دور ھٹادیا۔ یہ کرکے وہ آگے کی طرف جھک گئے۔ ان کا سینہ میز سے ٹکا ہوا تھا تاکہ وہ باتیں کرنےوالے سے اور قریب ھو سکیں۔ ان کی بائیں آنکھ اورزیادہ تنگ ھو گئی اور تیوری پر اور بھی بل آگیا۔ ان کے چہرے مہرے سے پتہ چل رھاتھا کہ وہ بہت غور سے سن رھے ھیں اور ان کے ھونٹوں پر ایک بہت ھی ھلکی مسکراھٹ کھیل رھی تھی۔ کبھی کبھی تو ان کی آنکھیں کلیاوین پر اس طرح جم جاتیں جیسے وہ ان کے اندر اترجائیں گی۔

اب اپنے اور لینن کے درمیان کوئی جھجک اور رکاوٹ نہ محسوس کرتے ہوئے کلیاوین جوش اور تیزی کے ساتھ اپنی ناکام کوششوں، اپنے خیالات اور شبہات کے بارے میں بتانے لگے۔

''یہ بات بدیہی معلوم ھوتی تھی، ولادیمیر ایلیچ، کہ ھمیں کوئی نہ کوئی نئی بات سوچنا چاھئے جو سرمایہ‌دارانہ طریقۂانتظام سے قطعی مشابہت نہ رکھتی ھو۔ پھر اچانک یہ خیال آیا کہ ایسا

کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بھلا، کام کے مطابق اجرت کو کیوں نہ لیا جائے، یعنی سب سے سادہ اور ابتدائی نظام، جس کے بارے میں مارکس نے بھی لکھا ہے اور اس کو اپنی ضرورت کے لئے استعمال کیا جائے ؟''

''اچھا، اتنا سیدھا سادہ؟ اچھا. . .''

''مساوی سسٹم کے مطابق کارخانہ ۱۸ ہزار آدمیوں کو روٹی دیتا ہے۔ میں نے سوچا: کیا روٹی کو دوسری طرح نہیں تقسیم کیا جاسکتا؟ کیا ہم اس کے بجائے کہ کوئی پرولتاری طبقے کا ہے اس کے کام اور پیداوار کے مطابق روٹی بطور اجرت نہیں دے سکتے؟ ٹریڈیونین والوں کا خیال تھا کہ یہ تو کفر ہے اور مجھے اس کے لئے لڑنا پڑا۔ پھر بھی مارچ سے میں نے کام کے مطابق روٹی دینے کا نیا طریقہ رائج کیا ہے اور یہ ہے اس کا نتیجہ، ولادیمیر ایلیچ ۔''

کلیاوین نے اپنے بیگ سے ایک خاکہ نکال کر میز پر پھیلا دیا۔ سرخ لائن جو ابتدا میں کہیں نیچے رینگ رہی تھی تیزی سے اوپر اٹھنے لگی اور اس افقی سیاہ لائن کو کاٹ کر پار ہوگئی جو ۱۹۱۳ء میں کان کن کی کارگذاری دکھاتی تھی اور پھر اس کے اوپر ایک لمبی زبان کی طرح چلی گئی۔

لینن کی نگاھیں تیزی سے لائنوں کے ساتھ چل رہی تھیں لیکن اعدادوشمار اور حاشئے کے نوٹوں پر رک جاتی تھیں۔

''لیکن آپ ان کو اجرت کیسے دیتے ھیں؟ کتنی کار گذاری کے لئے، مان لیجئے، آپ ان کو تین پونڈ اناج دینگے؟ کیا آپ نے اجرت کی شرح مقرر کی ہے؟''

'' ہم نے شرح مقرر کرنے کےلئے گیارہ کانفرنسیں کیں ۔ پرانے مزدوروں کے ساتھ میں نے کئی دن تک...''

''اچھا، اچھا...''

لینن کو اور زیادہ دلچسپی پیدا ہوگئی اور وہ پوچھنے لگے کہ اجرت کی شرح مقرر کرنے کے لئے کانفرنسیں کیسے منظم کی گئیں، ان میں کیا بحثیں، واقعات اور تجاویز ہوئیں ۔ کلیاوین کو یہ دیکھ کر

بڑی خوشی ہوئی کہ ان کی معلومات نتیجہ‌خیز ثابت ہو رہی ہیں، استاروپیٹروفسک کے کارخانے کی ساری تفصیلات سے ولادیمیر ایلیچ کو دلچسپی ہے۔ وہ بڑے جوش سے باتیں کرنے لگے، حتی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی خود کی سرگرمیوں، اپنے رول، اپنی کی ہوئی باتوں اور ان باتوں کا ذکر کرنے لگے جن میں ان کو دشواری پیش آئی تھی۔ لینن نرمی اور استقلال کے ساتھ ان کو دوسرے راستے پر ڈالتے اور یہ کوشش کرتے تھے کہ کارخانے کے لوگوں کی زندگی کے مثالی واقعات معلوم کریں۔

''کیا یہ سسٹم آسان ہے؟ کیا اس کو ہر مزدور سمجھتا ہے؟ آپ نے اس کو پیچیدہ بنا کر لوگوں کو الجھاوے میں تو نہیں ڈالا ہے؟ کیا اس کے خلاف کوئی شکایتیں ہیں؟ ،،

کلیاوین نے پیداوار کی کارگذاری کا رجسٹر، مزدوروں کی اجرت کے کارڈ اور اناج کے کوپن نکالے اور اپنی جگہ سے اٹھکر لینن کو دکھائے۔ ان سب کا جائزہ لیتے ہوئے لینن نے مزید سوالات کئے۔ جنگی کمیونزم کے تین سال بعد مئی ۱۹۲۱ء میں سوویتوں کی ریپلک کے لئے کام کے مطابق اجرت اور روٹی کا نظام ایک دریافت تھی۔

کاغذات کا جائزہ لینے کے بعد لینن نے پیچھے کی طرف ٹیک لگائی اور زور سے کہا:

''ارے، ہمیں اس کے بارے میں تو ٹریڈیونین کانفرنس میں غور کرنا چاہئے تھا! بہت سے لوگ جمع ہوئے، چھہ دن تک خوب بات‌چیت کی لیکن کوئی ایسا نہ تھا جو سیکڑوں مثالوں میں ایسی اچھی مثال چن لیتا جس کا مطالعہ کرکے اس کی پیروی کی جا سکتی! لیکن استاروپیٹروفسک کے لوگ!.. واہ، شاباش! ،،

انھوں نے اپنی میز پر انگلیاں چٹخاتے ہوئے دیکھا۔ وہ کچھ ڈھونڈ رہے تھے۔ انھوں نے خاکہ اٹھایا۔ اس کے نیچے سے وہ چھوٹی فائل اٹھائی جس پر ''عوامی کمیساروں کی کونسل کا صدر،، لکھا تھا، اپنا قلم لیا اور بڑی تیزی سے بڑے بڑے حرفوں میں بلا کچھ کاٹے پیٹے لکھنا شروع کر دیا۔

کلیاوین سے صبر نہ ہوسکا اور اس نے سرخی دیکھی اور پڑھا۔ لینن یہ سطریں استارو پیٹروفسک کارخانے کے مزدوروں کو مخاطب کر کے لکھ رہے تھے۔

اس کاغذ پر دستخط کر کے اور جاذب لگا کر انھوں نے اس کو فائل سے پھاڑ لیا اور کلیاوین کو دے دیا۔

''یہ ان کو دےدیجئے گا...،، انھوں نے کہا اور فوراً ایک اور سوال کردیا: ''دونباس میں شٹیروفسکی بجلی گھر کا کیا حال ہے؟،،

انھوں نے دونباس کے بارے میں دیر تک سوالات کئے اور پھر کہا:

''کامریڈ کلیاوین، آپ زیادہ دن تک ماسکو میں نہ ٹھہرئے — جتنی جلد ممکن ہو اپنے کارخانے کو واپس جایئے۔ بہت کٹھن دن آرہے ہیں — غذا کی حالت خراب ہے...،،

اٹھتے ہوئے لینن نے کلیاوین کی صحت کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ ضرورت ہو تو انکی سکریٹری ماسکو میں ان کے کام کو جلدی ختم کرانے میں مدد دیگی۔

کلیاوین کی سمجھ میں آگیا کہ اب جانے کا وقت آگیا چنانچہ وہ لینن سے رخصت ہوئے۔

لینن نے قہقہے لگاتے ہوئے فائلوں اور کتابوں کے پیچھے سے صابون اور جھانواں لا کر ان کو دیا۔

۳

کلیاوین چند دن بعد استاروپیٹروفسک واپس گئے۔ جس دن وہ پہنچے اسی دن لینن کا خط مزدوروں کے جلسوں میں پڑھا گیا۔ کلیاوین چاہتے تھے کہ وہ اپنے دورے اور لینن سے ملاقات کے بارے میں ایک بڑی مندوبین کی کانفرنس میں رپورٹ پیش کریں لیکن ایسا نہ کر سکے۔

غذا اور اناج کا مسئلہ ایساھی شدید اور کٹھن ہو گیا جیسا کہ پچھلے برسوں کی بہار میں تھا۔ گیہوں کی آخری کھیپ

استاروپیٹروفسک تک پوری نہیں پہنچی۔ ان کے کچھ ویگن راستے میں کاٹ کر دوسری طرف روانہ کر دئے گئے۔ ایک رات کلیاوین اپنے اردلی کے ساتھ راتوں رات گھوڑے پر چالیس کلومیٹر کا راستہ طے کرکے صوبے کے مرکز باحموت تک پہنچے۔

اس سال دونباس کی راتیں روشنیوں سے محروم ہوتی تھیں۔ شہر گورلوفکا جو نصف راستے پر واقع تھا، دور سے روشنیوں کے ذریعہ دکھائی نہیں دیتا تھا بلکہ اس کا اندازہ بلند پہاڑوں پر دوڑتے ہوئے گندھک کے نیلے شعلوں سے لگایا جا سکتا تھا جو دسیوں سال میں یہاں جمع ہو گئی تھی۔

کلیاوین سورج نکلتے نکلتے باحموت پہنچے۔

بہت سویرا ہونے کے باوجود لڑکیوں کا سابق اسکول جسمیں اب فوجی سپلائی ڈپو تھا، گاڑیوں اور زین کسے ہوئے گھوڑوں سے کسی دیہاتی میلے کی طرح ٹھساٹھس گھرا ہوا تھا۔ پھاٹک پر ایک سنتری کھڑا تھا۔ جب کبھی دروازہ کھل جاتا تو اندر سے گھبرائی ہوئی اونچی آوازیں سنائی پڑتیں۔ لوگ گاڑیوں میں اور زمین پر بےخبر سو رہے تھے۔ وہ کئی کئی دنوں سے وہاں انتظار کر رہے تھے۔

کلیاوین سنتری کو اپنا پاس دکھاکر عمارت میں داخل ہوئے۔ نائب منتظم جو عام طور پر فوری مسائل سے متعلق تھا، غیرحاضر تھا۔ فیکٹری ڈائرکٹروں، سپلائی ایجنٹوں، فیکٹری اور کان کنوں کی کمیٹیوں کے صدروں کی قطاروں سے رہ‌گذر اور ملاقاتی کمرہ بھرے ہوئے تھے۔ ڈپو کا افسر اعلی پیپی‌فانوف ٹیلی‌گراف مشین کے کمرے میں تھا جہاں سنتری کسی کو جانے نہیں دیتا تھا۔

کلیاوین نے اپنے کاغذات دکھاتے ہوئے اندر جانے کی کوشش کی لیکن سنتری نے خاموشی سے ان کو ہٹا دیا۔

''خدا تم سے سمجھے، میرے پاس لینن کا خط ہے!،، کلیاوین نے پریشان ہو کر زور سے کہا۔

انھوں نے اپنے تھیلے سے خط کھینچا اور اس کو کھول دیا۔ سنتری نے عوامی کمیساروں کی کونسل کے صدر کا فارم اور لینن کے

دستخط دیکھے اور ایک سکنڈ جھجکا۔ اتنے میں کایاوین جھٹ سے دروازہ کھول کر تیزی سے مشینوں کی طرف بڑھے۔

تار کی مشینیں بڑے خشک انداز سے کھٹ کھٹ کر رہی تھیں اور آهسته آهسته فیته باهر نکال رہی تھیں۔ پیپیفانوف نے بے خوابی سے سرخ، پھٹی پھٹی آنکھیں اٹھائیں اور تیوری چڑھا کر چلایا:

''نکل جاؤ، کوئی بات نہیں سن سکتا! ان سب کے بارے میں نائب سے، نائب سے کہو!''

بلند قد اور چوڑے شانوں والا افسر اعلی کایاوین کی طرف بڑھا۔ اس کے جوتوں میں تار کے فیتے پھنس کر اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ سورج کی روشنی کھڑکی سے آرهی تھی لیکن مشینوں کے اوپر ایک برقی لیمپ روشن تھا کیونکه یہاں کسی کو رات اور دن کا هوش هی نہیں تھا۔

کایاوین نے ملتجی انداز میں وہ هاتھ بڑھا دیا جسمیں لینن کا خط تھا۔ پیپیفانوف نے اس کو لیا، پڑھا اور اس کے چہرے پر نرمی آگئی۔ اس نے کہا:

''کامریڈ کایاوین، حالت خراب هے اور اس سے بھی خراب هوگی۔ میں کیا کر سکتا هوں؟''

کایاوین نے افسر اعلی کو سمجھانا شروع کیا که لینن نے جس اهم بات کا آغاز کیا هے اس کو روکنا ٹھیک نہیں هے که استاروپیٹروفسک کے ساتھ خصوصی برتاؤ کرنا هوگا، که اناج کا هر بورا جو وهاں جائیگا، مساوی اجرتی سسٹم کے حساب سے نہیں بلکه کوئلے اور دهات کی حاصل‌شده مقدار کے حساب سے تقسیم کیا جائےگا۔ پیپیفانوف غور سے سنتا رها حالانکه بیچ بیچ اس کو مشینوں کے پاس جانا پڑا۔ اپنی بھاری سرکش ٹھڈی کو چلاتے هوئے اس نے کئی اسٹیشنوں سے رابطه قائم کیا، دونباس آنےوالی هر ٹرین کا غذا کی هر ویگن کا جائزه لیا، اناج لادنے والے کئی اسٹیشنوں سے بات‌چیت کی، سخت احکامات لکھوائے اور کایاوین سے کہا:

''اناج کے بارے میں کچھ وعده نہیں کرتا۔ میرے یہاں

دھاتسازوں کا کوٹہ کاٹ کر ایک چوتھائی کر دیا گیا ھے۔ ان میں اناج کی تقسیم کا منصوبہ تمھارے افسران نے خارکوف میں بنایا ھے۔ غالباً ھم اس کو بھی نہ پورا کر سکیں گے۔ اپنی ذمےداری سے میں کئی ویگن کھلی کا اضافہ کر سکتا ھوں اور شاید... ،، پیپی‌فانوف ذرا مسکرایا ’’ اچھا، لینن کے لئے میں تم کو ایک ویگن مکئی بھی دے دونگا۔ ،،

کلیاوین دیرتک کھینچ تان کرتا رھا، کبھی ایک ویگن کےلئے کبھی آدھے ویگن کے لئے۔

پیپی‌فانوف نے ویگنوں کے نمبر لکھے، اپنے سکریٹری کو بلایا، ضروری حکم لکھنے کو کہا اور پھر کلیاوین کو مشورہ دیا کہ وہ یوکرین کے غذا کے عوامی کمیسار ولادیمیروف سے بات‌چیت کریں۔

’’ممکن ھے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ تم کو دے دیں ... ،،

’’وہ کہاں ھیں اسوقت؟ ،،

’’ولنووا حا اسٹیشن پر۔ لیکن یہ پتہ نہیں کہ کل وہ کہاں ھوں گے۔ ،،

باحموت سے کلیاوین خارکوف میں بھاری صنعت کے مرکزی بورڈ کے دفتر پہنچے۔ یہاں انھوں‌نے اس بات پر زور دیا کہ فیکٹریوں میں فی کس کے تناسب سے اناج کے تقسیم کا جو منصوبہ بنایا گیا ھے، اس کو بدل دیا جائے لیکن کچھ نتیجہ نہ ھوا اور وہ غصے میں صدر کو ’’محتاج‌خانوں کا داروغہ،، کہہ کر وھاں سے چلے آئے۔ بہر حال خارکوف میں اپنے کارخانے کا ایک ریلوے انجن ان کےلئے بھیجا گیا جس پر وہ غذا کے عوامی کمیسار کی تلاش میں روانہ ھو گئے جو ایک اسپشل ٹرین میں یوکرین کی ریلوے کا دورہ کر رھے تھے۔ اس دورے میں انھوں نے کچھ نہ کچھ حاصل کیا، کسی نے کچھ وعدہ کیا لیکن یہ سب استاروپیٹروفسک کارخانے کے ھزاروں مزدوروں کے لئے بہت ھی ناکافی تھا۔

اپنے کارخانے واپس ھوکر کلیاوین نے پارٹی بیورو سے مشورہ کیا اور شام کو فیکٹری کمیٹی کے جلسے میں غذا کی حالت پر اپنی

رپورٹ پیش کی۔ ورکشاپوں کے صدروں نے جن میں زیادہ‌تر بزرگ غیرپارٹی مزدور تھے، ان کی مدھم تقریر کو چین‌بجبیں ہوکر سنا۔ وہ غذا کی سنگین حالت کے بارے میں بتا رہے تھے، وہ دشواریاں بیان کر رہے تھے جو ان کو پیش آئیں اور ان غذا کی ویگنوں کی تعداد بتا رہے تھے جو وہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ انھوں نے سر جھکا کر باآواز بلند سوچتے ہوئے حساب لگایا۔ بڑی بات یہ تھی کہ کارخانے کو کوئلہ سپلائی کیا جائے اور ۸۰۰ ٹن روزانہ کوئلہ نکال کر اوپر لایا جائے۔ یہ پیداوار کی جدوجہد کےلئے فیصلہ کن بات تھی۔ تہہ‌زمین کام کرنےوالے مزدوروں کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ غیر معین کام کے مطابق اجرت اور روٹی کی بنیاد پر فی شفٹ دو تین پونڈ روٹی کمانے کا امکان رکھیں۔ تو پھر دوسرے پیشے والوں کے لئے کتنا باقی رہ جائے گا؟ انھوں نے حساب لگایا اور تقسیم کیا تو روزانہ فی‌کس ایک چوتھائی پونڈ پڑا۔ اس پر نئی فصل تک بسر کرنا تھا۔

تقریر ختم کر کے کلیاوین بیٹھ گئے اور سوچنے لگے۔ اچانک انھوں نے غور کیا کہ کمرے میں کتنی خاموشی تھی۔ انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا — مزدور خاموش تھے۔ ان کے سب سے زیادہ قریب بھٹی چلانےوالے موچھیل قوی‌ہیکل رودیون نیکیتین بیٹھے تھے۔ کلیاوین نے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے! نیکیتین کا خاندان بڑا تھا — یہ کلیاوین کو معلوم تھا۔ نیکیتین نے اپنے آنسو ہتیلیوں سے پونچھ ڈالے — ایک آنسو بھی لنڈھک کر ان گالوں پر نہیں آیا جو بھٹی کی مستقل آنچ سے سیاہ پڑگئے تھے۔

کلیاوین نے دوسرے چہروں کا جائزہ لیا — سب بےحس‌وحرکت تھے۔ سب پہلے کی طرح خاموش تھے۔

انقلاب کے برسوں میں کلیاوین نے بڑی مصیبتیں جھیلی تھیں۔ انھوں نے شہر کازان میں انقلاب‌دشمنوں کی بغاوت اور وارسا سے پسپائی دیکھی تھی۔ انھوں نے اپنے دوستوں اور رفیقوں کو مرتے دیکھا تھا... لیکن یہ خاموشی کے لمحات، یہ بےبہائے آنسو، یہ سادہ سکوت انتہائی

جان گسل تھے۔ اگر لوگ احتجاج کرتے، گالیاں دیتے، شوروغل مچاتے تو وہ ہلکا محسوس کرتے۔

ایک مختصر سی بحث کے بعد کارخانے کی کمیٹی نے جو کچھ بھی غذا تھی، اس کی تقسیم کا منصوبہ منظور کر دیا۔

۳

لیکن دن اور کٹھن ہوتے گئے اور جولائی ۱۹۲۱ء کا مہینہ دونباس کے لئے سب سے دشوار تھا۔ اس کی کانوں سے مئی میں تین لاکھ ۸۴ ہزار ٹن، جون میں دو لاکھ ۸۸ ہزار ٹن اور جولائی میں ایک لاکھ ۴۴ ہزار ٹن کوئلہ نکالا گیا۔ یہ تو کانوں سے پانی پمپ کرکے نکالنے کے لئے بھی کافی نہ تھا۔

سب سے بڑی کانوں میں پانی بھر گیا تھا اور پورا علاقہ ویران ہوگیا تھا۔ اسٹیشنوں پر ایندھن کے محفوظ ذخیرے جو پہلے بہت دنوں کے لئے تیار کئے جاتے تھے، اب دنوں کےلئے نہیں بلکہ گھنٹوں کےلئے شمار کئے جا رہے تھے۔ تساریتسین سے کھمبوں کی سپلائی بند ہوگئی تھی اور قفقاز کی ریلوے کی آمدورفت تقریباً رک گئی تھی۔ اکثرکوبان سے اناج کی گاڑیاں لانےوالے انجنوں کے لئے کوئلہ کم پڑ جاتا تھا۔

ماکیئیفکا اور یوزوفکا کی انجن بھٹیاں جو سوویت رپبلک کے اس پہلے پرامن سال میں چالو کی گئی تھیں، بجھ چکی تھیں۔ پورے دونباس میں صرف استاروپیٹروفسک کی واحد بھٹی تھی جو چل رہی تھی۔

گرم اور خشک موسم گرما نے مصیبت میں اور اضافہ کر دیا۔ گرم ہوائیں، گرد کے جھلسنےوالے سیاہ بادل اٹھاتی ہوتی استیپی میں متواتر چلنے لگیں۔ ناتواں اور بےطاقت گھوڑے کانوں میں گر جاتے تھے۔ چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ دھوپ نے گھاس کے میدانوں کو جلا ڈالا تھا اور گاوؤں میں لوگ چھپروں سے پھونس نکال نکال کر کھلا رہے تھے۔شام کے دھندلکے میں سوکھے اور اندھے گھوڑوں کو گھسیٹ کر

باھر لایا جاتا اور وہ خاردار سوکھی گھاس کھاتے۔ صبح کو انھیں پھر کانوں میں اتار دیا جاتا۔ پرانے زمانے کے دونباس کی چھوٹی لفٹوں میں کوئی گھوڑا مشکل سے ٹھونسا جاسکتا تھا۔ اس کے پیر باندھ دئے جاتے تھے اور کانپتے ہوئے خوف‌زدہ گھوڑے کو زبردستی کسی کوئلے کی ٹرک میں ڈالکر لفٹ میں ٹھونس دیا جاتا تھا۔

کیاوین نے یہ تین مہینے زیادہ تر استاروپیٹروفسک اور باحموت کے درمیان سفر میں گذارے۔ جھاڑیوں اور گھنیرے درختوں‌والی گھائیوں میں چھپے ہوئے رہزنوں کی تعداد ان گرمیوں میں اور بڑھ گئی تھی۔ کیاوین اپنے ریوالور کے بغیر کبھی نہیں چلتے تھے اور دوبار رات کے سفر کے دوران کیاوین اور رہزنوں کے درمیان گولی چل چکی تھی۔ وہ اناج، مسور یا کھلی کی کوئی فاضل ویگن یا کچھ سو پوڈ خراب نمکین مچھلی یا تین چار پیپے چربی حاصل کرنے کے لئے اپنی ساری قابلیت اور قوت لگا دیتے تھے۔

پھر بھی ایسے دن آئے جب مزدوروں کو روٹی جیسی چیز کا ایک چوتھائی پونڈ تک نہیں نصیب ہوا۔

اس طرح کا ایک دن تھا جب اچانک انجن بھٹی کے شعبے کی پارٹی تنظیم سے ان کو ٹیلی‌فون پر بلایا گیا۔

”کیا بات ہے؟“

”آ کر خود دیکھئے۔ سب چھوڑ کر جلدی آیئے“، پارٹی سکریٹری نے گھبرایا ہوا جواب دیا۔

کئی کئی زینے پھاندتے ہوئے کیاوین دوسری منزل کے بڑے دفتر سے بھاگے۔ وہ اپنے ریوالور کے جھولتے ہوئے کیس کو مضبوط

اگلے دو صفحات پر :
لینن اور سویردلوف لال چوک پر کریملن کی دیوار کے پاس اس تختی کی نقاب کشائی کی تقریب میں جو امن اور قوموں کی برادری کے لئے جان دینےوالوں کی یاد میں نصب کی گئی (ماسکو، ۷ نومبر ۱۹۱۸ء)





پکڑے تھے۔ جتنی تیزی سے ممکن ہوسکا وہ کارخانے کی طرف دوڑے۔ جولائی کے گھٹن والے ماحول سے ہی کوئی منحوس بات محسوس ہو رہی تھی۔ چند سکنڈ میں ان کو معلوم ہوگیا کہ کیا ہوا ہے اور وہ رک کر غور سے سننے لگے۔ انجن بھٹی کی گھڑگھڑاہٹ کیا ہوئی؟ موٹر کے چلنے کی مستقل آواز کو کیا ہوا؟ کارخانے کا کام رک گیا۔ کلیاوین نے دانت پیس کر آہ بھری اور ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھے۔

دھات پگھلانے والے صحن میں دور سے ہی ان کو بڑی بھیڑ دکھائی دی۔ آوازوں کی ایک گرج سی ہو رہی تھی۔ کوئی دوسروں سے اونچی جگہ پر آکر بولنے لگا لیکن اس کو نیچے گھسیٹ لیا گیا۔

انجن بھٹی کی پتھر کی بنیادوں، انجن کے آہن بستہ پہلوؤں، بوائلر اور انجن بھٹی کے سائبان کی دیواروں پر، اوپر اور نیچے جہاں بھی ان کی نگاہ گئی انھوں نے کھریا مٹی سے بڑے بڑے حروف میں لکھا دیکھا: ”روٹی! روٹی! روٹی!،،

کلیاوین نے دیکھا کہ پارٹی سکریٹری گلوشکو دوسری طرف سے دوڑا چلا آرہا ہے۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔ گلوشکو مجمع میں گھس گیا۔ وہ اس اسٹینڈ تک پہنچنا چاھتا تھا جس سے پہلے اسپیکر کو اتار دیا گیا تھا۔ کلیاوین بھی اسی سمت ریلتے ہوئے چلے۔ اپنے شانوں سے کام لیتے، ریوالور کو پکڑے، اپنی پیٹھ اور پہلوؤں میں غصے سے بھرے دھکے محسوس کرتے وہ آگے گھستے چلے جا رہے تھے۔

گلوشکو پہلے ایک الٹی ہوئی ہتھ‌گاڑی کے آہنی پیندے پر چڑھے۔ کلیاوین اچک کر ان کے برابر کھڑے ہو گئے۔ کارخانے کے کئی پارٹی ممبر اس جگہ پہنچ گئے اور دوسرے پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کلیاوین کی ٹوپی گر گئی تھی، ان کی بادامی وردی کے بٹن ٹوٹ کر کھوگئے تھے اور ان کا کالر پھاڑ ڈالا گیا تھا جس سے ان کی میلی قمیص اور ننگا سینہ دکھائی دے رہا تھا۔

ہزاروں کا بدحواس مجمع ہر طرف سے امڈا پڑ رہا تھا۔ انتہائی کشیدگی کا نقطہ جس کا اندازہ کبھی نہیں لگایا جاسکتا، گذر چکا تھا۔

کلیاوین نے مسخ شدہ چہروں کو دیکھا جو کان کی گرد سے سیاہ ہو رہے تھے۔ ہر طرف غصہ بھری آنکھیں چمک رہی تھیں۔ مزدوروں کے کپڑے تارتار تھے۔ کچھ کنویس کے دستانوں سے بنائی ہوئی ٹوپیاں پہنے تھے۔

گلوشکو نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور انقلابی پرولتاریہ کے فرض کے بارے میں زور زور سے کہنا شروع کیا۔ لیکن مجمع ان کی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھا اور وہ ہتھہ گاڑی کو گھیرے میں لے رہا تھا۔ دو سیاہ ہاتھوں نے گلوشکو کا کوٹ پکڑ کر اس کو نیچے گھسیٹنے کی کوشش کی۔

اس لمحے کلیاوین نے سخت غلطی کی۔ انھوں نے غیر شعوری طور پر اپنے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا۔ زور کا غل ہوا اور ایک دیو پیکر مزدور اچک کر ہتھہ گاڑی پر آگیا، گلوشکو کو دھکا دے کر ہٹا دیا اور غصے میں سینے پر اپنی قمیص کو پھاڑتے ہوئے دھاڑا:

"مار دو گولی، اب زیادہ زندہ رہنے کی تمنا نہیں! مار گولی، مار، پاجی!"

کلیاوین نے بھٹی چلانے والے رودیون نیکیتین کو پہچان لیا جو کارخانے کی کمیٹی کے جلسے میں تقریباً رو پڑا تھا۔ کلیاوین پر بےچارگی کی حالت طاری ہوگئی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ ان میں اس مایوس مجمع کو کنٹرول کرنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ انھوں نے پیچھے پھر کر دیکھا جہاں اب انجن بھٹی خاموش کھڑی تھی۔ انقلاب کے چار برسوں کے دوران یہ کبھی نہیں بجھی تھی اور کل ٹھنڈی اور بےجان ہو جائے گی۔

بھٹی چلانے والا اپنا طاقتور ننگا سینہ تانے کلیاوین کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا منہ تشنجی حالت میں کھلا ہوا تھا اور اس کے کونوں سے جھاگ نکل رہا تھا۔ کلیاوین نے محسوس کیا کہ کوئی خوفناک واقعہ ہونے والا ہے لیکن اچانک ایک خیال آگیا۔ جیب سے اپنا تھیلا نکالتے ہوئے وہ زور سے چلائے:

"کیا تم لینن کے خط کو بھول گئے؟"

انھوں نے جلدی سے اس بیش‌قیمت کاغذ کو نکالا اور تیزی کے ساتھ نیکیتین کی طرف بڑھا دیا۔ بھٹی چلانے والے نے ھچکچاتے ھوئے اس کو پکڑا، کھولا اور دستخط دیکھے...

اس کے ھاتھ کانپ گئے اور اس کے چھرے پر چمک آ گئی جب اس نے لینن کے خط کو زور سے پڑھنا شروع کیا۔

حالانکہ زیادہ تر مجمع یہ نہیں سمجھ سکا کہ الٹی ھوئی ھتھ گاڑی پر کیا ھوا لیکن ان کی چیخ پکار ٹھنڈی پڑتی گئی اور لینن کے الفاظ بند کارخانے کی افسردہ خاموشی میں دور دور تک گونجنے لگے۔ ان الفاظ کی طرف سب کی توجہ گئی اور اگر وہ ھمیشہ کے لئے نہیں تو بہت دنوں تک کے لئے ان کے حافظے کی گہرائیوں میں اتر گئے۔

''... مزدور طبقے کی حالت بہت ھی خراب ھے... لوگ بری طرح مصیبت میں مبتلا ھیں... مزدور طبقے کی مصیبت کبھی اتنی بڑی اور جان‌لیوا نہیں رھی جتنی خود اس کی اپنی ڈکٹیٹرشپ کے زمانے میں...''

ولادیمیر ایلیچ دنیا کا سب سے سخت کام آسانی سے کر سکتے تھے یعنی سچ کو فطری اور سادہ طور پر کہہ سکتے تھے۔ یہی تیز، کھلا ھوا سچ تھا جو سب کو حیران اور گرویدہ بنا لیتا تھا۔

''اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ ایک اور عظیم کوشش کی جائے، ایسی جو مزدور طبقے کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا جو تاریخ انسانی میں سب سے انقلابی، سب سے جرأت‌آزما طبقہ ھے...''

آخری سطر ختم کرکے نیکیتین نے اپنی پیشانی پونچھی، چاروں طرف دیکھا اور پر سکون لہجے میں پوچھا:

''اچھا تو ساتھیو، کیا کہتے ھو؟''

اس کو پیچھے کی طرف دبا دیا گیا کیونکہ ھر شخص لینن کی تحریر دیکھنے کا مشتاق تھا، اپنے ھاتھ سے اس کاغذ کو چھونا چاھتا تھا۔ نیکیتین نے اسے کسی کو دے دیا۔ اس کو بار بار پڑھا گیا اور مجمع میں گھمایا گیا۔

کلیاوین کو وہ خط واپس نہیں ملا اور اس دن کے بعد اس نے یہ خط نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پگھل گیا ھے اور ان لوگوں کے درمیان غائب ہو گیا ھے جن کو لکھا گیا تھا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ اس کو کہیں کان کے اندر پڑھکر سنایا گیا لیکن یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ آخر میں وہ کس کے پاس تھا اور کس نے اس کو دیکھا تھا۔

خط تو شاید ہمیشہ کےلئے کھوگیا لیکن اسکی کہانی باقی رہ گئی۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ استاروپیٹروفسک کی انجن بھٹی نہیں بجھی۔ جنوب میں صرف یہی بھٹی تھی جو ۱۹۲۱ء کی گرمیوں بھر جلتی رہی یہاں تک کہ نئی فصل آگئی۔

... یہ داستان دونباس کے بزرگ مزدوروں کے درمیان اب بھی زندہ ھے...

لیکن کیا واقعی یہ داستان ھے؟..

س- انتونوف

سیرگیئی فیودرووییچ انتونوف تقریباً بیس سال تک سوویت ادب سے منسلک رہے۔ آخری برسوں میں انھوں نے بچوں کے لئے کتابیں لکھیں۔ ان میں ''جہانیاں جہاں گشت،،، ''فیصلہ کن قدم،، اور لینن کے بارے میں کہانیوں کے کئی مجموعے ہیں مثلاً ''پسندیدہ خطوخال،،، ''ہم سب کے لئے،، اور ''کریملن میں ملاقات،،۔

کرملین میں ملاقات

لینن پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑکی کے پاس کھڑے تھے۔ مطالعہ کا کمرہ جسمیں دو کھڑکیاں اور اونچی محراب دار چھت تھی، ٹھنڈا اور نم تھا۔ جاڑوں کے یہ پچھلے ہفتے خاص طور سے دشوار تھے۔

ولادیمیر ایلیچ کے سامنے گولوں سے داغدار سلاح‌خانے کی عمارت تھی۔ تروئتسکی مینار جس کے اوپر ایک بڑا عقاب بھورے آسمان کے پس‌منظر میں صاف استادہ نظر آرہا تھا، یہاں سے اتنا بلند نہیں معلوم ہوتا تھا جتنا گھوڑسواری کے اسکول کی طرف سے۔ ان کو کریملن کی دیوار کا ایک حصہ اور فوجی بارکوں کی عمارت بھی نظر آرہی تھی۔ چوک پر، جہاں پن‌پتھر کہیں کہیں ناہموار ہو گئے تھے اور گڈھے بن گئے تھے، روشنی کے نازک کھمبوں کی کناری سلاح‌خانے کے پاس ہوتی ہوئی نکولسکی مینار کی طرف چلی گئی تھی۔ یہ کھمبے گھاس کے ان تنکوں کی طرح معلوم ہوتے تھے جو اوپر سے مڑ گئے ہوں۔

تروئتسکی مینار، سلاح‌خانے اور روشنی کے کھمبوں سے گھرے ہوئے چوک پر برف پیروں سے روندی اور گندی تھی۔ صرف چھتوں اور کریملن کی دیواروں پر برف صاف تھی جیسے کیکوں پر بالائی چھڑکی ہو۔

کریملن کی دیوار کے باہر پتھر کے مکانات شدید جاڑے میں مبتلا تھے۔ میوزیم اور رومیانتسیف کتب‌خانے کے پیچھے چمنیاں مشکل سے دکھائی دیتی تھیں۔ لیکن حدنگاہ تک کہیں دھواں نہیں تھا کیونکہ ایندھن نہیں تھا۔

جاڑے نے ماسکو کو جکڑ لیا تھا۔ اپنے دشمنوں، بھوک اور تباھی کے علاوہ خانہ‌جنگی سے برباد اور خون‌چکاں ملک کا سامنا ایک اور دشمن یعنی شدید جاڑے سے تھا۔

ٹائفس ہر طرف پھیلا تھا۔

لینن نے آہ بھری اور اچانک دایاں ہاتھ جیب سے نکال کر اپنی میز کے پاس بیٹھ گئے۔

انہوں نے ایسا سادہ قلم اٹھالیا جو کسی بھی اسکولی لڑکے کا ہو سکتا تھا اور تیزی کے ساتھ کاغذ پر ایسے خط شکست میں لکھنا شروع کر دیا جسکا پڑھنا مشکل تھا۔ خیالات تیزی سے یکے بعددیگرے آرہے تھے اور لینن بڑے جوش سے لکھ رہے تھے: اس کی جانچ کرنا چاہئیے کہ اطفال‌خانوں کو جلانے کی لکڑی ملی ہے۔ اگر نہیں تو اس کا انتظام کرنا ہے... دھات‌ساز صنعت میں مزدوروں کے لئے شکر اور شکرین کے راشن میں اضافہ کرنا ہے... تعلیم کے عوامی کمیساریت نے دیہاتوں کے لئے کتابوں کی اشاعت میں تاخیر کی ہے۔ میں اناتولی واسیلیئےویچ لوناچارسکی سے بات کرونگا، ناراض ہونگا... رفیقوں کو فرمان کے بارے میں بتایئے اور اس کی تصدیق کرایئے... کامینیف کو نوٹ لکھنا ہے... بیرون‌ملک سے مدد کی پیش کش ہے... ہم خود کام چلالیں گے یا نہیں؟..

ایک لمحے کے لئے قلم رکا۔

آہستہ سے سفید آئل کلاتھ سے پیڈ کیا ہوا دروازہ جو اجلاس کے ہال سے ملحق تھا ذرا کھلا اور سکریٹری اندر آگیا:

''ولادیمیر ایلیچ،، اس نے آہستہ سے کہا۔

لیکن لینن نے جواب نہیں دیا۔ وہ اپنے خیالات میں ڈوبے ہوئے تھے۔

''ولادیمیر ایلیچ!،،

''ہاں، ہاں،، لینن نے اوپر دیکھتے اور ایک سادہ کاغذ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''کامریڈ کورشونوف آپ سے ملنے آئے ہیں۔،،

''اچھا،، لینن نے کہا۔

سکریٹری دروازہ آہستہ سے بند کرکے چلا گیا اور لینن لکھتے رہے۔ وہ سرگیئی کامینیف کے لئے اپنا نوٹ ختم کر دینا چاہتے تھے۔ ان کا قلم اس وقت تک چلتا رہا جب تک کہ پستہ قد دبلاپتلا سائنس داں، پرانے شناسا، دروازے پر نظر نہیں آیا۔ ملاقاتی ذرا گھبرایا

ہوا تھا اور جھجک رہا تھا جب لینن اس سے ملنے کے لئے کھڑے ہوئے۔

''آیئے، آیئے، لیونید الیکسیئےویچ،، ولادیمیر ایلیچ نے ایک نرم آرام کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''بیٹھئے، مہربانی کرکے...،،

لیونید کورشونوف جھجکتے ہوئے جلدی سے جا کر کرسی پر بیٹھ گئے اور اپنے پیر اس میز کے نیچے چھپا لئے جو لینن کی میز کے سامنے رکھی تھی۔ سائنس‌داں نے یہ اتنی تیزی سے کیا کہ خود ھی محسوس کرنے لگا کہ یہ ٹھیک نہیں تھا اور زیادہ گھبرا گیا۔ لیکن لینن کو اپنی بید کی کرسی میں بیٹھتے ہوئے دیکھ کر ذرا اس کے حواس ٹھیک ہوئے اور وہ لینن کی طرف گھوما۔

''آپکا مزاج کیسا ھے، لیونید الیکسیئےویچ؟،، لینن نے پوچھا۔ ''کوئی شکایت تو نہیں؟،،

''شکریہ، ولادیمیر ایلیچ۔ کوئی شکایت نہیں۔،،

''یہ اچھی بات ھے۔ وقت بہت کٹھن ھے، لیونید الیکسیئےویچ لیکن ھمیں برداشت کرنا چاھئے۔،،

جب لینن رکے تو کورشونوف نے کہا:

''میں سائبیریا کو مہم بھیجنے کے امکانات کے سلسلے میں آیا ہوں، ولادیمیر ایلیچ۔ مجھے یقین ھے کہ آپ نے ۳۰ جون ۱۹۰۸ء کے واقعہ کے بارے میں ضرور سنا ہوگا جو سائنسی دنیا کے لئے ایک غیر معمولی دلچسپی کا واقعہ ھے۔ یہ ایک نایاب بات ھے اپنی وسعت اور شاید اپنی اھمیت کے لحاظ سے بھی۔ سائبیریائی تائیگا میں ایک شہاب ثاقب گرا۔،، کورشونوف نے لینن کی طرف دیکھا تو وہ ان کو غور سے دیکھ رھے تھے۔

سائنس‌داں کو محسوس ہوا کہ لینن شہاب ثاقب کے بارے میں سب جانتے ھیں کہ وہ ان کے، کورشونوف کے سارے خیالات اور منصوبے جانتے ھیں اور وہ اپنی وضاحتوں سے ایک بہت ھی مصروف

آدمی کا محض وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اسلئے ان کی آواز میں ھلاھٹ پیدا ھو گئی۔

''یہ شہاب ثاقب... غالباً آپ اس کے بارے میں سب جانتے ھیں ...،،

''آپ ایسا کیوں خیال کرتے ھیں، لیونید الیکسیئےویچ ،، لینن نے کہا۔ ،، میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ کوئی شہاب ثاقب کہیں گرا ھے۔ ھاں، ھاں...،،

اپنا سر ایک طرف جھکا کر وہ سائنس‌داں سے قریب ھوگئے اور مسکراتے ھوئے یقین دلایا :

''حتی کہ سال بھی نہیں یاد رھا ھے۔ ،،

کورشونوف بھی مسکرائے۔

''یہ عجیب بات ھے،، لینن نے سنجیدگی سے اپنی بات جاری رکھی۔ '' بہت سے لوگوں کا خیال ھے کہ عوامی کمیساروں کی کونسل کے صدر اور عوامی کمیساروں کو سب کچھ معلوم ھے! یہ فضول بکواس ھے۔ ھم لوگ کم، بہت کم، شرمناک طور پر کم جانتے ھیں! ھم آپ لوگوں سے جتنی زیادہ ملاقاتیں کریں اتنا ھی زیادہ اچھا ھے۔ لیونید الیکسیئےویچ، آپ اپنی بات جاری رکھئے اور جلدی نہ کیجئے۔ ،،

کورشونوف کی ھمت بندھی اور انھوں نے اپنی بات جاری رکھتے ھوئے وہ خیال پیش کیا جو وہ بہت دنوں سے لینن سے کہنا چاھتے تھے۔

''جب ھم یہ یاد کرتے ھیں کہ سب سے بڑے شہاب ثاقب کا وزن ساڑھے چھتیس ٹن ھے اور دوسرے نمبر کے بڑے میکسیکو کے شہاب ثاقب کا ۲۷ ٹن وزن ھے تو غالباً سائبیریا کا ھمارا شہاب ثاقب ان سے کہیں زیادہ بڑا ھوگا۔ لیکن مشکل یہ ھے کہ ھم ابھی تک یہ نہیں جانتے کہ یہ شہاب ثاقت کس جگہ گرا ھے۔ ،،

'' اور آپ یہ معلوم کرنا چاھتے ھیں؟ ،، ولادیمیر ایلیچ نے کہا جب کورشونوف ذرا رکے۔

''ھاں،، سائنس‌داں نے جواب دیا۔ ''بالکل ٹھیک، میں شہاب

ثاقب کی تلاش میں جانا چاھتا ھوں۔ ،، پھر جلدی سے یہ اضافہ کیا :
'' میں سمجھتاھوں کہ اس وقت ٹوٹے ھوئے تارے خاص چیز نہیں ھیں... لیکن میں بہت کم کی درخواست کر رھا ھوں۔ کیسا برا معلوم ھوتا ھے کہ ھمارے روسی شہاب ثاقب کے بارے میں جاننے کے لئے غیرملکوں میں انجمنیں قائم ھو رھی ھیں اور ھم... ،،

''نہیں ، نہیں ، نہیں ! ،، لینن نے جلدی سے بیچ میں کہا۔ ''یہاں غیر ملکیوں کا کوئی دخل نہیں۔ ان کو اس کا خواب بھی نہ دیکھنا چاھئے۔ آپکی مہم کے لئے کیا ضرورت ھے؟ ،،

'' میں نے کچھ تخمینے تیار کئے ھیں ،، کورشونوف نے کوٹ کی اندرونی جیب سے کچھ اچھی طرح تہہ کئے ھوئے کاغذ نکالے۔ ''میں نے کفایت کی کوشش کی ھے، ولادیمیر ایلیچ... ،،

لینن نے فہرست دیکھنا شروع کیا اور جتنا ھی وہ اس کو دیکھتے گئے ان کی پیشانی پر بل آتے گئے۔ کاغذوں کو اپنی میز پر رکھ کر لینن نے ان کو بائیں ھاتھ سے برابر کیا اور سائنس‌داں کی طرف سخت اور اس کے احساس کے مطابق ذرا غمگین انداز میں دیکھا۔

سائنس داں نے آھستہ سے اپنی نگاھیں اٹھائیں اور جھجکتے ھوئے کہا :

''ھاں... اس فہرست کو اور بھی مختصر کیا جاسکتا ھے۔ ھم اناج کم مانگیں گے... اور جہاں تک آلات کا سوال ھے... ھم ایک تھیوڈولایٹ کم کر سکتے ھیں۔ اس کے علاوہ ھم... ،،

لیکن لینن اب سائنس‌داں کی طرف نہیں دیکھ رھے تھے۔ ان کی آنکھیں کمرے کے ایک دوروالے کونے کی طرف لگی تھیں۔ وہ اپنے ملاقاتی کی موجودگی سے بےخبر ھو چکے تھے۔

''ایک تھیوڈولایٹ کم کرسکتے ھیں...،، اپنی نیم‌وا آنکھوں کو کورشونوف کی طرف موڑتے ھوئے انھوں نے یہ الفاظ دوھرائے۔ اچانک اپنی بید کی کرسی کو زور سے پیچھے ھٹاتے ھوئے وہ اس طرح اٹھے جیسے ناراض اور متحیر ھوں، انگلیوں سے کاغذ کو تھپ‌تھپاتے رھے اور میز کی دوسری طرف آگئے۔

کورشونوف کی طرف سے نظریں الگ رکھتے ہوئے انھوں نے اپنی پتلون کی جیبوں میں پھر ھاتھ ڈالے اور کھڑکی کی طرف جب‌تب نظر ڈالتے ہوئے کمرے میں ٹہلنے لگے۔

''وھاں تائیگا ھے،، لینن نے تیزی سے زور دیکر کہا جیسے وہ سائنس‌داں کو اصل صورت‌حال دکھانا چاھتے ھوں۔ ''ھزاروں میل ناقابل گزر اور گھنے تائیگا کے جنگل ھیں۔ بہت سے طوفانی دریا اور درندے۔ سڑکیں نہیں ھیں۔ سیکڑوں میل تک آدمی کا پتہ نہیں... آپ اس کو سمجھتے ھیں؟،،

وہ رک گئے۔

''آپ یہ سب سمجھتے ھیں،، ولادیمیر ایلیچ نے زیادہ نرمی سے کہا اور پھر فہرست کو دیکھتے ہوئے کہا ''ایک پونڈ روٹی روزانہ، سب کے لئے پانچ پونڈ شکر، تمباکو ...،، وہ پڑھتے گئے اور ان کی آواز سے کبھی سختی، کبھی ناراضگی اور کبھی حیرت ظاھر ھوتی اور پھر اچانک وہ افسوس میں ڈوب جاتے۔

''شکر کو بالکل نکال دینا ممکن ھے لیکن تمباکو، معاف کیجئیےگا، ضروری ھے: یہ مچھروں سے بچاتی ھے،، سائنس‌داں نے سنجیدگی سے کہا۔

مشکل سے ان کی بات سنتے ہوئے ولادیمیر ایلیچ نے فہرست پڑھنا جاری رکھا:

'' آلات کے کیسوں کے اندر سمور کا استر۔ آلات کے لئے!،، انھوں نے دھرایا۔

کورشونوف اٹھ کھڑے ہوئے، ان کی عینک کھڑکی کی معکوس روشنی سے چمک رھی تھی۔ ان میں اس انسان کا عزم تھا جو آخری قدم اٹھا رھا ھو۔

'' ولادیمیر ایلیچ!،، انھوں نے زور سے عزم کے ساتھ کہا۔ ''کامریڈ لینن! جانا چاھئیے! دیکھئیے، یہ ھماری خوش‌قسمتی ھے کہ اور کہیں نہیں بلکہ ھمارے ھی علاقے میں شہاب ثاقب گرا! فضائے کائنات کا نایاب مہمان! اور ھم؟.. سوچئیے اگر یہ فرانس میں، امریکہ

میں گرا ہوتا تو کتنی اور کیسی مہمیں اس جگہ کے لئے جھپٹ پڑتیں! ہاں، ہم غریب ہیں، بھوکے ہیں اور مداخلت کرنےوالے ہمارا گلا گھونٹ رہے ہیں لیکن بہرحال اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس امکان کی قدر کرکے اس کو استعمال نہ کر سکیں جو صرف ہمیں کو ملا ہے؟ عالمی سائنس کا اسمیں کوئی قصور نہیں کہ ہم غریب ہیں۔ ہمیں ضرور جانا چاہئے، ولادیمیر ایلیچ! ،،

اور کورشونوف اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔

''ارے تم، میرے خدا! ،، لینن نے کہا اور سائنس‌داں کے قریب آ کر بولے: ''واقعی ضرور جانا چاہئے، غیرمعمولی انسان، لیونید الیکسیئےویچ! آپ جو کچھ مانگ رہے ہیں ہم دیں گے لیکن یہ بہت کم ہے! بھلا ایسا سازوسامان لیکر سائبیریا کون جاتا ہے؟ یہ تو ماسکو کے اطراف میں کسی مہم کے لئے مشکل سے کافی ہے! کیسے افسوس کی بات ہے، افسوس! ،، لینن نے دہرایا اور اب کورشونوف کی سمجھ میں آیا کہ ولادیمیر ایلیچ کو کس بات سے تکلیف ہوئی ہے۔ ''افسوس کی بات ہے کہ ہم آپ جیسے لوگوں کے لئے بھی ضرورت کی ہر چیز نہیں مہیا کر سکتے، ہر چیز جسکے وہ مستحق ہیں! لیکن پروا نہ کیجئے! بس ہمیں مدت بتا دیجئے۔ ،،

'' آہ، لیکن ...،، کورشونوف نے لینن کی طرف دیکھتے ہوئے ہکلا کر کہا۔ ظاہر ہے کہ وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے لیکن صرف گہری سانس لی اور پیشانی کو ہاتھ سے صاف کیا جس پر پسینہ تھا۔

لینن نے سائنس‌داں کے اور قریب ہو کر پوچھا:

''لیونید الیکسیئےویچ، اگر ہم صرف وہی دیں جو یہاں لکھا ہے، اس ناقابل یقین طور پر معمولی فہرست میں،، انھوں نے ہاتھ سے کورشونوف کے کاغذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''تو کیا آپ جائیں گے؟،،

''ولادیمیر ایلیچ، میں اس سے زیادہ کا خواب بھی نہیں دیکھتا! بس ذرا برف پگھلے اور ہم تیار ہوکر روانہ ہوجائیں گے۔ اور سچ‌مچ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک تو آپ ہی سے مانگتا رہتا ہے... اور کہاں سے آئے؟ ،،

''اچھا، تو آپ جائیں گے ؟ ،، لینن نے اپنا سوال دھرایا۔
''ھاں، جاؤنگا۔ ،،
''اور اس سے زیادہ کچھ نہ مانگیں گے ؟ ،،
'' نہیں، کچھ نہیں ۔ ،،
''کچھ نہیں، لیونید الیکسیئےویچ ؟ ،، لینن نے پھر پوچھا۔
''ھاں ۔ ،،

لینن افسردگی سے کھانسے اور پھر انھوں نے کہیں میز کے نیچے دیکھا اور ان کے چہرے پر ایک شوخ مسکراھٹ کھیلنے لگی۔

''اچھا، بھائی،، انھوں نے زندہ‌دلی کےساتھ دوستانہ لہجے میں کہا ''لیونید الیکسیئےویچ، ذرا اس کھڑکی تک آئیے ۔ ،،

''کیوں ، ولادیمیر ایلیچ ؟ ،،

''میں آپ سے درخواست کرتا ھوں، لیونید الیکسیئےویچ ۔ اس کھڑکی تک آئیے ۔ ،،

''کیوں، ولادیمیر ایلیچ ؟ ،،

''میں آپ سے درخواست کرتاھوں۔ میرے اوپر مہربانی کیجئے۔ بس ذرا کھڑکی تک آئیے !،، شرارت سے اپنی انگلی ھلاتے ھوئے لینن نے کہا : ''میں جانتاھوں آپ کو ! ،،

''نہیں ، اگر آپ متفق ھیں تو میں آپکا زیادہ وقت ضایع نہیں کرونگا...،،

''نہیں ،، لینن نے زندہ‌دلی سے کہا۔ ''میں ابھی متفق نہیں ھوں۔ مہربانی کرکے اس کھڑکی تک آئیے، لیونید الیکسیئےویچ ۔ ،،

کورشونوف چارناچار اٹھے اور ھچکچاتے ھوئے جیسے کسی بات کے منتظر ھوں لینن کی طرف دیکھا۔

لیکن لینن نے بھی ان کی طرف سے آنکھیں نہیں ھٹائیں۔

''اچھا،، انھوں نے کہا ''آئیے ۔ ،،

''یہ رھا میں،، کورشونوف نے طے کرلیا اور میز کے پیچھے سے نکلے۔

لینن نے سائنس‌داں کے پیروں کی طرف دیکھ کر کہا :

''دیکھا نا، یہی بات ہے ۔ ارے بھائی، آپ کیا پہن کر تائیگا جارہے ہیں! یہ پھٹے جوتے پہن کر جو ماسکو سے پانچ میل کے فاصلے پر پھٹ کر گرجائیں گے ؟ ،،

''ان میں بھی جانا ممکن ہے،، کورشونوف نے کہا ۔ ''میں ان کو رسی سے باندھ لونگا ۔ اندر بیروں پر کپڑا لپیٹ لونگا اور اوپر سے باندھ لونگا ۔ ،،

''ممکن ہے،، لینن نے سوچتے ہوئے دھرایا ۔ ''ظاھر ہے کہ آپ کے پاس دوسرا جوڑا نہیں ہے؟ ،،

''کہاں سے ھوگا؟ تھا، وہ پہن ڈالا اور اس کو میں نے بچا رکھا ہے...،،

''ان میں بھی جانا ممکن ہے،، لینن نے پھر دھرایا ۔ ''معاف کیجئے گا، لیونید الیکسیئےویچ ، معاف کیجئے گا۔ ،،

لینن نے کورشونوف کے شانوں پر ھاتھ رکھ کر ان کو بٹھا دیا اور سائنس‌داں کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے یہ جاننا چاھا کہ وہ ناراض تو نہیں ھوئے ۔ اور اس کا قطعی یقین کرتے ہوئے کہ وہ ناراض نہیں ہوئے ھیں لینن نے پھر کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا ۔

''ھمارے یہاں غیرمعمولی لوگ ھیں،، انھوں نے کہا ۔ ''تسیولکوفسکی کو لے لیجئے۔ ذرا کسی صوبائی روسی شہر کا تصور کیجئے ۔ غالباً کسی گھاس پھوس سے بھری سڑک پر جہاں بطخیں اور سور ادھر ادھر بےدھڑک گھومتے ھیں کہیں پرانے دیہاتی گھر میں یہ ریاضی کا بوڑھا استاد رھتا ہے۔ اس کو روٹی اور مچھلی کا راشن ملتا ہے اور وہ بین‌سیارہ وسعتوں میں پرواز کے مسائل میں ڈوبا رھتا ہے۔ اور غالباً وہ بھی کسی بغیر گرم کئے ہوئے کمرے میں! اور آپ، بھائی صاحب، ایسے راستے کے لئے : تائیگا میں، سائبیریا میں ھزاروں میل کے لئے یہ پھٹے جوتے پہن کر جائیں گے! ،،

''اور آپ ؟ ،، کورشونوف نے سوچا ۔ ،، آپ ولادیمیر ایلیچ ؟ اس ملک میں سوشلزم کی تعمیر کرنا چاھتے ھیں جہاں کا ھر آدمی ''سوشلزم ،، کا لفظ پڑھ بھی نہیں سکتا ! ،،

سائنسداں کے ذہن میں یکایک یہ بات صاف ہوگئی کہ لینن اور ان کو، کورشونوف کو کوئی نہ کوئی چیز عزیز قریب بناتی ہے، متحد کرتی ہے، کہ لینن اور وہ، کورشونوف ایک ہی کام کی تکمیل میں لگے ہیں، اور یہی کام تسیولکوفسکی کی زندگی میں جو کالوگا میں رہتے ہیں اور فضائے کائنات کی کھوج کر رہے ہیں، کارخانوں کی تعمیرنو کرنےوالے بھوکے مزدوروں کی زندگی میں اور لکڑی کے ہلوں سے اپنے کھیت جوتنےوالے کسانوں کی زندگی میں بڑی چیز ہے...

کورشونوف بہت جوش اور ولولے کے ساتھ وہاں سے گئے۔ وہ کریملن سے جلدی جلدی چلتے ہوئے لال چوک پر نکل آئے۔ وہ کل کے بارے میں سوچ رہے تھے، اس خواب کے بارے میں جس کو ضرور سچ ثابت ہونا تھا۔

... وہ وقت آئیگا جب کارخانوں کی چمنیوں سے پھر دھواں نکلےگا، حتی کہ ان سے بھی جنکا ابھی تک وجود نہیں تھا، ٹریکٹر اور موٹروں کے کارخانوں کا جنکا وجود ابھی تک اس انسان کے ذہن میں ہے جو چھوٹے سے ٹھنڈے کمرے میں جس کی چھت محراب‌دار ہے کام کرتا ہے... اس وقت پوشکن اور تالستائی کے الفاظ تک ہر ایک کی پہنچ ہوگی کیونکہ ناریک اور نیم وحشی روس وسیع تعلیم کا ملک ہو جائےگا... اور یقیناً سائنسی مہمیں قطب‌شمالی تک پہنچیں گی اور ممکن ہے کہ کوئی نہ کوئی سمندر کی تہہ تک پہنچےگا یا ہماری فضا سے بھی آگے جائیگا۔ اور ان مہموں کے رہنماؤں کو نئی عظیم ریاست کے ناظم کو روئی کے ایک ٹکڑے اور تمباکو کی ایک چٹکی کےلئے تکلیف دینے کی ضرورت نہ ہوگی... اور نئے لوگ اس وقت تک پروان چڑھیں‌گے جو انسان کی اہمیت کے بارے میں نئی مفاہمت کے حامل ہوں‌گے... یہ سب ہوگا۔

لینن اور امریکی ماہرمعاشیات کرسٹین‌سن کریملن میں لینن کے مطالعے کے کمرے میں (۱۹۲۱ء)



فی الحال برف سے بھری ہوئی سڑکیں تھیں، گذرنےوالے شدید جاڑے کی وجہ سے تیز چل رہے تھے، ایک گھوڑا آہستہ آہستہ گاڑی کھینچ رہا تھا اور کوچبان شور مچا رہا تھا: ''ارے تو، کاہل کہیں کا!،، چھوٹی چھوٹی بند دوکانوں پر لوہے کے سائن بورڈ تھے: ''مارتیانوف''، '' گورین اینڈ سنز،،، ''ا۔ و۔ کوشکین، آہنی ظروف،،۔ یہ تو فی الحال ہے۔

... سرخ فوج کے سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ خودنما ٹوپیاں پہنے ایک برف گاڑی پر کھڑکھڑاتے ہوئے پائپوں کا ڈھیر کھینچ رہا تھا — وہ کسی چیز کو بحال کر رہے ہیں یا کچھ تعمیر کر رہے ہیں۔ ایک کھڑکی سے کارل مارکس کی تصویر نظر آئی اور کسی نعرے کے کچھ الفاظ: ''... زندہ‌باد!،، سرخ رومال‌والی ایک عورت ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف دوڑ رہی تھی...

اس دوران میں کریملن میں جو وسیع ملک کا قلب ہے، مطالعہ کے کمرے میں میانے قد کا مضبوط آدمی ٹہل رہا ہے، سوچ رہا ہے، تیزی اور سرگرمی سے لکھ رہا ہے اور ان نئے کارناموں کو دیکھ رہا ہے جو اتنے قریب ہیں کہ اس کو صاف نظر آرہے ہیں اور جو روس کو بدل دینگے۔

پاخوموف کا نمائندہ

ایک سن رسیدہ کسان، چھال کے نئے جوتے اور گھر کے بنے ہوئے کپڑے کا پرانا کوٹ پہنے جو کمر پر ایک رسی سے بندھا تھا اور رسی بھی کثرت استعمال سے ڈھیلی پڑ چکی تھی، اسمولنی میں دروازے کے پاس ھچکچاتا ہوا لینن کی سکریٹری کی میز کے پاس آیا۔ اس کے ایک ھاتھ میں ٹوپی تھی اور دوسرے میں تھیلا۔ اس کے کوٹ اور تھیلے دونوں سے سیاہ روٹی اور دھوئیں کی بو آ رھی تھی جو کھلیانوں، ٹھنٹھوں اور ننگے کھیتوں کی جہاں آلو کے پودے جلا دئے گئے ھوں، خزاں کے نیلے آسمان اور جنوب کے گرم ملکوں کی طرف جاتی ھوئی راج ھنسوں کی چیخوں کی یاد دلاتی تھی۔

اس نے ادب سے جھک کر سکریٹری کو سلام کیا۔

''آداب عرض، کامریڈ،، نوجوان خاتون سکریٹری نے نگاہ اوپر اٹھاتے ھوئے جواب دیا۔

''کیا میں لینن سے مل سکتا ھوں...،، اس نے غیریقینی انداز میں کہا اور پھر اضافہ کیا: ''کامریڈ...،،

''لازمی طور پر لینن سے ملنا ھے؟ آپ ان سے کس مسئلے کے بارے میں ملنا چاھتے ھیں؟،، سکریٹری نے پوچھا۔

''ھمارا مسئلہ سب کو معلوم ھے: زمین کے بارے میں، اچھی کامریڈ۔،،

''زمین کے بارے میں کیا؟ کوئی بات صاف نہیں؟ فرمان تو آپ تک پہنچ گیا یا نہیں؟،،

''پہنچ گیا،، کسان نے جواب دیا اور آہ بھر کر اپنے تھیلے میں کچھ ٹٹولنے لگا۔

''اچھا تو بیٹھ جائیے، کامریڈ،، سکریٹری نے کہا۔ ''آپکا نام کیا ھے؟،،

''پاخوموف،، ملاقاتی نے کرسی پر بیٹھتے ھوئے جواب دیا۔ ''ھمارا سارا گاؤں پاخوموف لوگوں سے بھرا ھے، چنانچہ اس کو لوگ پاخوموفکا کہتے ھیں۔ اور اطراف میں بھی چھوٹا پاخوموفکا، نیا پاخوموفکا ھیں۔ ھمارے یہاں سب پاخوموف ھیں... ھاں۔،، اس نے سکریٹری کو ایک کاغذ دیا۔ اس کی تہیں گھس گئی تھیں اور وہ کئی جگہ

گوند سے جوڑا گیا تھا۔ سکربٹری نے اس کو ہاتھ میں لیکر غور سے دیکھنا شروع کیا۔

''ھاں نو اس کاغذ سے آپ نے جانا کہ اب زمین آپکی ھے؟،، سکریٹری نے حیرت سے پوچھا۔

''ھاں اسی سے، اسی سے...،،

سکریٹری نے کاغذ کو احتیاط سے میز پر پھیلایا۔ یہ زمین کے بارے میں فرمان کی ھاتھ سے لکھی ھوئی نقل تھی جس کو کسی بہت کم لکھے پڑھے آدمی نے سرخ اور سیاہ سطروں والے کاغذ پر لکھا تھا۔ اس پر سرخی لکھی تھی ''جمع،،۔ وہ کسی دفتری رجسٹر سے پھاڑا گیا تھا اور تہوں پر اتنا گھس گیا تھا کہ بعض الفاظ اور حتی کہ جملہ بھی پڑھنا ذرا مشکل تھا۔

''ھاں، ھاں!،، سکریٹری نے حیرت سے کہا۔ وہ دستاویز کی ھاتھ سے تیار کی ھوئی اس نقل کو احترام سے دیکھ رھی تھی جو سیکڑوں دیہاتیوں کے کھردرے ھاتھوں سے گذر چکی تھی۔

کتنی آنکھوں نے اس کو دیکھ کر خود یہ یقین کرنا چاھا ھوگا کہ اب زمین ''ھماری،، ھے۔ یہ بات ناقابل یقین معلوم ھوتی تھی۔ سکریٹری کو تجربے سے یہ پتہ تھا کہ لینن کے پاس دیہاتوں سے آنے والے نمائندوں کے لئے عام طور پر کسانوں کو زمین دینے کے مسائل پریشانی کا باعث ھوتے ھیں۔ اس کے علاوہ جس برادری نے پاخوموف کو بھیجا تھا وہ بظاھر اس دستاویز کے مستند ھونے اور اس کے بارے میں پریشان تھی کہ آیا زمین کے فرمان کا کوئی وجود بھی ھے۔

سکریٹری نے اس نمائندے کو زراعت کے نائب عوامی کمیسار کے پاس جانے کیلئے کہا۔

''لیکن اس سے کام نہیں چلے گا،، پاخوموف نے گہری آہ بھر کر کہا۔ ،، برادری نے تو مجھے لینن کے پاس بھیجا ھے۔ مجھے لینن ھی کی ضرورت ھے۔ انہیں کی!،،

''سمجھتی ھوں، کامریڈ پاخوموف۔ لیکن باوجود اپنی خواھش کے ولادیمیر ایلیچ سب لوگوں سے تو نہیں مل سکتے۔ اور جن

کامریڈ کے پاس آپ کو بھیج رہی ہوں وہ زمین کے مسائل ہی سے متعلق ہیں اور آپ کو سب کچھ سمجھائیں گے۔ وہ زراعت کے نائب عوامی کمیسار ہیں۔ ،،

''اچھا،، پاخوموف نے پس‌وپیش کرتے ہوئے کہا۔ وہ مطمئن نہیں تھا۔

''بہر حال مجھے کمیسار سے ملنا پڑیگا، ہے نا؟ اور اگر کمیسار سے معاملہ نہ بنتا تو پھر لینن کے پاس؟،، اس نے اپنا کھلا بیگ ہاتھوں میں لٹکائے ہوئے سکریٹری کی طرف ترچھی اور چالاک نظروں سے دیکھا۔

سکریٹری نے سوچا کہ ظاہر ہے برادری نے پاخوموف کے علاوہ اور کسی کو پیٹروگراد بلاوجہ نہیں بھیجا۔

''اچھا، تب لینن کے پاس۔ ،، سکریٹری ھچکچاتے ہوئے راضی ہوگئی۔

''طے ہوگئی بات! ،، پاخوموف نے میز پر ھاتھ مارتے ہوئے کہا اور یہ سوچتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا کہ وہ غالباً پھر یہاں واپس آئے گا۔

پاخوموف کو جو میز نائب عوامی کمیسار کی بتائی گئی وہ اس بڑے کمرے کی دوسری دس میزوں سے کسی طرح مختلف نہیں تھی۔ یہ ایک معمولی سی دفتری میز تھی جو سبز کپڑے سے ڈھکی تھی جس پر نیلی روشنائی کے بہت سے دھبے تھے۔

نائب کمیسار اپنی جگہ پر نہیں تھے اور پاخوموف ایک کرسی پر بیٹھ کر سبز کپڑے پر انگلیاں بجانے لگا اور ساتھ ہی کمرے کے عام منظر پر بھی اس کی نظر تھی جو اس کو پسند نہیں آیا تھا۔ اسمیں کوئی ایسی سنجیدگی یا پختگی نہیں تھی جو فوراً اعتماد یا ذرا گھبراھٹ پیدا کردے جو پاخوموف کے خیال میں ایسے موقع پر ضروری تھی۔ ،، چاھے وہ نیا ھی کیوں نہ ھو، بہر حال اقتدار ہے اور وہ بھی کتنا اونچا اقتدار! اس کو تو احترام‌وخوف پیدا ھی کرنا چاھئے، چاھے کم ھی ھو...،، لیکن یہاں بالکل ایسا نہ تھا۔ آنے جانے‌والے آزادی سے ایک میز سے دوسری میز کو جا رہے تھے جہاں

ہر طرح کے لباس میں مرد اور ان میں کچھ عورتیں بھی بیٹھی تھیں۔ کمرے میں شور ہو رہا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹیاں بج رہی تھیں، ٹائپ رائٹر کھٹ کھٹا رہے تھے... ایک بڑی الماری دروازے سے لائی جا رہی تھی اور کوئی دیوار پر ''سگریٹ پینا منع ہے،، کا کاغذ دیوار پر لگا رہا تھا۔

جس میز کے پاس پاخوموف انتظار کر رہا تھا ایک میانے قد کا آدمی آیا۔ وہ اونچے بوٹ اور پتلون کے اوپر نکلی ہوئی بھوری قمیص پہنے تھا۔ اور کوئی مستری یا دیہاتی استاد معلوم ہوتا تھا۔ میز کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا:

''آپ میرے پاس آئے ہیں، کامریڈ؟،،

یگور پاخوموف اس کی طرف مڑا اور کھڑے ہوکر ھچکچاتے ہوئے جوابی سوال کر دیا:

''تو آپ کمیسار ہیں؟''

''نائب ...،،

''آداب عرض!،، پاخوموف نے کہا۔

''آداب عرض، کامریڈ۔ آپ کو کیا کام ہے؟،،

''زمین کے بارے میں...،، پاخوموف نے جواب دیا۔

''کیا فرمان صاف نہیں ہے؟،،

''ہاں۔،، پاخوموف نے سر ہلایا اور پھر ناقدانہ انداز میں دیکھا: بھلا، ایسے کمرے میں اور ایسے لوگوں سے کوئی معقول بات حاصل ہو سکتی ہے؟ پھر بھی بات تو کہنا ہی ہے...

پاخوموف نائب کمیسار کی طرف مڑا اور نائب نے حسب عادت سکون کے ساتھ اس طرح بولنا شروع کیا جیسے وہ درجے میں یا طلبا سے باتیں کر رہے ہوں: ''اچھا تو میں وضاحت کی کوشش کرونگا۔،، اور وضاحت شروع کر دی:

''انقلاب نے زمین پر جاگیرداروں کی ملکیت بلا کسی معاوضے کے ختم کردی اور فوراً! یہ تو ہوئی ایک بات!،، نائب کمیسار

نے زور سے ھاتھ ھلاتے ھوئے کہا۔ ''اس کا کیا مطلب ھوا؟ اس کا سب سے پہلے یہ مطلب ھوا...''

''معاف کیجئے گا...'' فوجی وردی میں ایک آدمی نے میز کے پاس آکر کہا ''اس الماری میں میرے کاغذات ھیں'' اس نے نائب کمیسار کے پیچھے ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ھوئے کہا۔

نائب کمیسار اپنی کرسی سمیت ایک طرف ھٹ گیا۔

''اس کا سب سے پہلے مطلب یہ ھے'' اس نے اپنی بات جاری رکھی ''کہ جو زمین پہلے جاگیرداروں، خانقاھوں، زار کے خاندان کے لوگوں کی تھی وہ بلا معاوضہ محنت کش لوگوں کو، ان لوگوں کو استعمال کے لئے دی جاتی ھے جو خود اسکو کاشت کرتے ھیں۔ اس تاریخی لمحے سے آپ لوگ، کسان، زمین کے پورے مالک ھیں۔''

''نہیں، الماری میں نہیں ھیں'' فوجی وردی والے آدمی نے افسوس کے ساتھ کہا۔ ''بائیں دراز میں، وھاں۔'' اس نے میز کے اس کونے کی طرف اشارہ کیا جہاں نائب کمیسار بیٹھا تھا۔

نائب کمیسار نے کرسی اٹھا کر پھر پہلے والی جگہ پر کرلی اور جوش کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی:

'' زمین — کاشت کرنے والوں کو! استحصال کرنے والوں کا زمانہ ختم ھو گیا اور اس دھرتی کے اصلی مالکوں کا دور شروع ھوا!''

''معاف کیجئے گا'' فوجی وردی والے آدمی نے پھر بات کاٹی۔ ''وہ کاغذ ضرور بیچ والی دراز میں ھیں...''

نائب کمیسار میز کے پاس سے ھٹ کر پاخوموف کے قریب کاغذوں کے ایک ڈھیر پر بیٹھ گیا اور باتیں کرتا رھا:

''اب سے ساری زمین آپ لوگوں کی ھے۔ آپکی — ھمیشہ کے لئے!''

پانچ منٹ میں نئی الماری کھڑی کرکے میز ھٹا دی گئی۔ نائب کمیسار اور یگور پاخوموف ایک خالی جگہ کے سامنے بیٹھے تھے۔

''واہ کیا کمیسار ھے! کیا زمین کا مالک ھے!'' پاخوموف نے سوچا۔

اس نے آخر تک صبر کے ساتھ نائب کمیسار کی باتیں سنیں اور کچھ چلتے ہوئے، سوال پوچھ لئے، زمین کے فرمان کی ایک کاپی لی، شکریہ ادا کیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

وہ تمام نمائندے جو پیٹروگراد کسی نہ کسی کام سے آتے تھے لینن سے ضرور ملنا چاہتے تھے — ان کو دیکھنا، ان سے باتیں کرنا، ان سے ہاتھ ملانا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ان کے واقعی جسمانی وجود کا یقین کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ بڑی بات تو یہ تھی کہ نئی دنیا کی حقیقت، اس کے نظریات اور معنی جو ہر ایک کے لئے ابھی واضح نہیں تھے اور اس کی شکلیں جن کو سب ابھی تک نہیں سمجھے تھے، لینن کے واحد نام میں مجتمع ہو گئی تھیں، جس کی نظیر اس سے پہلے تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ اور غیرواضح باتیں قابل فہم ہو جاتی تھیں۔ وہ جو ابھی تک اجنبی تھا قریبی بن جاتا تھا اور ناممکن ممکن معلوم ہونے لگتا تھا۔

ہر نمائندہ اپنے بھیجنےوالوں سے یہ کہنے کا حق حاصل کرنا چاہتا تھا: ”یہ مجھ سے لینن نے کہا۔ میں نے خود ان سے باتیں کیں، میں نے ان کو دیکھا۔“

جب یگور پاخوموف لینن کی سکریٹری کے پاس دوبارہ پہنچا تو سکریٹری کو حیرت نہیں ہوئی۔ اس نے سوچا: ”یہ بھی دوسروں کی طرح ولادیمیر ایلیچ سے ملاقات کرنے کی کوشش کریگا۔“

”اچھا تو کیا کامیابی ہوئی؟“ اس نے پاخوموف سے پوچھا۔

”باتیں ہوئیں“ اس نے کتراتے ہوئے جواب دیا لیکن پرمعنی انداز میں یہ اضافہ کیا ”میں کرسی پر بیٹھاتھا اور کمیسار کاغذوں کے ڈھیر پر۔“ وہ خاموش ہو گیا اور پھر زور دیکر کہا ”عزیز کامریڈ، مجھے لینن سے ضرور ملنا چاہئے۔ میں دنیا سے کیا کہونگا؟ لینن سے بات‌چیت کرنے کا حکم دیا گیا ھے مجھے۔ عزیز کامریڈ، ذرا تو ہم پاخوموفکاوالوں کا لحاظ کیجئے۔“

سکریٹری نے آہ بھری لیکن یہ نہیں کہا کہ لینن مصروف ہیں اور وہ اس زمانے میں چوبیس گھنٹے میں صرف دو تین گھنٹے سوتے ہیں۔

''ٹھہرئیے، میں معلوم کرلوں کہ ولادیمیر ایلیچ کب آپ سے بات چیت کر سکیں گے۔ ،،

'' ہاں، ہاں ! ،، پاخوموف نے خوشی کے ساتھ زور سے کہا۔ ''ہاں، بس یہی چاہئیے ! ،،

وہ کرسی پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔

لینن کے کمرے سے کچھ ملاح نکلے اور کچھ لوگ جو بظاہر مزدور تھے فوراً اندر گئے۔ پھر کچھ سپاھی گئے اور اس کے بعد عینک لگائے ہوئے ایک آدمی جو قیمتی سمور کا کوٹ پہنے تھا۔ سکریٹری لینن کے پاس کئی بار آئی گئی۔

''جلد ھی آپ سے ملیں گے، کامریڈ پاخوموف،، اس نے کہا۔

''شکریہ، شکریہ،، پاخوموف نے احسان‌مندی کے انداز میں کہا اور پھر ذرا فکرمند ہو کر بولا ''میں انتظار کر سکتا ہوں۔ کامریڈ لینن کے لئے جو وقت مناسب ہو اس کے مطابق ملیں۔ ،،

آخر کار لینن کے پاس سے عینک لگائے ہوئے قیمتی سمور کے اوورکوٹ والا آدمی گیا۔ اس کے بعد ان کے کمرے میں کوئی نہیں گیا۔ لیکن سکریٹری نے پاخوموف سے کہا :

''بس دس منٹ میں، کامریڈ۔ ،،

سکریٹری جلد ھی کہیں چلی گئی اور پاخوموف نے سوچا کہ لینن نے کام میں ذرا وقفہ دیا ہے۔

پانچ منٹ بعد جو یگور پاخوموف کو آدھہ گھنٹہ معلوم ہوئے، وہ بےصبری سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن یہ محسوس کرتے ہوئے کہ چوب کی طرح کھڑا ہونا مناسب نہیں ھے بیٹھ گیا۔ لیکن ایک منٹ میں پھر بےشعوری طور پر اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اس نے اس وقت گھڑی نہیں دیکھی تھی جب سکریٹری نے کہا تھا کہ دس منٹ اور انتظار کرنا ھے اور اب گھبرا رہا تھا کہ نہ معلوم کتنا وقت گذر گیا۔ ممکن ھے کہ لینن گھبرا رہے ہوں، انتظار کر رہے ہوں، قیمتی وقت ضایع کر رہے ہوں اور وہ، یگور پاخوموف، کسی طرح آ ھی نہیں رہا ھے... سکریٹری بھی نہیں واپس آئی ھے...

آخرکار پاخوموف دروازہ کھول کر اور اپنا تھیلا ہاتھ میں لئے لینن کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

میانے قد کا مضبوط آدمی پرانا سوٹ پہنے چھوٹی میز کے پاس بیٹھا، جو ایک بڑی لکھنے پڑھنے والی میز کے قریب تھی، اور سپاھیوں والے ڈونگے سے جسمیں خراشیں پڑی ہوئی تھیں کچھ کھا رہا تھا۔

''اور یہی لینن ھیں؟''

یگور پاخوموف ٹھٹھک گیا۔

''آجایئے، آجایئے، کامریڈ!''، اپنا وہ ہاتھ ھلاتے ہوئے جسمیں چمچہ تھا، اس آدمی نے اس کو بلایا۔ ''بیٹھئے، میں ایک منٹ میں فرصت پالونگا۔ آپکا نام کیا ھے، کامریڈ؟''

''پاخوموف۔ ۔ ۔''، اس نے ذرا گھبرا کر جواب دیا اور سوچا ''ھاں، لینن ھی ھیں!''

''یہاں بیٹھ جایئے، کامریڈ پاخوموف''، لینن نے اپنے سے قریب ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، اور جب ملاقاتی بیٹھ گیا تو انھوں نے گرمجوشی سے پوچھا ''دیہات سے؟ زمین کے بارے میں؟ بہت دلچسپ!''

پاخوموف نے کرسی پر احتیاط کے ساتھ بیٹھ کر لینن، ڈونگے اور روکھی کھیر کے چمچے کو دیکھا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ حالانکہ جو کچھ اس سے کہا گیا تھا اس کو اس نے اچھی طرح سنا تھا لیکن اس کی طرف خطاب اور وہ مقصد جس سے وہ یہاں تک آیا تھا، کچھ دیر کے لئے ثانوی بن گئے تھے۔

''کھیر''، پاخوموف نے غیرشعوری طور پر ڈونگے کی طرف سر ھلاتے ہوئے کہا۔ ''کھیر... بغیر مکھن کے!''

''فی‌الحال بغیر مکھن کے، کامریڈ پاخوموف''، لینن نے جواب دیا۔

''یسوع مسیح! کامریڈ لینن!''، پاخوموف نے زور سے کہا اور جلدی سے کھڑے ہو کر اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈالکر کچھ ٹٹولنے لگا۔ ''ارے یہ کیا ھے، نکولا اوگودنیک، سینٹ یگور!''

اس نے ایک کپڑے میں لپٹا ہوا گوشت، روٹی کا ٹکڑا، پیاز اور ایک پڑیا سے نمک نکالا۔

یہ سب چیزیں ڈونگے کے پاس، جو اب خالی ہو چکا تھا، میز پر رکھتے ہوئے پاخوموف نے جوش کے ساتھ کہا ''کامریڈ لینن! انکار نہ کیجئے!،،

''نہیں، نہیں، شکریہ!،، لینن نے قطعی طور پر کہا۔ ''میں کافی کھا چکا ہوں۔،،

''کامریڈ لینن!،، پاخوموف نے اسی جوش کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی ''کیا ہم سوچ سکتے ہیں کہ آپ بغیر مکھن کے روکھی کھیر کھاتے ہیں۔ مجھے دیہاتی اس دنیا سے چلتا کر دیں گے اگر میں ان سے کہونگا کہ آپ نے سوکھی کھیر کھائی اور میں نے گوشت!،،

''اچھا اگر یہ بات ہے تو میرے لئے چھوٹا سا ٹکڑا کاٹ دیجئے،، لینن نے کہا۔ ''میں آپ کی جان بچانے کے لئے کھا لونگا۔،،

پاخوموف نے ایک چوبی دستے کا چاقو تلاش کر لیا جس کا پھل درانتی سے بنایا گیا تھا اور گوشت کا ٹکڑا کاٹا۔ چاقو بلیڈ کی طرح تیز تھا۔

لینن نے گوشت اور سیاہ روٹی کا ٹکڑا کھاتے ہوئے کہا:

''بہت اچھا گوشت ہے اور روٹی بھی اچھی ہے۔ مدتوں سے ایسی چیزیں نہیں کھائی تھیں... معلوم ہوتا ہے آپ لوگ خوش‌حال ہیں؟ اور گاؤں کی فضا کیسی ہے؟ کسان فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟،،

لینن نے اس فرمان پر کل ڈیڑھ ہفتہ پہلے دستخط کئے تھے... سرما محل پر مزدوروں اور سپاہیوں کے قبضے کے بعد لینن پیٹروگراد کے مزدوروں اور کسانوں کے نمائندوں کی سوویت کے جلسے میں گئے جہاں انھوں نے تاریخ میں پہلے سوشلسٹ انقلاب کی فتح کا اعلان کیا۔ چوبیس گھنٹے کے متواتر اعصابی، جسمانی اور ذہنی‌تکان کے بعد وہ بونچ برووایوچ کے فلیٹ میں آرام کرنے کی غرض سے گئے۔ لیکن اس کا

انتظار کرکے کہ گھر کے لوگ سوجائیں تاکہ ان کے آرام میں وہ خلل‌انداز نہ ہوں لینن لکھنے کی میز پر بیٹھ گئے ... لکھتے، کاٹتے اور پھر لکھتے رہے... اور صرف اس وقت جب پوپھوٹنے لگی اور کھڑکیوں سے پیٹروگراد کی دیر میں ہونےوالی خزاں‌زدہ صبح نمودار ہونے لگی تو لینن لیٹے۔

صبح کو چاء پر انھوں نے اپنے مسودے کی صاف نقل جیب سے نکالی اور زور سے ''زمین کے بارے میں فرمان،، پڑھا۔

یہ فرمان اسی دن شام کو سوویتوں کی دوسری کل روس کانگرس نے منظور کیا اور اخباروں میں شایع ہونے کے علاوہ ایک کتابچے کی شکل میں بھی شایع کر دیا گیا۔

اب ولادیمیر ایلیچ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ دیہاتوں میں اس فرمان کا کیسے خیرمقدم ہوا۔

اپنا سوال کرکے ولادیمیر ایلیچ جواب سننے کے لئے تیار ہو کر اطمینان سے بیٹھ گئے۔

''تو فرمان کے بارے میں کیا چرچا ہے؟ آ، آ!،، کچھ تعریف اور جھجک کے لہجے میں پاخوموف نے کہا۔ ''زندگی میں ایسی گڑبڑ نہیں دیکھی!،،

''مطلب یہ کہ گاؤں میں زور ہے؟،، لینن نے پوچھا۔

''وہاں کیا چرچا ہے؟ بالکل شہد کے چھتے کی طرح گونج ہے! سب لوگ سڑکوں پر آکر، ٹولیاں بنا کر بحث‌مباحثہ کرتے ہیں۔،،

''اور کس بات کے بارے میں بحث مباحثہ کرتے ہیں؟،، لینن نے جھٹ سے سوال کیا اور پاخوموف کو غور سے دیکھنے لگے۔

''بہت سی باتوں کے بارے میں، کامریڈ لینن۔،، پاخوموف نے جواب دیتے ہوئے گنوانا شروع کیا: ''ساری زمین لیں یا نہ لیں ...،،

''سب، سب!،، صافی سے ہاتھ پونچھتے اور لکھنے پڑھنے کی میز کے پاس بیٹھتے ہوئے لینن نے فیصلہ‌کن طور پر کہا۔ ''سب، آخری چپے تک! اور کس بات کے بارے میں؟،،

''اور کوئی معاوضہ بالکل نہ دینا ہوگا یا اتنا کہ مالک لوگ بھوکوں نہ مرجائیں ...،،

''قطعی کوئی نہیں !،، لینن نے کہا۔ ''زمین کی ملکیت کو بلا کسی معاوضے کے ختم کردیا گیا ھے۔ زمین ان لوگوں کے پاس آرھی ھے جو اس کے حق‌دار ھیں۔ اور کس بات کے بارے میں بحث‌مباحثہ ھوتا ھے؟،،

''سچ تو یہ ھے،، پاخوموف نے اپنی بات جاری رکھی، اور یہ ظاھر تھا کہ اب وہ سب سے اھم بات پر آرھا ھے۔ ''کچھ اور بات پر بھی بحث‌مباحثہ ھے۔،،

''کس بات کے بارے میں؟،،

پاخوموف نے گہری سانس لی، کان اور ناک کھجلایا اور ذرا کڑے اور فیصلہ کن لہجے میں بولا:

''دیہاتیوں کو شبہ ھے کہ کہیں اس زمین کے لئے انکی پسلیاں اس حدتک نہ توڑ دی جائیں کہ پھر زمین سے اٹھنے ھی کی نوبت نہ آئے؟،،

لینن کی تیوریوں پر بل آ گیا۔

''اچھا، اچھا، یہ بات ھے،، انھوں نے کہا۔ ''اور ایسی بات کہاں سے چلی؟،،

پاخوموف نے اپنے ھاتھ ھلا دئے۔

''دیکھئے، سب باتوں کی طرح یہ بھی بےسبب ھے،، لینن نے اپنی بات جاری رکھی۔

''ڈرانے والی،، پاخوموف نے جواب دیا۔

''ڈرانے والی،، لینن نے اتفاق کیا۔ ''سمجھتاھوں۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ ھے کہ کس سے ڈرتے ھو؟ کیا ڈرانےوالا ھے؟،،

یگور پاخوموف نے جواب نہیں دیا۔

''کیا جاگیردار اور خانقاھیں اس سے دستبردار ھونے کے لئے خوشی سے تیار ھونگی جو صدیوں تک ان کی ملکیت رھا ھے؟،، لینن نے سوال کیا۔ ''قطعی نہیں۔ اور راھب اور جاگیردار اسی‌لئے اپنے آدمیوں کے ذریعہ پسلیاں توڑوانے کی دھمکی دیتے ھیں! لیکن سارا سوال یہ ھے کہ پسلیاں کون توڑیگا؟،،

''ایسے لوگ ھیں، کامریڈ لینن،، پاخوموف نے کہا۔

''ایسے لوگ ھیں،، لینن نے اتفاق کیا۔ ''اور آپ ان لوگوں کو اپنی پسلیاں توڑنے دیں گے؟ میں تو نہیں سمجھتا ! ،،

''نہیں، ھم تو یہ نہیں ھونے دینگے، کامریڈ لینن،، پاخوموف نے سنجیدگی سے کہا۔ ''لیکن ابھی کچھ لوگوں میں طاقت باقی ھے...،،

''دشمنوں میں ؟،، لینن نے جلدی سے پوچھا۔

'' دشمنوں میں ...،، پاخوموف نے اتفاق کیا۔

''اھا! ،، لینن نے زور سے کہا۔ ''کیا سوویت اقتدار مضبوط ھے، کیا وہ قائم رھےگا ؟ سوال یہ ھے؟ صاف ھو گیا! ھم زمین لےلیں اور پھر نئی حکومت ختم ھوجائے، بالشویک اور کمیسار ھرطرف بھاگ کھڑے ھوں اور دیہاتیوں پر انتظام اپنے ھاتھ میں لینے کےلئے مصیبتیں ٹوٹ پڑیں! سمجھ میں آگیا ! ،، لینن اٹھکر میز کے پیچھے سے پاخوموف کے قریب آئے اور اپنی بات جاری رکھی : ''سوویت اقتدار کو کوئی کبھی بھی شکست نہیں دے سکےگا، چاھے پوری سرمایہدار دنیا اس کے خلاف صفآرا ھو جائے۔ لیکن اس کے وجود کا انحصار ھم سب پر ھے، آپ پر ھے، کامریڈ پاخوموف ! ،،

آخری الفاظ نے پاخوموف کو حیران کردیا۔

''ھم پر کیوں ھے، کامریڈ لینن؟،، اس نے پوچھا۔

''چاھے صرف اسیلئے،، لینن نے سنجیدگی سے کہا ''کہ آپ گوشت اور اعلی درجے کی روٹی کھاتے ھیں اور مزدور، سپاھی، ملاح اور سائنسداں — نہجانے کیا کھاتے ھیں، ھاں، ھاں ! ،،

یگور پاخوموف سر جھکا کر خاموش ھو گیا... ھم بہت اچھا تو نہیں کھاتے۔ ھاں، ویسے تو ... شہروں سے تو مقابلہ نہیں... اس نے لینن کی طرف دیکھا جو اپنی کرسی پر بیٹھنےوالے تھے اور آھستہ سے کہا:

''میرا خیال ھے کہ دیہاتی مزدوروں کو اناج دیں گے... وہ جمع کریں گے...،،

''یہ ھوئی بات!،، لینن نے کہا۔ ''ھم نے آپ کے ساتھ مل کر

یہ اچھی بات سوچی، کامریڈ پاخوموف۔ مزدوروں کے نمائندوں کا انتظار کیجئے! ،،

انھوں نے اپنے کاغذات پر کچھ لکھ لیا، غالباً یہ جانتے ہوئے کہ جو خوشکن خیال ابھی حاصل ہوا ہے اس پر ہر جگہ عمل کرنا کیسا رہے گا۔

''لاجواب! لاجواب، کامریڈ پاخوموف!،، انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پوچھا ''اچھا تو بہر حال زمین کے بارے میں کیا خیال ہے؟ مطلب یہ ہے کہ ڈرتے ہیں، نہیں لیں گے زمین ؟،،

پاخوموف نے ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ سے اہمیت بھرے لہجے میں کہا:

''زمین ہم نے ایک گھنٹے کے اندر تقسیم کرلی، سب۔ ،،

چند لمحے تک خاموشی رہی، اور پھر زوردار، گونجتا ہوا قہقہہ بلند ہوا۔ لینن کا سر پیچھے کی طرف اٹھا ہوا تھا اور انگوٹھے واسکٹ کے بغل والے سوراخوں میں تھے اور وہ دل کھول کر ہنس رہے تھے۔ وہ ذرا رکتے لیکن پاخوموف کے جواب کو یاد کرکے پھر زور سے قہقہہ لگانے لگتے۔

''سب لیکر تقسیم کرلی !،، لینن نے اپنی ہنسی جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''ایک گھنٹے میں! سب! اچھا، اچھا، اچھا۔ اور اب شبہ کرتے ہو؟،،

اور پھر انھوں نے زور کا قہقہہ لگایا۔

''ہاں، اب ہمیں کوئی شبہ نہیں رہا،، پاخوموف نے اپنا تھیلا بند کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن ایک سوال ہے، کامریڈ لینن۔ ،،

''ایک اور سوال؟ کہئے۔ غالباً یہ سب سے اہم ہے؟،، انھوں نے آنکھ میچ کر مسکراتے ہوئے کہا جیسے وہ کوئی ایسے مشکل اور ''پیچیدہ،، سوال کی توقع کر رہے ہوں جس کا جواب دینے میں ان کو لطف آئے گا۔

''میرے خیال میں ایسا ہی ہے،، پاخوموف نے اپنے خیالات کو یکجا کرتے ہوئے اتفاق کیا۔

''پوچھئے، اہم سوال۔ ''

''دیکھئے ، آپ کہتے ہیں : شبہ نہ کرو ''، پاخوموف نے شروع کیا۔ ''یہ اقتدار صدیوں برقرار رہے گا۔ لیکن معاف کیجئے گا، یہ اقتدار کیسا ہے کہ کمیسار کے پاس میز تک نہیں ہے، اور یہ کہنے کے لئے معاف کیجئے گا کہ ایک اور کمیسار بیٹھا بغیر مکھن کے کھیر کھا رہا ہے...''

''اور اس کا سر بھی گنجا ہے''، پاخوموف کے لہجے میں ہی مسکراتے ہوئے لینن نے جلدی سے یہ اضافہ کیا۔

پاخوموف نے اپنی آنکھیں نیچی کرلیں اور لحاظ کرتے ہوئے ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گیا اور پھر بولا:

''... بغیر مکھن کے کھیر کھاتا ہے اور پورے روس کا انتظام کرتا ہے۔ کیسی ہے یہ حکومت؟ ''

''اگر آپ کو سوویت میں منتخب کر لیا جائے''، لینن نے جواب دیا ''تو آپ، کامریڈ پاخوموف، چھال کے جوتے اور کھدر اور، معاف کیجئے گا، رسی کی پیٹی کمر میں باندھ کر حکومت کی نمائندگی کریں گے۔ تو وہ کون سا اقتدار ہوگا؟ اپنا! عوامی! ''

کمرے کے اندر ایک شخص پھرتی سے چلتا ہوا داخل ہوا۔ اس کی چھوٹی سی نوکیلی داڑھی اور اونچی پیشانی تھی اور دبلا پتلا ہونے کیوجہ سے وہ دراز قد معلوم ہوتا تھا۔

''کامریڈ دزیرژینسکی... فیلکس ایدمندوویچ!''، لینن نے اس سے مخاطب ہوکر کہا۔ وہ اب بھی مسکرا رہے تھے۔ ''یہ رہے کامریڈ پاخوموف، کسان ہیں... کہتے ہیں کہ زمین لیتے ہوئے ڈرتے ہیں، پسلیاں توڑدی جائیں گی... میں ان سے کہتا ہوں کہ سوویت اقتدار ہمیشہ برقرار رہے گا اور یہ کہتے ہیں کہ یہ اقتدار متاثرکن نہیں ہے۔ اور رہی زمین، تو یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ بہت دن ہوئے تقسیم کرلی اور سب کی سب!''

ولادیمیر ایلیچ دزیرژینسکی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے پھر ہنسے۔

''دیکھو، کیا آدمی ہے!،، انھوں نے پوچھا۔ ''ایک زبردست طاقت حرکت میں آ گئی ہے اور اگر کسی نے بھی اس کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی حماقت کی تو وہ صاف ہو جائے گا!،،

لینن نے یگور پاخوموف کو دروازے تک الوداع کہا، مصافحہ کیا اور جب دروازہ بندھوگیا تو دزیرژینسکی کی طرف مڑے۔

لینن کے پاس سے نکل کر پاخوموف ملاقاتی کمرے میں ذرا ٹھہرا۔ اس نے زبان چٹخارتے ہوئے اپنا جائزہ لینا شروع کیا۔ اپنے چھال کے جوتے دیکھے، کوٹ کی پھٹی ہوئی کناری اور کمر سے لپٹی ہوئی رسی دیکھی۔

''اور میں حکومت ہوں!،، اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

''تو کیسا رہا؟،، سکریٹری نے اس سے پوچھا۔ ''امید ہے کہ سب ٹھیک ٹھاک ہے؟،،

''اب کمیسار کے پاس جانا چاہئے،، پاخوموف نے سوچتے ہوئے کہا۔

''کیا؟،، سکریٹری نے حیران ہو کر زور سے پوچھا۔ ''لینن سے آپکا کام نہیں بنا؟،،

''بنا... کمیسار سے میری اچھی نہیں نبٹی تھی،، پاخوموف نے یہ یاد کرتے ہوئے کہا کہ زمین کے بارے میں نائب کمیسار نے بھی ٹھیک وھی باتیں کہی تھیں جو لینن نے بتائیں لیکن ایک کی بات پر اس کو یقین آ گیا اور دوسرے کی بات پر نہیں...

نائب کمیسار کو پاخوموف نے ایک نئی میز کے پاس پایا جو غالباً اب مستقل تھی۔ وہ درازوں کو دیکھ رہا تھا اور ان میں کتابیں اور اپنے کچھ کاغذات رکھ رہا تھا۔

یگور پاخوموف نے اپنا ھاتھ نائب کمیسار کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''جا رہا ہوں... بہت شکریہ، کامریڈ!،،

''لیکن آپ تو پہلے بھی رخصت ہو چکے تھے،، نائب کمیسار نے کھڑے ہوتے ہوئے حیرانی سے یاد کیا۔

''ہاں، رخصت ہو چکا تھا،، پاخوموف نے اتفاق کیا۔ ''اور اب پھر ایک بار۔ ،،

اور جب نائب کمیسار نے یگور پاخوموف کو اپنا ہاتھ دیا تو اس نے شکرئے کے ساتھ اس کو گرمجوشی سے دبایا۔

لینن اور بونچ برواییوچ عوامی کمیساروں کی کونسل کے سکریٹریٹ کے ملازمین کے ایک گروپ کے ساتھ
(کریملن، ماسکو، اکتوبر ۱۹۱۸ء)


ДЕКРЕТ



س۔ دانگولوف

مشہور سوویت جرنلسٹ اور رسالہ ''اینوسترانایا لیتیراتورا،، (غیرملکی ادب) کے نائب چیف ایڈیٹر ساوا دانگولوف نے لینن کے قصے اس طرح پیش کئے ھیں جیسے ان کو نوجوان ڈپلومیٹ اور سابق مزدور دمیتری ریباکوف نے لکھا ھو۔ یہ کہانیاں ان امریکیوں سے لینن کی ملاقاتوں کے متعلق دستاویزوں اور یادوں پر مبنی ھیں جو انقلاب کے ابتدائی برسوں میں سوویت روس آئے تھے۔ جان ریڈ کے بارے میں اس سلسلے کی ایک کہانی ''دوست،، اس مجموعے میں شامل ھے۔

دوست

صبح بخیر، انقلاب!
تو میرا دوست ہوگا،
سب سے عزیز۔
(لینگسٹن ہیوز)

آدھی رات سے چند منٹ پہلے میں نے وہ عمارت چھوڑی۔ لینن کے مطالعہ کے کمرے میں روشنی نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ چلے گئے ہیں اور جان ریڈ بھی۔ دریائے ماسکو کے پار چاند بلند ہو چکا تھا اور کریملن کے سنگ خارا کے کھڑنجے پر عظیم ایوان کے گرجے کا گھنٹہ گھر اپنا ڈراؤنا سایہ ڈال رہا تھا۔ ہریالی کی سرد سانس، کہر اور آدھی رات کی تاریکی کے ساتھ شہر پر خاموشی پھیلتی جا رہی تھی۔ یہ خاموشی دریائے ماسکو کی طرف سے آرہی تھی۔ چاندنی گنبدوں کے ہلکے سونے کو جلا دے رہی تھی۔ غالباً کسی آدمی کی آواز نے اس خاموشی میں غیر معمولی گونج پیدا کر دی ہوتی۔

اس راستے پر جہاں کریملن کی پہاڑی کا دریا کی طرف ڈھلان تھا دو آدمی کھڑے تھے۔ چاندنی نے اپنی بےوزن انگلیاں ان کے شانوں پر رکھ دی تھیں۔ یہ لینن اور جان ریڈ تھے اور ریڈ بات کر رہے تھے۔ میں نے پہلے بھی یہ غور کیا تھا کہ وہ بیک وقت سادہ اور ارفع باتیں کر سکتے تھے۔ ان کی باتوں کی سادگی اور پختہ‌کاری اس خواہش سے پیدا ہوئی تھی کہ ان کو سب سمجھ سکیں۔ اور رفعت؟ غالباً ریڈ کی اپنی فطرت سے — آخر کار، وہ شاعر ہیں! میں نے ذرا قدم بڑھائے اور ان کے پاس سے گذر گیا۔ لیکن میں کریملن کے پھاٹک سے جتنا قریب آتا گیا میرے قدم دھیمے ہوتے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان پہاڑی پر کھڑے لوگوں کا جوش‌وخروش مجھ میں بھی سرایت کر گیا تھا۔

یہ کوئی اتفاق نہ تھا کہ لینن نے کئی بار اتنی رات گئے ریڈ سے باتیں کرنے کا وقت چنا ہو۔ سنا ہے کہ پیٹروگراد میں بھی، اس مربع کمرے میں جس کی دیواروں پر روپہلے بنفشئی رنگ کا کاغذ لگا تھا، ایسی ہی ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ اس کمرے کے نصف حصے میں

لینن کے مطالعه کا کمره تھا اور دوسرے حصے کو پلائی وڈ کی اوٹ کے ذریعه تقسیم کرکے سونے کا کمره بنا دیا گیا تھا۔ عام طور پر ان دونوں کی بات‌چیت لینن کے مطالعه کے کمرے میں شروع ھوتی تھی اور آدھی رات کو اوٹ کے دوسری طرف چائے کے ساتھ ختم ھوتی تھی۔

میں فٹ پاتھ سے اتر کر سڑک پر آنےوالا ھی تھا جب میں نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی اور مڑکر دیکھا۔ چاندنی نے راستے کو روشن کردیا تھا۔ ریڈ آ رہے تھے۔

''میں آپ کو کوئی تین منٹ سے دیکھ رھاھوں،، انھوں نے سوچنے کے انداز میں کہا۔ ''آپ کو بہت جلدی تو نہیں ھے؟،،

''نہیں،، میں نے اپنی رفتار دھیمی کرتے ھوئے کہا۔

''اچھا تو آیئے ساتھ چلیں۔،،

میرے اور ریڈ کے درمیان تین قدم کا فاصله رہ گیا تھا۔ انھوں نے اس فاصلے کو کم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور میں نے بھی نہیں۔ چاند بادل کے پیچھے چلا گیا لیکن مجھے ریڈ صاف دکھائی دے رہے تھے۔ وہ دیکھنے میں مزدور معلوم ھوتے تھے — چوڑے، ذرا جھکے ھوئے شانے اور چھوٹے، مضبوط ھاتھ۔ وہ لباس بھی سادہ پہنتے تھے۔ معمولی سرمئی یا گہرے رنگ کا سوٹ اور سفید قمیص جس کے کالر نیچے کی طرف آتے تھے اور ایک یا دو بٹن کھلے ھوتے تھے۔ اس وقت دھندلی چاندنی میں قمیص ھلکی سی چمک رھی تھی۔ دریا سے تازہ ھوا کے جھونکے آ رہے تھے جسمیں سڑی ھوئی لکڑی کی بو ملی ھوئی تھی۔ ریڈ نے شانے جھٹکے۔

''جنوب میں اس وقت آسمان سیاہ ھوگا،، انھوں نے اوپر دیکھتے ھوئے کہا۔ ''اور ستارے... ھر ایک مٹھی سے بھی بڑا۔،، انھوں نے اپنی مٹھی کی طرف دیکھا اور ھنس پڑے۔

''کیا میکسیکو میں، جنرل پان‌چو کے وطن میں؟،، میں نے پوچھا۔

''نہیں، پان‌چو کیوں؟،، وہ مسکرائے اور اپنا مکه بلند کیا۔ ''پان‌چو زندہ باد! ویلا زندہ باد!..،، اب وہ ایک قدم مجھسے آگے نکل

چکے تھے اور انھوں نے مجھے ترچھی نگاهوں سے دیکھا۔ ''جانتے هیں آپ، وہ نیک دل انسان تھا ۔ ارے، نیک دل هونا بڑی بات هے! اور کردار ۔ کردار اس کے ایسے انسان کے لئے نیکی سے بھی زیادہ اهم هے ۔ زیادہ اهم هے، میں یہی خیال کرتا هوں ۔ ''

اب وہ بالکل میرے برابر چل رهے تھے۔ ان کی ذرا ابھری هوئی آنکھیں اور بڑی ٹھڈی ان کے چہرے کو چاهے کچھ بدصورت کر دیتی هوں لیکن بہت معنی‌خیز بناتی تھیں ۔ ان کی آنکھیں، فراخ پیشانی اور هونٹ چاهے چہرے کے لئے غیرمتناسب هوں لیکن بہت اچھے تھے ۔ یہ ایسی تفصیلات هیں جن پر کوئی غور نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ مجموعی طور پر خوبصورت آدمی تھے ۔

ریڈ نے اپنی رفتار دھیمی کر دی اور اچانک رک گئے۔

''ذرا رکئے گا۔ میں ذرا دم لےلوں ۔ ''

وہ اپنا هاتھ سینے پر لے گئے۔

''دل ؟''

''هاں ، جیسا کہ ڈاکٹر کہتے هیں میرا دل منہ میں آگیا هے۔''

وہ کھانسے، احتیاط کے ساتھ جیسا کہ دل کے مریض کرتے هیں ۔

''اچھا معلوم هوتا هے میں ٹھیک هوگیا ۔ '' انھوں نے مسکرانے کی کوشش کی ۔ ''اب چلیں لیکن تیز نہیں ۔ هم کیا باتیں کر رهے تھے؟''

هم لوگ آهستہ چلنے لگے، بہت آهستہ۔ یہ خشک کھانسی جس نے هماری باتوں میں خواہ مخواہ مداخلت کی تھی، هماری باتوں کو بالکل ختم کر دیتی لیکن ریڈ صرف ایک لمحے کے لئے خاموش رهے ۔

''جنرل پان‌چو میں بھی کچھ نہ کچھ کمی تھی ۔ بہت اهم!'' ریڈ نے زور دیا ۔ ان کے الفاظ کا جوش قطعی طور پر یہ دکھاتا تھا کہ ریڈ پان‌چو کے بارے میں باتیں کرنا چاهتے هیں اور باقی ان کے لئے فی‌الحال کوئی اهمیت نہیں رکھتا۔

هاں، ریڈ کا کسی وقت یہ خیال تھا کہ جنرل کے ساتھ کوئی دوسرا بھی هونا چاهئے تھا — ساتھی، کامریڈ — وہ لفظ '' کمیسار'' بھی استعمال کرنے سے نہیں جھجکے ۔ واقعی ریڈ نے یہ سوچا تھا

که واقعات کا دھارا اور زندگی کی منطق ایسے آدمی کی موجودگی کا تقاضہ کرے گی لیکن انھوں نے غلطی کی تھی کیونکہ ایسی ہستی نہیں نمودار ہوئی۔ ان کو کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ انقلاب کی آگ اس عالمی شعلے سے مشابہہ ہے جو ہماری دھرتی کے سینے میں سوزاں ہے۔ اگر وہ ایک جگہ نہیں پھوٹ پاتا تو وہ یقیناً کسی دوسری جگہ پھوٹ پڑتا ہے۔

وہ کچھ سوچتے ہوئے خاموش ہوگئے اور پھر بولے :

''میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں نے لینن کے بارے میں سنا ہو مجھے یقین تھا کہ ایسا انسان ضرور نمودار ہوگا۔ اس کو تو آنا ہی تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کیونکہ میں پان‌چو کو دیکھ چکا ہوں۔ ،،

ان کو پھر غیرمعمولی جوش آ گیا۔ پان‌چو اور لینن۔ ان کے لئے یہ معاملہ طے ہو چکا تھا لیکن انھوں نے اس کو کوئی آسانی سے نہیں طے کر لیا تھا! اس میں بڑا شک ہے کہ ان کے ذہن میں بلا جدوجہد کے ایک کی جگہ دوسرے نے لے‌لی ہو۔ زندگی میں بلا جدوجہد کے کچھ نہیں ہوتا۔ غالباً ایسا وقت رہا ہوگا جب ابتدا میں دونوں ان کے لئے دلکش رہے ہوں گے اور ان کو قطعی طور پر یہ نہیں معلوم تھا کہ کس کو ترجیح دیں۔

ہم نکل کر لال چوک پر آگئے۔

'' وہاں بہت سے واقعات پک رہے ہیں،، انھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس کا مشرقی حصہ بالکل ہمارے سامنے تھا۔ ''لینن نے کہا کہ آزادی کے جھنڈے مشرق کی طرف جا رہے ہیں۔ ،، ریڈ سامنے دیکھتے رہے۔ ابھی آسمان پر آثار سحر بالکل نہیں تھے۔ آسمان بالکل تاریک تھا حتیٰ کہ وہ مردہ معلوم ہوتا تھا اور یہ بات ناقابل‌یقین معلوم ہوتی تھی کہ رات کی سرد برف پہلے آسمان کے اس حصے میں پگھل جائے گی۔

''مشرق ...،، انھوں نے سوچتے ہوئے دھرایا۔ '' لینن نے یہ کہا، لینن نے! ،،

ہم نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔

''کیا آپ جا رہے ہیں؟''، میں نے ان سے پکار کر پوچھا جب وہ جا رہے تھے۔

''ہاں، کل۔''

وہ خاموش ہو گئے جیسے وہ الفاظ کو تول رہے ہوں، پھر زور دیتے ہوئے دہرایا:

''کل!''

میں ان کو رات میں جاتے ہوئے دیر تک دیکھتا رہا اور یہ دیکھا کہ انھوں نے لال چوک کیسے پار کیا۔ وہ لال چوک کے بیچ میں رک کر چاروں طرف اس طرح دیکھنے لگے جیسے اس کو پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔ اس طرح دیکھنے کا کیا مطلب تھا؟ کیا ان کو چوک کے اس غیرمعمولی منظر پر حیرت تھی؟ وہ اتنی رات گئے خاص طور سے بارعب اور شاندار معلوم ہو رہاتھا یا انھوں نے اس کو دیکھ کر یہ سوچا کہ وہ کہاں ہیں اور کیسے یہاں پہنچے ہیں؟ ''آزادی کے جھنڈے مشرق کی طرف جا رہے ہیں ...''، ریڈ ایک نئے سمندر کے ساحل پر کھڑے تھے اور اس کے طوفانی عناصر سے دو چار ہونے کےلئے تیار تھے۔ ''آزادی کے جھنڈے...''

ریڈ ماسکو سے چلے گئے۔ کچھ دن تک ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوا۔ پھر اخباروں میں ایک چھوٹا سا نوٹ آیا، پھر دوسرا... یہ خبریں کوئی تفصیلی نہ تھیں، لیکن شعور اس کی خانہ پری کرتا تھا جو ان میں نہ تھا۔ یہ بالکل ایسا تھا جیسے کسی پہاڑی سڑک پر تاریکی میں کسی موٹر کار کو دوڑتے دیکھ جائے۔ اس کی روشنیاں کسی سخت موڑ پر چمکیں اور کسی چٹان کے پیچھے غائب ہوگئیں، پھر انھوں نے تاریکی کو چیرا اور پھر غائب ہو گئیں، اور اس بار زیادہ دیر کے لئے۔ لیکن وہ پھر ایک بار پہاڑ کے اوپر دکھائی دیتی ہیں — سامنے کی روشنیاں نہیں بلکہ آسمان کی طرف اٹھتی ہوئی ان کی شعاعیں۔ پھر اچانک موٹر کار ایک طرف دکھائی دیتی ہے، کسی جہاز کی طرح جس کو لہروں نے ساحل پر پھینک دیا ہو۔

دن حسب‌معمول گذرتے گئے۔ اگست ختم ہوکر ستمبر شروع ہوگیا۔ ماسکو میں ابھی گرمی تھی لیکن پارکوں میں پتیوں نے رنگ بدل دیا تھا اور آسمان شام کو اتنا روشن نہیں ہوتا تھا جتنا گرمیوں میں — وہ زیادہ گہرا، نیلا اور تاروں سے بھرا ہوا تھا اور ہوا میں خزاں کی مہک آگئی تھی۔ باکو سے ایک تار آیا — وہاں مشرق کی قوموں کی کانفرنس شروع ہوگئی تھی۔ مشرق کے تمام انقلابی جمع تھے — ڈیڑھ ہزار مندوبین۔ پھر ایک اور تار آیا — ریڈ نے کانگرس کے مندوبین کو مبارکباد دی تھی (پہاڑ کی موڑ پر پھر روشنی چمکی)۔

میں نے ریڈ کا تصور کیا کہ وہ کیسے پلیٹ‌فارم پر جاکر لوگوں کے خیرمقدم کا ھاتھ ھلاتے ہوئے جواب دے رہے ھیں۔ ھال ''امریکہ!،، کے نعروں سے گونج رہا ھے۔ اب ریڈ کا چہرہ زیادہ سخت ہوگیا، ان بھوؤں کے درمیان کا بل ٹھڈی کے گڑھے سے زیادہ گہرا اور درشت ہو گیا... ''رفیقو...،، پھر... (پہاڑ میں روشنیاں کافی دیر کے لئے غائب ہوگئیں)۔

شام کا وقت تھا جب کریملن سے ٹیلی‌فون آیا۔ ''سیور... سیورسکی معاھدے کے بارے میں اطلاعات درکار ھیں...،، میری کار کوزنیتسکی پل سے اتر کر نیگلینایا اسٹریٹ کی طرف مڑ گئی۔ شام کا دھندلکا پھیل رہا تھا لیکن سڑکوں کی روشنیاں ابھی نہیں جلی تھیں۔ شفق کا گہرا ارغوانی رنگ طوفان کی پیش گوئی کر رہا تھا۔ ہوا میں گھٹن تھی اور شہر گرمی سے تپ رہا تھا۔ لینن نے غالباً آخری نشست ختم کرلی ھے، اور اب وہ وقت آگیا ھے جب وہ اوپر کی روشنیاں بجھا دیں گے، اپنی میز کا لیمپ قریب کر لیں گے اور اس کے شیڈ کا سبزی مائل دھندلکا ان کے کاغذات، ان کی لمبی چمکتی ہوئی قینچی اور سنگ‌مرمر کے قلمدان پر پھیل جائےگا۔ یہی وہ وقت تھا جس کے لینن منتظر رہتے تھے، وہ وقت جسمیں وہ دنیا کے چھوٹے بڑے معاملات کی ذھنی تصویر مرتب کر سکتے تھے۔ ''وہ رہا سیور... بھلا اتحادیوں نے اس شہر کو بات‌چیت کےلئے کیوں منتخب کیا؟ کیا سیور میں قیصر جرمنی

کا ہیڈ کوارٹر نہیں رہ چکا ہے؟ کیا اس طرح سے وہ کچھ دکھانا چاہتے ہیں ؟،،

موٹرکار کریملن میں داخل ہوگئی۔ یہاں شہر سے زیادہ روشنی تھی۔ کریملن کی پہاڑی پر دن ماسکو سے رخصت ہو رہا تھا۔ لیکن ممکن ہے کہ یہ سب روشنی کریملن کی سفید دیواروں سے معکوس ہو رہی ہو۔ سفیدی کیا ہوا گھر ہمیشہ زیادہ روشن ہوتا ہے۔ لیکن شام نے یہاں بھی چھاپہ مارا تھا۔ اس کی چمک محل کی کھڑکیوں پر تھی جو گرم، گھلتی ہوئی شفق کی آئینہ‌داری کر رہی تھیں۔ لینن کے مطالعہ کے کمرے کی دو بڑی کھڑکیاں نیم تاریک تھیں، ان کی روشنی لینن کی میز کے سبز لیمپ شیڈ سے نہیں آرہی تھی۔ یہ ایک تھرتھراتی ہوئی پیلی روشنی تھی جیسے کسی نے آتش‌دان کا دہانہ کھول دیا ہو اور جلتے کوئلوں کا عکس دیوار پر چمک رہا ہو۔

انتظار کے کمرے میں غیرمعمولی خاموشی تھی۔ حالانکہ کھڑکی کھلی تھی لیکن دن کی باسی تمباکو کی خوشبو باقی تھی۔

''ہاں، ہاں، آجائیے۔ ،،

میں کتنی بار اس دروازے سے گذر چکا تھا اور ہمیشہ ایک ہی احساس کے ساتھ — دستے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے میرا دل تیز دھڑکنے لگتا تھا۔

''اچھا، مترجم صاحب ...،، ان میں چھیڑنے اور مذاق کرنے کی نہ رکنےوالی خواہش ابلی پڑتی تھی۔ لیکن وہ غیرمضرت‌رساں ہوتی تھی اور ایسی کہ قہقہوں سے شیشے تک ہلنے لگتے تھے۔ ان کے مطالعے کے کمرے میں اکثر قہقہے گونجتے تھے۔ کریملن کی زبردست دیواریں ان کے قہقہوں کو روکنے کے لئے کافی نہ تھیں کیونکہ وہ باہر کی گیلری میں بھی سنائی دیتے تھے اور جب ان کے مطالعہ کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوتا تھا تو انتظاروالے کمرے تک آتے تھے۔ لینن سے ملاقات کے منتظر لوگ ان کو سن کر خوش ہو جاتے تھے۔ ''ایلیچ ہنس رہے ہیں اور یہ اچھی نشانی ہے...،، پھر بھی جو لوگ

یہاں آتے جاتے رہتے تھے وہ جانتے تھے کہ اگرچہ یہ اچھی نشانی ہے لیکن اس کا اندازہ بڑھ چڑھ کر لگانے کی ضرورت نہیں ۔ ایلیچ ہمیشہ ہنستے رہتے تھے اور ہمیشہ سخت بھی تھے ۔ ''بیٹھ جایئے... ہاں ذرا قریب...،، انھوں نے مجھ سے کہا ۔ ان کو یہ پسند تھا کہ لوگ ان کے قریب بیٹھیں ۔ ''اچھا تو سیور کی بابتہ کیا ہے؟،،

اب میری سمجھ میں آیا کہ تھرتھراتی ہوئی روشنی کہاں سے آرہی تھی ۔ کریملن میں بجلی کی روشنی بند تھی (معلوم ہوا کہ انقلاب کے تین سال بعد کریملن میں بھی یہ ممکن تھا) ۔ لینن کی میز پر موم‌بتیاں جل رہی تھیں اور ان کی لویں میز پر یکساں روشنی پھیلا رہی تھیں ۔

''اچھا، سیور ؟ نہیں، مجھے ترکی سے دلچسپی ہے۔ معاہدے کے متعلق ان کے ردعمل کے بارے میں اور کیا معلوم ہوا؟ نہیں، میرا مطلب صرف ترکی کے پریس سے نہیں ہے۔ استنبول! استنبول کیا کہتا ہے؟ اطلاعات... ہمیں اس ملک سے بڑی اطلاعات چاہئیں ۔ آپ سمجھتے ہے نا میری بات؟،،

انھوں نے عینک لگالی، پرانی، دھات کے پتلے فریم کی اور بالکل بدل گئے ۔ میں نے ان کا ایک فوٹو عینک میں دیکھا تھا لیکن یہ بعد کی بات ہے، بہت بعد کی ۔

''اور جانتے ہیں آپ؟ ،، ان کی آنکھیں باریک تحریروالے ایک صفحے پر تیزی سے دوڑ رہی تھیں ۔ ان کا پڑھنے کا اپنا نرالا طریقہ تھا ۔ اکثر وہ آخر سے ابتدا کرتے تھے کیونکہ وہ یقین کرتے تھے کہ اس طرح ان کو معاملے کا نچوڑ جلد معلوم ہوجائے گا۔ ''اور جانتے ہیں آپ، سیور کا یہ سب معاملہ مشرق کے واقعات کو اور زیادہ اکساوا دیگا۔،، انھوں نے اپنی عینک اتار دی اور ان کے وہ خطوخال پھر واپس آگئے جو میں نے بہت سے فوٹوؤں میں دیکھے تھے ۔ ''مشرق کے واقعات کو اور زیادہ اکساوا دیگا۔،، وہ اپنی عینک ہاتھ میں لئے کرسی پر پیچھے جھک گئے اور کچھ دیرتک اوپر دیکھتے رہے۔ پھر وہ کھڑے ہوگئے۔ ان کے چہرے پر

سنجیدگی کے آثار نمودار ہوگئے : ''ابھی ڈاکٹروں کی یہ رپورٹ ملی ہے۔ ،، انھوں نے مجھے ایک بھورا کاغذ دیا۔ ''جان ریڈ بیمار ہیں۔ ،،

تقریباً ایک منٹ تک بالکل خاموشی رہی، صرف موم‌بتیوں کے چرچراہٹ کی آواز آرہی تھی۔

''ٹائفس، ولادیمیر ایلیچ ؟،،

'' ہاں۔ ،،

''کیا خطرے کا وقت گذر گیا ہے؟،،

'' نہیں، ابھی ہے...،،

انھوں نے میرے چہرے پر سخت گھبراہٹ دیکھی۔

''لیکن ۳۳ سال کی عمر کے بھی کچھ معنی ہیں... ہے نا؟،، انھوں نے پوچھا۔

مطالعہ کے کمرے کے سناٹے میں جسمیں صرف موم‌بتیوں کی چرچراہٹ مخل ہو رہی تھی میں نے اچانک کھانسی سنی، ریڈ کی، محتاط دل کے بیمار کی کھانسی۔

''لیکن ان کا دل، ولادیمیر ایلیچ۔ ،،

''دل ؟،،

وہ کھڑے ہوگئے اور پانی کا جگ لیکر پام کے گملے کے پاس چلے گئے۔ جب وہ اپنی بےچینی چھپانا چاہتے تھے تو ایسا کرتے تھے۔ وہ خشک مٹی کو پانی جذب کرتے دیکھتے رہے۔ انھوں نے جگ کو سیدھا کرلیا اور گملے سے صنوبر کی ایک ٹہنی لیکر مٹی کو کریدنے لگے جیسے وہ پودے کو پانی پینے میں مدد دینا چاہتے ہوں۔

''صرف پچھلے ہفتے ان کا خط میرے پاس آیا ہے،، لینن نے پودے سے نظر ہٹائے بغیر سوچتے ہوئے کہا ''ریڈ نے لکھا تھا کہ ان کی بیوی سمندر پار سے آئی ہیں۔ ،، وہ میز تک واپس آئے اور جگ کو رکھ دیا۔ ''خط ظاہر ہے کاروباری تھا، سوائے اس تفصیل کے، سمندر پاروالی۔ ،، ان کی آواز کانپ گئی۔ وہ ریڈ کے خط سے پریشان ہوگئے تھے یا کسی ایسی چیز سے جس کی یاد اس نے دلادی تھی۔ انھوں‌نے

ذرا مستحکم آواز میں کہا ''ریڈ ہمارے لئے ہمیشہ عزیز رہیں گے کیونکہ انھوں نے خاص بات سمجھ لی، سب سے خاص بات۔ یہ ان کے لئے کوئی آسان کام نہ تھا، آسان نہ تھا۔ ،،

اس شام میں نے لینن کے کردار کا ایک نیا رخ دیکھا۔ ریڈ کے ساتھ ان کے لگاؤ کی وضاحت کی کوشش کرتے ہوئے کسی نے کہا تھا: کیا وہ امریکی معاملات میں لینن کے مشیر نہیں تھے؟ مشیر؟ نہیں، ایسے مشیر کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ممکن ہے کہ وہ دوست اور ساتھ ملکر بات‌چیت کرنےوالے رہے ہوں۔ اس انسان کی طرف لینن کی دلکشی کا کیا باعث تھا؟ نئے روس سے محبت اور اس کو سمجھنے کی صلاحیت؟ بلا شبہ۔ انقلاب کے اصولوں پر ان کا یقین؟ ہاں۔ ان کی عقل‌ودانش؟ یہ بھی ممکن ہے۔ لیکن یہی سب کچھ نہیں تھا۔ باعمل اور باعزم ہستی کی حیثیت سے لینن کے لئے بڑے دل کا انسان، انسانی محبت، ہمدردی اور دلربائی کشش رکھتے تھے جو انسان کے خون کو منجمد نہیں ہونے دیتے۔

میں لینن سے رخصت ہوا۔ میری کار رات کے وقت ماسکو میں چلی جا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اندھیرے میں تاریخ کے میوزیم کے سرخ پتھروں، گہرے سرخ پتھروں کو، اس غیرمعمولی طور پر اندھیری اور تاروں سے محروم رات میں بالکل دھواں سا لگ گیا ہے۔ اونچے بادلوں نے آخری ستارے تک کو چھپا لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں ان سرخ پتھروں پر اور وہاں بادلوں میں ایک لفظ ''خطرہ،، تھا۔ کار کوزنیتسکی پل کے ناہموار پتھروں کے کھڑنجے کی چڑھائی پر جا رہی تھی اور میرے ذہن میں صرف ایک ھی لفظ تھا ''خطرہ، خطرہ، خطرہ...،، کہیں اس وسیع آسمان کے نیچے ایک انسان موت سے دوچار تھا۔ کہیں یہ لڑائی ہو رہی تھی، اب سب کچھ ہارا جا چکا تھا حتی‌کہ ہوش بھی لیکن دل باقی تھا (وہ سب سے آحر میں جائیگا)۔ جو کچھ بھی زندگی میں کہا گیا تھا اس رات سب اس انسان کے سر میں جمع ہو گیا تھا، سب کچھ: ''اور اب میں جو ہل (Joe Hill) پڑھونگا: سنتے ہو... 'اگر

میں سپاہی بنونگا تو لال جھنڈے کے سائے میں...، سنو نا!.. وہ روسی گیت کیسے شروع ہوتا ہے؟.. بس مجھے پہلے بول بتا دو... میں بھول گیا ہوں... میں سب کچھ بھول گیا ہوں...،، ظاہر ہے کہ شاید سارے الفاظ اس رات کو سر میں جمع ہو گئے ہوں لیکن ان کو یاد رکھنے کی طاقت نہیں رہی تھی... میری کار کوزنیتسکی پل پر اور چڑھتی گئی۔ میں نے آسمان کو دیکھا: بادل پہلے پھٹے اور پھر جڑ گئے۔ روشنی پھیل کر پھر غائب ہو گئی، اس کا ایک ذرہ بھی زمین تک نہ پہنچا۔

تین دن بعد مجھے پھر سیورسکی معاہدے کے متعلق ایک نئے فائل کے ساتھ کریملن طلب کیا گیا۔ عوامی کمیساروں کی کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا۔ رات کے دس بج چکے تھے اور ملاقاتیوں کے انتظار کا کمرہ خالی تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آخری ملاقاتی کو مطالعہ کے کمرے میں ابھی بلایا گیا ہے کیونکہ اس کی سگریٹ راکھدان میں ابھی تک جل رہی تھی۔ پھر میں نے اس کمرے میں کرسیوں کو پیچھے ہٹانے کی آواز سنی جہاں اجلاس ہو رہا تھا۔ دروازہ کھلا اور میں نے لینن کو دیکھا۔ ابھی اجلاس ختم ہوا تھا لیکن لینن ذرا رک گئے تھے تاکہ سکریٹریوں کو آخری ہدایات دے سکیں، کچھ غیرمتوقع سوالوں کا جواب دیں اور کسی کامریڈ کی ہمت‌افزائی کےلئے مذاق میں کچھ کہیں جس پر سخت نکتہ‌چینی ہوئی تھی۔ عام طور پر یہ لمحات بہت زندہ‌دلانہ اور چہل‌پہل کے ہوتے تھے۔ لیکن اس وقت خاموشی تھی، ہال میں غیرمعمولی خاموشی تھی، لوگ باتیں کرتے کرتے بیچ میں یکدم رک گئے تھے۔ لینن بڑی میز کے پاس کھڑے تھے اور ایک چھوٹے سے کاغذ کو دیکھ رہے تھے جو ان کے سامنے رکھا تھا۔ ظاہر تھا کہ جب وہ ہال چھوڑنےوالے تھے تو آخری لمحے کسی دوست نے ان کی طرف یہ کاغذ کھسکا دیا اور کچھ کہا۔ جھجکتے ہوئے کہا جیسے اس کو انہیں رنج اور صدمہ پہنچانے کا خوف ہو۔

''جان ریڈ...،، لینن نے بہت صاف آواز میں اور شاید معمول سے زیادہ زور سے کہا۔ ''ریڈ کا انتقال ہو گیا...،،

ہال میں خاموشی اور زیادہ ہوگئی۔ میں کھلے دروازے سے اس ہال کے اندر جو کچھ بھی دیکھ سکتا تھا حتی کہ کھڑکیوں کے پار بادلوں کے دھندلے خاکے بھی، ایک لمحے کے لئے اپنی جگہ پر جم گئے تھے۔

لینن مجھ سے صرف نصف شب کو ملے۔ وہ اپنی میز کے پاس بیٹھے تھے اور ان کا چہرہ بالکل راکھ کے رنگ کا ہو رہا تھا — وہ اس دن بہت تھکے ہوئے تھے۔

''سیور نے مشرق میں کیسا طوفان برپا کر دیا ہے!،، انھوں نے وہ کاغذات پڑھنے کے بعد کہا جو میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ ''یہ صرف ابتدا ہے،،۔ انکی آنکھیں دیوار پر ایک طرف لگے ہوئے ایشیا کے بڑے نقشے کو دیکھنے لگیں۔ ''اب وقت آگیا ہے کہ براعظم اٹھ کھڑے ہوں!،، وہ اٹھے اور نقشے تک گئے، تیزی کے ساتھ، جیسا کہ وہ عام طور پر بحث‌مباحثے والی گفتگو کے دوران کرتے تھے جبکہ ایک فوراً ڈھونڈا ہوا لفظ بحث کا فیصلہ کر دیتا تھا۔ ''مشرق...،، وہ رک گئے۔ ان کے چہرے پر درشتی آگئی اور ہاتھ... لیکن ہاتھ انھوں نے نہیں ہٹایا، وہ ابھی تک بحیرۂ کیسپین کے نیلے حصے پر تھا۔ ''شریف آدمی تھا،، لینن نے آہستہ سے کہا۔ کسی بات نے ریڈ کی یاد لینن کو دلا دی۔ ''ایسے قوانین ہیں جن کے مطابق قومیں انقلاب تک آتی ہیں۔ ریڈ کو یہ قوانین معلوم تھے۔،،

رات۔ ہلکی روشنی کھڑنجے کے پتھروں کو روشن کر رہی تھی۔ میں لال چوک پر جا رہا تھا۔ ہاں، میں اس جگہ پر رک گیا جہاں ریڈ کےساتھ کھڑا ہوا تھا۔ انھوں نے مجھکو یہاں چھوڑا تھا اور چوک کے بیچ میں جاکر رک گئے تھے اور بڑی دیرتک چاروں طرف دیکھتے رہے تھے۔ ''ایسے قوانین ہیں جن کے مطابق قومیں انقلاب تک آتی ہیں۔،، اور مجھے خیال آیا: قومیں اور افراد! جان ریڈ نے دنیابھر کا سفر کیا، سمندر پار کئے اور ٹھیک اسی جگہ پر آیا تاکہ وہ کریملن کی اس دیوار میں ابدی نیند سو سکے...

لینن (پیٹروگراد، جنوری ۱۹۱۸ء)





۱- درابکینا

اس کہانی کی لکھنے والی ایک بہت پرانی کمیونسٹ ہیں جو ۱۹۱۷ء سے لیننی پارٹی کی ممبر تھیں۔ ایلیزاویتا درابکینا نے اپنی جوانی میں لینن کے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کام کیا جن میں لینن کی بیوی نادیژدا کروپسکایا بھی تھیں۔ وہ لینن سے ذاتی طور پر واقف تھیں اور ان کی زندگی کے بہت سے واقعات کی مشاہد بھی جنکو انھوں نے اپنی کتاب ''سیاہ روٹی،، میں لکھا ہے۔ اسی کتاب سے یہ کہانی اس مجموعے میں شامل کی گئی ہے۔

آلیوشا کالینوف
کی تصویریں

یہ اکتوبر انقلاب کے کچھ پہلے کی بات ہے۔ کیرینسکی کی عارضی حکومت ابھی برسراقتدار تھی لیکن اس سے لوگوں کی مایوسی بڑھتی جا رہی تھی۔ ضلع کونسلوں کے انتخاب میں ہماری پارٹی کو ویبورگ ضلع میں اکثریت حاصل ہوئی۔ لینن کی بیوی، نادیژدا کونستانتینوونا کروپسکایا، ویبورگ کونسل کے تہذیبی‌وتعلیمی شعبے کی سربراہ ہو گئیں۔ یہ شعبہ صرف ایک کمرے پر مشتمل تھا جسمیں دو پرانی ٹیڑھی میزیں اور چند کرسیاں تھیں۔

نادیژدا کروپسکایا نے مجھ سے کہا کہ ان کے شعبے کو کارکنوں کی سخت ضرورت ہے اور وہ مجھے بچوں کے کھیل کود کا میدان منظم کرنے کا کام دینگی۔

میں بہت گھبرائی۔ ارے، میں تو یہاں سڑکوں پر مورچے کھڑے کرنے اور انقلاب کرنے کی تیاری کر رہی تھی اور مجھ سے بچوں کی ناک صاف کرنے کے لئے کہہ دیا گیا۔

''ہاں اسی لئے تاکہ انقلاب کیا جائے، تاکہ پرولتاریہ جانے کہ بالشویک کیا ہیں، ہمیں اور تمھیں ہر طرح کا کام کرنا پڑیگا جن میں بچوں کی ناک صاف کرنا بھی شامل ہے،، نادیژدا کروپسکایا نے کہا۔ ''ویبورگ ضلع **کونسل** ہمارے ملک میں ایسی واحد کونسل ہے جو ہماری پارٹی کے زیراثر ہے اور ہمیں پیٹروگراد اور سارے روس کے مزدوروں کو یہ دکھا دینا چاہئے کہ جب پرولتاریہ اقتدار اپنے ہاتھ میں لےلیگا تو بالشویک کیسے کام کریں‌گے۔،،

اپنا کام ختم کرکے نادیژدا کروپسکایا میرے ساتھ کھیل کے میدان کی جگہ تلاش کرنے چلیں۔ ہم دیر تک چلتے رہے اور آخرکار ہم کو ریلوے کے پل کے قریب ایک بڑا خالی میدان مل گیا جس پر جابجا گھاس اگی ہوئی تھی۔ ہم نے اس جگہ کھیل کا میدان بنانے کا فیصلہ کیا کیونکہ اس میدان کے گرد ایک باڑ تھی اور اس کے اندر چوبی سائبان بھی تھا۔

ہم نے ویبورگ کے کچھ نوجوان مزدوروں کی مدد سے اس میدان کو گھاس‌پھوس اور کوڑے کرکٹ سے صاف کیا، ریت، کوئی درجن

بھر لکڑی کے بچکانے کھرپے اور پھاوڑے، ایک گیند، چار کودنےوالی ڈوریاں، سفید کاغذ کے کئی پیکٹ، آبی رنگوں اور رنگین پنسلوں کے سٹ لائے۔ نئے کھیل کے میدان میں بچوں کو مدعو کرنےوالے پوسٹر سارے ضلع میں چپکا دئے گئے۔

کھیل کے میدان کا افتتاح دس بجے دن کو ہونا تھا۔ لیکن بچوں نے آٹھ ہی بجے سے باڑ کو گھیر لیا۔ وہ اس عجوبے کو دیکھنے کے مشتاق تھے جو وہاں ان کا انتظار کر رہا تھا۔

پھربھی جب باڑ کا دروازہ کھولا گیا تو سب کے سب اندر نہیں آئے۔ صرف تیس نے اندر آنے کا فیصلہ کیا، اس سے زیادہ نہیں۔ اور وہ بھی شرماتے ہوئے اور ڈانٹ پھٹکار سے ڈرتے ہوئے۔

میں نے ان کو کھلونے دئے، چھوٹوں کو ریت میں بٹھایا۔ یہ بچے جو قبل از وقت سن‌دار معلوم ہونے لگے تھے، رفتہ رفتہ کھل گئے اور خوش نظر آنے لگے۔ سرسری طور پر وہ معمولی کھیلتے ہوئے بچے لگتے تھے۔ لیکن اگر آپ کسی چھوٹی لڑکی کے پاس جاتے جو ماں بن کر کسی لکڑی پر چیتھڑے لپیٹے کھیل رہی ہوتی تو اس کو یہی بڑبڑاتے سنتے :

''واریا، رو مت! میری جان نہ کھا! اجرت ملنے دے۔ میں آلو خریدوں‌گی، ابال کر تیرے سامنے رکھونگی، بالکل رانی کی طرح پوری رکابی بھر کر!''

بارش شروع ہوگئی۔ لڑکوں کو سائبان میں جمع کرکے میں نے ان کو ڈرائنگ بنانے کے لئے بٹھا دیا۔ شکر ہے کہ ہمارے پاس کافی کاغذ اور برش تھے۔

بارش ختم ہونے پر میں نے ڈرائنگ کے کاغذ جمع کر لئے۔ بہت سی ڈرائنگوں کا کچھ سر پیر نہ تھا، بعض میں چمنی سے آسمان پر لہراتا ہوا دھواں نکلتے ہوئے گھر اور ہاتھ پھیلائے ہوئے چپٹے آدمی تھے۔ لیکن دو کاغذوں نے ، جن پر ایک لڑکے نے جسکا نام آلیوشا کالینوف تھا، ڈرائنگیں بنائی تھیں، مجھے متحیر کر دیا۔

ان میں کئی بار ایک ہی موضوع کو دھرایا گیا تھا : نیچے

شوخ رنگ تھے جنکی رنگارنگی اور انوکھاپن داستانی چڑیوں کی یاد دلاتے تھے اور ان کے اوپر ہر تصویر میں ایک طرح کے میلے نیلے بالکل ٹھیک جیومیٹری کے حساب سے کھنچے ہوئے مربعے تھے جو ہوا میں معلق تھے۔ اور یہ سب متحیرکن طور پر کیا گیا تھا اور اس سے بچپن کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔

مجھے معلوم ہوا کہ پھولوں کی ڈرائنگ بنائی گئی ہے۔ یہ آلیوشا نے خود بتایا۔ لیکن یہ پھول کیوں اتنے عجیب معلوم ہوتے تھے؟ اور پھر ان انوکھے مربعوں کا کیا مطلب تھا؟

میں لڑکے سے اس کے بارے میں پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ایسا شرمیلا تھا کہ میرے سوال سے اس کے سہم جانے کا امکان تھا۔ میں نے نادیژدا کروپسکایا سے مشورہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

آلیوشا کی ڈرائنگوں سے وہ بھی متاثر ہوئیں۔ انہوں نے لڑکے کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ لیکن میرے پاس بچوں کا رجسٹر تھا اور میں نے اس کا پتہ ڈھونڈ نکالا۔

''اس کے یہاں جاؤ،، نادیژدا کروپسکایا نے مجھ سے کہا۔ ''اور دیکھو کہ وہ کیسے رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ تب ہمیں بہت کچھ معلوم ہو جائے۔ ،،

اور میں پھر ویبورگ ضلع کی سنسان سڑکوں پر چل پڑی جو ہر طرح کی ہریالی سے محروم تھیں، ایک جھاڑی یا درخت نہیں نظر آرہا تھا۔ اور یہ رہا چھ منزلہ خستہ‌حال مکان جیسے وہ دوستوئفسکی کے کسی ناول کے ورقوں سے نکل کر آیا ہو۔ یہیں آلیوشا کالینوف رہتا تھا۔ صحن بالکل کسی کنوئیں کی تہہ کی طرح تھا۔ دور کونے میں خستہ‌حال قدمچوں کا زینہ ایک تہہ‌خانے تک گیا تھا اور لمبی اندھیری رہ‌گذر کے سرے پر دروازہ تھا۔

میں نے دستک دی۔ دروازہ خودبخود کھل گیا۔ میرے سامنے ایک تنگ اور لمبا کمرہ تھا جسمیں ایک ہی کھڑکی تھی۔ بستر پر ایک پھٹے مختلف رنگ کے ٹکڑوں سے بنے ہوئے لحاف میں

لپٹے تین چھوٹے بچے سو رہے تھے۔ آلیوشا کالینوف کھڑکی کے قریب بیٹھا تھا۔ میں اس کے پاس گئی، صاحب سلامت کی اور اس کے قریب بیٹھ کر کھڑکی سے دیکھنے لگی — اور میں نے دور اوپر وهی میلے نیلے رنگ کا آسمان کا ٹکڑا دیکھا جو اس نے اپنی هر ڈرائنگ میں بنایا تھا۔

اس لڑکے کو میں دس سال کا سمجھ رهی تھی لیکن وہ تیرہ سال کا تھا۔ وہ کبھی ویبورگ ضلع کے باهر نہیں گیا تھا اور اس نے کبھی پھول نہیں دیکھے تھے۔ وہ پھولوں کے لئے ناقابل بیان حسن کا تصور رکھتا تھا حتی کہ یہ بھی خیال کرتا تھا کہ وہ گاتے هیں...

جنگ کے پہلے دن سے هی اس کے باپ کی لام بندی هوگئی اور جلد هی محاذجنگ سے اس کے مرنے کی خبر بھی مل گئی۔ ماں دھوبن تھی اور چار بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے صبح سے شام تک کپڑے دھوتی تھی۔ آلیوشا اسکول نہیں جاتا تھا، وہ چھوٹے بچوں کی دیکھ‌بھال کرتا تھا۔

میں نے نادیژدا کروپسکایا سے یہ سب ماجرا کہا۔ وہ اپنے خوبصورت کانپتے هوئے هاتھ میز پر رکھے میری بات سنتی رهیں اور ان کے رخساروں پر بڑے بڑے خاموش آنسو بہ چلے۔ دوسرے دن انھوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے شام کو کشیسینسکایا محل میں ولادیمیر ایلیچ سے ملنے ضرور جانا چاهئے اور اپنے ساتھ آلیوشا کی ڈرائنگیں لے جانا چاهئے۔

کشیسینسکایا محل میں شام کو دیر سے پہنچ سکی۔ محل اور اس کے چاروں طرف مجمع اور هنگامہ تھا۔ ابھی یہ خبر آئی تھی کہ کیرینسکی کی مرضی سے محاذ پر جو حملہ کیا گیا تھا اسمیں شرمناک ناکامی هوئی اور قوم نے بہت سے سپاهیوں کی جانوں سے اس کی قیمت ادا کی۔ پیٹروگراد کے مزدور عارضی حکومت کے خلاف نفرت کے جذبے سے ابل رہے تھے۔

ولادیمیر ایلیچ کو میں نے دوسری منزل کے ایک کونے کے کمرے میں تلاش کر لیا۔ اس کمرے کی کچھ کھڑکیاں دریائے نیوا کی طرف کھلتی تھیں اور کچھ پیٹر یا پال قلعوں کی طرف۔

جب میں اندر گئی تو ولادیمیر ایلیچ لکھنےوالی میز کے پاس بیٹھے لکھ رہے تھے اور میز پر اخبار اور کتابیں پھیلی ہوئی تھیں۔ کھڑکیاں کھلی تھیں اور ان سے مجمع کا شور سمندر کی زبردست لہروں کی طرح آ رہا تھا۔

بات‌چیت شروع کرنے سے پہلے انھوں نے کونے میں رکھی ہوئی نیلی پالش کی ایک کیتلی سے میرے اور اپنے لئے چاۓ اونڈیلی اور میز پر شکردان اور کٹی ہوئی سیاہ روٹی کی پلیٹ رکھ دی۔ اس وقت شکر کی کمی تھی۔ ہم اس کو روٹی پر چھڑک کر چاۓ پیتے تھے، بقول ولادیمیر ایلیچ کے ''شکر کے سینڈوچ،، کھاتے تھے۔

پھر میں نے آلیوشا کی ڈرائنگیں نکالیں جن کو ولادیمیر ایلیچ دیر تک بہت غور سے دیکھتے رہے۔

''آہ !،، انھوں نے غصے سے کمرے کی دیوار پر گلابی مشجر اور سنگ‌مرمر کی چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''آلیوشا کو اپنے بچپن سے محروم کر دیا گیا تاکہ زار کی داشتہ ایسے عیش‌و عشرت کی زندگی گذار سکے۔،،

ایک کاغذ لیکر انھوں نے وہ سب لکھنا شروع کیا جو کھیل کے میدان میں میرے بچوں کے لئے کرنا ضروری تھا: ''ان کو شہر کے باھر قطعی لےجانا چاھئے، چاھے ایک ھی بار کیوں نہ ہو،، (انھوں نے قطعی کے نیچے دوھری لائن کھینچ دی)۔ ان کو گرما باغ قطعی لےجایا جائے (پھر انھوں نے قطعی کے نیچے دوھری لائن کھینچ دی)، ('' اور اوپری طبقے کے بچوں کو ان کے لئے جگہ دینے دو،،)، ان کے لئے کھیل اور گیند حاصل کرنا چاھئے۔ بچوں کی کتابوں کے بارے میں گورکی سے باتیں کرنا۔ ویبورگ کے لوگوں سے پوچھنا چاھئے کہ کیا کھیل کے میدان میں کیاریاں بنا کر پھول لگانا ان کے لئے ممکن ہوگا۔

دوسرے دن صبح کو ولادیمیر ایلیچ ھفتے بھر کے لئے فن‌لینڈ چلے گئے اور آلیوشا کی ڈرائنگیں اور اپنی یادداشتیں ساتھ لیتے گئے۔ انھوں نے کہا کہ وہ واپسی پر لڑکے سے ملنا چاھتے ھیں۔

چند ہی دن بعد ۵ — ۳ جولائی کے واقعات پیش آئے۔ ولادیمیر ایلیچ بتعجیل پیٹروگراد واپس آئے لیکن عارضی حکومت کی طرف سے گرفتاری اور قتل کے خطرے کیوجہ سے ان کو پوشیدہ ہونا پڑا۔ ان کے کاغذات کے ساتھ آلیوشا کی ڈرائنگیں بھی تلف ہو گئیں۔

اپنے چھپنے کی کئی جگہیں بدلتے ہوئے ولادیمیر ایلیچ آخر کار شہر سیستروریتسک کے مزدور بالشویک نکولائی الیکسیئےویچ ایمیلیانوف کے گھاس کے میدان تک پہنچے اور وہاں ایک جھونپڑی میں پوشیدہ رہے۔ نادیژدا کروپسکایا نے ان کٹھن مہینوں میں بھی ویبورگ ضلع کی کونسل میں اپنا کام پہلے کی طرح جاری رکھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح ضابط رہیں لیکن میری نا تجربہ‌کار نگاہیں تک یہ دیکھ سکتی تھیں کہ یہ ظاہری ضبط‌وسکون ان کے لئے کتنا مشقت‌آمیز تھا۔

مجھے یقین تھا کہ ولادیمیر ایلیچ ہم لوگوں کے بارے میں بالکل بھول گئے ہوں گے اور میرے کھیل کے میدان اور بچوں کے بارے میں جو کچھ وہ کرنا چاہتے تھے وہ یاد بھی نہ رہا ہوگا۔ اس لئے جولائی کے آخر میں جب نادیژدا کروپسکایا نے مجھسے کہا کہ اتوار کو بچوں کو موستامیاکی گھمانے لے جانے کے لئے جمع کیا جائے تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔

”اور ٹکٹوں کے لئے پیسے؟“

”کوئی ضرورت نہیں۔ سب پہلے سے تیار ہوگا۔“

اور واقعی، فن‌لینڈ اسٹیشن پر ایک خالی ڈبہ ہمارا منتظر تھا جس کو ہمارے ریلوے کے کامریڈوں نے تیار کیا تھا۔ انھوں نے ہمارے ڈبے کو پہلی روانہ ہونے‌والی ٹرین سے جوڑ دیا اور زوروں کی چہل‌پہل میں ہم روانہ ہوگئے!

موستامیاکی میں پارٹی کے پرانے کارکن الیکساندر میخائلوویچ ایگناتیئف نے ہمارا خیرمقدم کیا۔ بچوں کو چار چار کی قطاروں میں بانٹ دیا گیا۔ ایک لڑکے کے پاس (غالباً اتفاق سے نہیں) لال رنگ کا کپڑا تھا جس کو اس نے ایک لکڑی پر لگا لیا، اور ہم شان کے ساتھ جھنڈا لئے ایک مکان کی طرف چل پڑے۔ وہاں ہماری خاطر

باجرے کی مزیدار کھیر، دودھ والی میٹھی چاۓ اور جو کے کیکوں سے کی گئی۔

اور یہ سب ہمارے لئے ولادیمیر ایلیچ کی وجہ سے کیا گیا! اور وہ بھی جب ان کی حالت کیسی تھی — وہ تن تنہا، اس بھولی بسری جھونپڑی میں تھے اور جانتے تھے کہ کسی لمحے بھی ان کو گرفتار کرکے سچ مچ ٹکڑے ٹکڑے کیا جا سکتا ھے۔ پھر وہ صبح سے شام تک مضامین، کتابیں اور پمفلٹ لکھتے رہتے تھے، ان کے خیالات روس اور بین‌اقوامی مزدور تحریک کے انجام پر مرکوز تھے، اور ایسے وقت میں بھی وہ پچاس پرولتاری بچوں کےلئے خوشی کا دن فراہم کرنا نہیں بھولے۔

اس پرمسرت دن ہم نہاتے، جنگل میں گھومتے اور گاتے رہے۔ چھوٹے بچے خوشی سے شور مچا رہے تھے اور لمبی گھاس میں لوٹ رہے تھے۔ بچیاں پھولوں کے هار بنا رہی تھیں۔

صرف آلیوشا کالینوف اس طرح گھوم رہا تھا جیسے اس پر جادو کردیا گیا ہو۔ وہ خاموشی سے پھولوں کے پاس جاتا، ان کو دیکھتا اور بڑی احتیاط کے ساتھ انگلیوں کی نوکوں سے پنکھڑیوں کو سہلاتا۔

ایگناتیئف سے ہم نے یہ طے کیا کہ ہم آئندہ بھی قطعی آئیں گے۔ لیکن طوفانی سیاسی واقعات ایسا کرنے میں حائل ہوئے۔ ملک میں حالات روزبروز زیادہ کشیدہ ہوتے گئے۔ ویبورگ کے سرخ ضلع کے خلاف کھلم کھلا مہم شروع ہوگئی۔ بورژوا اخباروں نے مطالبہ کیا کہ اس ''بالشویک اکھاڑے'' کو ختم کردیا جائے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو کھیل کے میدان کی ضرورتوں کے بارے میں یاد دلایا تو انھوں نے آہ بھر کر اپنی گدیاں کھجلائیں اور میری طرف خطاوار نگاهوں سے دیکھ کر رہ گئے... لیکن کچھ کر نہ سکے۔

ستمبر سر پر آ گیا تھا اور اب کھیل کے میدان کی جگہ کوئی چھت چاهئے تھی لیکن نہ تو کوئی عمارت تھی اور نہ اس کےلئے

پیسہ۔ ہمارے دماغ دوسری طرف لگے ہوئے تھے۔ تمام پرولتاری نوجوان اپنی ساری طاقت اور سمجھ اکتوبر کے دھاوے کی تیاری میں پارٹی کی مدد کے لئے لگا رہے تھے۔

اس بات کا اعتراف شرمناک ہے لیکن میں ان دنوں آلیوشا کالینوف کے بارے میں بالکل بھول گئی اور میری حالت کیا ہوئی جب اکتوبر انقلاب کے بعد اسمولنی کی گیلری میں ولادیمیر ایلیچ سے مڈبھیڑ ہو گئی اور وہ فوراً مجھ سے آلیوشا کالینوف کے بارے میں پوچھ بیٹھے۔ میں ان کو کچھ بھی تو جواب نہ دے سکی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟،، ولادیمیر ایلیچ نے کہا۔ ''یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس خاندان کی تقدیر تمہارے ہاتھ میں ہے اور تم اس کے بارے میں بھول گئیں!،،

''ہاں مجھے... ہاں، میں...،،

''اچھا، اسمولنی کے کماندار کے دفتر جاؤ اور رفیقوں سے کہو کہ میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ کالینوف کے خاندان کو کسی اچھے فلیٹ میں منتقل کرنے کا انتظام کر دیں۔،،

کچھ دن بعد میں کالینوف خاندان کے نئے گھر گئی۔ اپنی اس خوش‌قسمتی پر یقین نہ کرتے ہوئے ماریا واسیلیونا کالینوا تیل کے کاروباری گوکاسوف کے شاندار مطالعہ کے کمرے میں چل پھر رہی تھیں جو بیرون ملک بھاگ گیا تھا، اور اپنے پھولے ہوئے دھوبن کے ہاتھوں سے نازک چینی کی نفیس چیزوں کو احتیاط سے ادھر ادھر جما رہی تھیں۔ جہاں تک آلیوشا کا سوال تھا وہ اس طرح ٹکٹکی باندھے دیوار پر لٹکا ہوا مشہور روسی مصور وروبیل کا اسکیچ ''بھوت،، دیکھ رہا تھا جیسے چاروں طرف کسی اور چیز کا وجود ہے ہی نہیں۔

بہر حال نومبر کے آخر میں ہمیں بچوں کے کلب کے لئے جگہ مل گئی۔ یہ اس بڑی عمارت کے تین کمرے تھے جس کا تصور کرکے عظیم روسی شاعر نیکراسوف نے اپنی نظم ''صدر دروازہ،، لکھی تھی۔

لیکن اب صدر دروازے پر وہ دیہاتوں سے آنے والے نہیں تھے جن کو بدماغ ''پہرےدار،، بھگا دیتے تھے بلکہ پیٹروگراد کے مزدور اور ان کے بچے تھے۔ زور شور سے کام شروع ہوا۔ ایندھن لایا گیا، فرش دھویا گیا، اپنی ضرورت کے مطابق فرنیچر کی ترتیب دی گئی اور زار کے ایک افسر کا مکان پیٹروگراد میں پہلے ''عالمی انقلاب کے نام پر مزدوروں کے بچوں کے کلب،، میں تبدیل کر دیا گیا۔ کلب کا سارا کام بچے خود کرتے تھے۔ وہ کلب کو صاف کرتے تھے، لکڑیاں چیرتے اور اسٹوو جلاتے تھے۔

میں مارچ ۱۹۱۸ء میں ماسکو چلی گئی لیکن یکم مئی کو پیٹروگراد واپس آئی۔ انقلاب کے شہیدوں کے چوک کے چبوترے کے پاس کھڑے ہوکر میں نے اپنے کلب کے بچوں کو گزرتے ہوئے دیکھا۔ ان کے پاس ایک بڑا پوسٹر تھا جسمیں سرخ قمیص پہنے ایک مزدور دکھایا گیا تھا۔ وہ اپنا ایک ہاتھ کسان کی طرف بڑھائے تھا اور دوسرے ہاتھ میں بھاری ہتھوڑا لئے تھا جس سے وہ سرمائے کی وہ زنجیر توڑ رہا تھا جو ساری دنیا کو اپنے حصار میں لئے تھی۔ اس پر لکھا تھا: ''خبردار، دنیا کی بورژوازی! ہم نگہہدار ہیں!،، میرے پاس آلیوشا کالینوف دوڑ کر آیا اور خوشی سے چلا کر بتانے لگا کہ یہ پوسٹر خود اس نے بنایا ہے۔

۱۹۲۰ء کی گرمیوں میں جب میں دوسری بار پیٹروگراد آئی تو معلوم ہوا کہ نوجوان کمیونسٹ لیگ کا ممبر آلیوشا کالینوف رضاکارانہ طور پر اس دستے میں بھرتی ہوگیا تھا جو محاذ کو بھیجا جا رہا تھا، اور وہ بستی پولکووا کے قریب سفید گارڈ کے جنرل یودینیچ کے جتھوں کے خلاف بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

لینن، کروپسکایا، ماریا اولیانووا
اور موٹر ڈرائیور استیپان گیل
(ماسکو ، یکم مئی ۱۹۱۸ء)



استیپان گیل

لینن سے متعلق واقعات میں استیپان گیل کی یادوں کو خاص جگہ حاصل ہے کیونکہ وہ لینن کے شوفر تھے اور چھہ سال تک (۲۴ — ۱۹۱۷ء) انقلاب کے عظیم لیڈر سے کافی قریب رہے اور ان کی زندگی کے بہت سے واقعات دیکھے۔

عمررسیدہ پنشن یافتہ استیپان گیل ''چھہ سال لینن کے ساتھ،، نامی کتاب کے مصنف ہیں جس سے یہ اقتباس لیا گیا ہے۔

استیپان گیل

لینن سے متعلق واقعات میں استیپان گیل کی یادوں کو خاص جگہ حاصل ہے کیونکہ وہ لینن کے شوفر تھے اور چھہ سال تک (۲۴ — ۱۹۱۷ء) انقلاب کے عظیم لیڈر سے کافی قریب رہے اور ان کی زندگی کے بہت سے واقعات دیکھے۔

عمررسیدہ پنشن‌یافتہ استیپان گیل ''چھہ سال لینن کے ساتھ،، نامی کتاب کے مصنف ہیں جس سے یہ اقتباس لیا گیا ہے۔

لینن پر
قاتلانہ حملہ

۱۹۱۸ء کا سال بہت ہی دشوارگذار زمانہ تھا۔ سوویت روس کی زندگی بہت ہی لرزاں تھی — دنیا میں عظیم‌ترین انقلاب کے پہلے سال کی زندگی۔

اس زمانے میں ولادیمیر ایلیچ تقریباً روزانہ کثیر تعداد عوام کے کھلے جلسوں میں جاتے تھے جو کارخانوں اور فیکٹریوں، چوکوں اور فوجی چھاؤنیوں میں ہوتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ لینن کو ایک ہی دن میں دو تین جلسوں میں تقریریں کرنی پڑتیں۔

یہ جلسے واقعی کھلے ہوتے تھے۔ کارخانوں کے پھاٹک جہاں یہ جلسے ہوتے تھے، ہر ایک کیلئے اپنے وسیع آغوش پھیلائے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ پھاٹکوں پر بڑے بڑے پوسٹر لٹکے رہتے تھے جو ان جلسوں میں آنےوالوں کو خوش‌آمدید کہتے تھے جن میں لینن تقریریں کرتے تھے۔

ولادیمیر ایلیچ کی جان کا سخت خطرہ دن میں کئی بار ہوتا تھا اور اس خطرے میں اس وجہ سے اور بھی اضافہ ہو گیا تھا کہ انھوں نے محافظ رکھنے سے قطعی انکار کر دیا تھا، وہ خود بھی کوئی اسلحہ نہیں رکھتے تھے (سوائے ایک چھوٹے سے ریوالور کے جس کو انھوں نے کبھی نہیں چلایا) اور مجھے بھی مسلح رہنے سے منع کر دیا تھا۔ ایک بار میری پیٹی سے کیس میں بند ریوالور لٹکتا دیکھ کر انھوں نے نرمی لیکن مستحکم لہجے میں کہا:

”تمھارے پاس یہ کیوں ہے، کامریڈ گیل؟ اس کو تو دور ہی رکھو!“

پھر بھی میں نے ریوالور اپنے پاس رکھا لیکن اسکو ولادیمیر ایلیچ سے چھپانے کےلئے میں نے قمیص کے نیچے پیٹی میں بلا کیس کے لگا رکھا تھا۔

۳۰ اگست ۱۹۱۸ء کے منحوس دن ہم نے یعنی ولادیمیر ایلیچ اور میں نے کئی چکر لگائے۔ ہم اناج کی منڈی کے ایک جلسے میں شرکت کر چکے تھے۔

ہم نے کوئی چھ بجے شام کو اناج کی منڈی چھوڑی اور

سیرپوخوفسکایا سڑک پر سابق میخلسون کارخانے کی طرف چلے۔ ہم اس کارخانے کئی بار پہلے بھی جا چکے تھے۔

جب ہماری موٹر میخلسون کارخانے کے احاطے میں پہنچی تو ابھی جلسہ شروع نہیں ہوا تھا۔ سب لینن کے منتظر تھے۔ بم بنانےوالے وسیع شاپ میں ہزاروں کا مجمع تھا۔ کچھ ایسا ہوا کہ ہمارا خیرمقدم کرنے کوئی نہیں آیا، نہ کارخانے کی کمیٹی کا کوئی ممبر اور نہ تو کوئی اور۔

ولادیمیر ایلیچ کار سے اترے اور تیزی سے شاپ کی طرف چلے اور میں نے کار کو موڑکر صحن سے باہر جانےوالے راستے کے رخ پر شاپ کے داخلے سے کوئی دس قدم کے فاصلے پر کھڑا کر دیا۔

چند منٹ بعد میرے پاس ایک عورت آئی جو ایک چھوٹا جیکٹ پہنے تھی اور اس کے ہاتھ میں کاغذات رکھنےوالا بیگ تھا۔ وہ بالکل کار کے پاس آکر رکی اور میں نے اس کو اچھی طرح دیکھا۔ وہ نوجوان اور دبلی پتلی تھی۔ اس کی سیاہ برانگیختہ آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ذرا بہکی سی عورت ہے۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور آواز نمایاں طور پر کانپ رہی تھی جب اس نے پوچھا:

''معلوم ہوتا ہے کامریڈ لینن آگئے ہیں؟،،

''مجھے نہیں معلوم کون آگیا ہے،، میں نے جواب دیا۔

وہ گھبرائی ہوئی ہنسی ہنسکر بولی:

''کیا بات ہوئی! آپ شوفر ہیں اور نہیں جانتے کہ کسکو لے جاتے ہیں؟،،

''مجھے کیا معلوم؟ کوئی مقرر ہوگا۔ بہت سے اس کار میں جاتے ہیں، سب کو تو نہیں جانتا،، میں نے سکون کے ساتھ جواب دیا۔

میں نے ہمیشہ سختی سے اس قاعدے کی پابندی کی کہ کسی کو یہ نہیں بتانا چاہئے کہ کون آیا ہے، کہاں سے آیا ہے اور آگے کہاں جائےگا۔

وہ عورت منہ بنا کر چلی گئی اور میں نے اس کو کارخانے کے اندر جاتے ہوئے دیکھا۔

مجھے خیال آیا: ''مجھسے کیوں بےتکلفی برتنے لگی اور وہ بھی اتنے اصرار کے ساتھ؟!،، لیکن ایسے بہت سے لوگ تھے جو یہ جاننا چاہتے کہ کون آیا اور کبھی تو بہت سے لوگ کار کو گھیر لیتے تھے۔ اس لئے میں نے اس عورت کے رویے اور باتوں کی طرف خاص توجہ نہیں کی۔

کوئی ایک گھنٹہ گذرا ہوگا کہ لوگوں کی پہلی بڑی بھیڑ کارخانے سے نکلی جن میں زیادہ‌تر مزدور تھے۔ ان سے تقریباً سارا صحن بھر گیا۔ میں سمجھ گیا کہ جلسہ ختم ہو گیا ہے اور جلدی سے کار اسٹارٹ کر دی۔ ولادیمیر ایلیچ ابھی نہیں دکھائی دے رہے تھے۔

چند منٹ بعد صحن میں ایک اور بڑی بھیڑ آئی جس کے آگے آگے ولادیمیر ایلیچ تھے۔ میں نے موٹر کا چکر سنبھال لیا اور گیئر کو اس طرح لگا دیا کہ کسی لمحے بھی میں موٹر کو چلا سکوں۔

موٹر کی طرف آتے ہوئے ولادیمیر ایلیچ مزدوروں سے جوش کے ساتھ باتیں کرتے جا رہے تھے۔ مزدور ان پر سوالات کی بوچھار کر رہے تھے، وہ ان کا جواب بہت دوستانہ انداز میں تفصیل کے ساتھ دے رہے تھے اور خود بھی کچھ سوال کرتے جاتے تھے۔ وہ موٹر کی طرف بہت آہستہ آرہے تھے اور اس سے دو تین قدم کے فاصلے پر رک گئے۔ مجمع میں سے کسی نے ان کے لئے موٹر کا دروازہ کھول دیا تھا۔

بات‌چیت دو تین منٹ تک ہوتی رہی۔ ولادیمیر ایلیچ کے دونوں طرف دو عورتیں ذرا ان سے آگے بڑھی ہوئی کھڑی تھیں۔ وہ فٹ‌بورڈ پر آخری قدم رکھنے ہی‌والے تھے کہ اچانک گولی کی آواز گونج گئی۔

اس وقت میں ولادیمیر ایلیچ کو دیکھ رہا تھا لیکن میں فوراً مڑا اور میں نے ایک عورت کو دیکھا — یہ وہی عورت تھی جس نے ایک گھنٹہ پہلے مجھ سے لینن کے بارے میں پوچھا تھا۔ وہ موٹر کے بائیں طرف، مڈگارڈ کے پاس کھڑی لینن کے سینے کا نشانہ لے رہی تھی۔

ایک اور گولی کی گونج ہوئی۔ میں نے فوراً موٹر کا انجن بند کیا اور اپنی پیٹی سے ریوالور کھینچ کر اس عورت کی طرف جھپٹا۔ اس کا ہاتھ تیسری گولی چلانے کےلئے بڑھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے ریوالور سے اس کے سر کا نشانہ لیا۔ اس نے اس کو دیکھا اور تیسری بار گولی چلاتے ہوئے اس کا ہاتھ کانپ گیا۔ آخری گولی جیسا کہ بعد کو معلوم ہوا، لینن کے قریب کھڑی ہوئی عورتوں میں سے ایک کے شانے پر لگی۔

میں گولی چلانے ہی والا تھا لیکن لینن پر گولی چلانےوالی اس بدذات نے اپنا پستول میرے پیروں کے قریب پھینکا اور تیزی سے مڑکر مجمع کے اندر گھستی ہوئی دروازے کی طرف بھاگی۔ ہر طرف لوگوں کی بھیڑ تھی اور مجھے بھاگتی عورت پر گولی چلانے کی ہمت نہیں ہوئی کیونکہ مزدوروں کی جان کا خطرہ تھا۔

میں چند قدم اس عورت کے پیچھے دوڑا لیکن پھر خیال آیا: ''اور ولادیمیر ایلیچ کا کیا ہوا؟.. وہ کیسے ہیں؟،، میں رک گیا۔ چند سکنڈ انتہائی خاموشی رہی۔ پھر اچانک ہر طرف سے آوازوں کی گونج ہوئی ''مار ڈالا! لینن کو مارڈالا!،، سارا مجمع دروازے کی طرف قاتلہ کے تعاقب میں بھاگا جس کی وجہ سے بڑی دھکم پیل ہوگئی۔ میں موٹر کی طرف لوٹا اور یہ دیکھ کر جم گیا کہ موٹر سے دو قدم کے فاصلے پر لینن زمین پر پڑے تھے۔ میں ان کی طرف جھپٹا۔ اسی لمحے مجمع سے بھرا ہوا صحن بالکل خالی ہو گیا تھا اور قاتلہ مجمع میں غائب ہوگئی تھی۔

میں لینن پر جھک گیا — کتنی خوش‌قسمتی کی بات تھی کہ وہ زندہ تھے اور بےہوش تک نہیں ہوئے تھے۔

''اسکو پکڑ لیا گیا یا نہیں؟،، انھوں نے آہستہ سے پوچھا۔ ظاہر ہے ان کا خیال تھا کہ کسی مرد نے ان پر گولی چلائی ہے۔

ولادیمیر ایلیچ مشکل سے بول رہے تھے۔ ان کی آواز بدل گئی تھی اور اسمیں کچھ خرخراہٹ پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے ان سے کہا:

''بولئے نہیں، آپ کے لئے مشکل...''

اور اسی سکنڈ میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ شاپ سے ایک آدمی ملاحوں کی ٹوپی پہنے ہماری طرف دوڑا آ رہا ہے۔ وہ اپنا بایاں ہاتھ زور سے ہلا رہا تھا اور دایاں ہاتھ اس کی جیب میں تھا۔ وہ سیدھا ولادیمیر ایلیچ کی طرف آ رہا تھا۔

یہ آدمی سر سے پیر تک مجھے بہت ہی مشتبہ لگا اور میں نے ولادیمیر ایلیچ کو اپنے جسم سے ڈھانک لیا، خاص طور سے ان کا سر، تقریباً ان پر لیٹ گیا۔

''رک جاؤ!'' میں نے پوری طاقت سے چلا کر کہا اور بھاگنے والے کی طرف اپنا ریوالور تان دیا۔

لیکن وہ ہماری طرف بھاگتا ہی رہا۔ تب میں پھر چلایا:

''رک جاؤ! گولی ماردونگا!''

ولادیمیر ایلیچ سے کچھ قدم کے فاصلے پر پہنچ کر وہ اچانک بائیں مڑ کر پھاٹک کی طرف بھاگا۔ اس نے اپنا ہاتھ جیب سے نہیں نکالا تھا۔

اسی وقت ایک عورت میرے پیچھے سے بھاگتی ہوئی آئی اور چلائی:

''کیا کر رہے ہو؟ مت گولی چلاؤ!''

ظاہر ہے اس کا خیال تھا کہ میں ولادیمیر ایلیچ کو گولی کا شکار بنانا چاہتا ہوں۔

میں اس کو جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ شاپ سے زور کی آواز آئی:

''یہ تو اپنا ہے، اپنا!''

میں نے تین مردوں کو دیکھا جو ریوالور ہاتھوں میں لئے میری طرف دوڑے آرہے تھے۔ میں پھر چلایا:

''رک جاؤ! تم کون ہو؟ گولی ماردونگا!''

انھوں نے فوراً جواب دیا:

''ہم، کامریڈ، کارخانے کی کمیٹی کے لوگ ہیں، اپنے...''

ان کو غور سے دیکھ کر میں نے ان میں سے ایک کو پہچان لیا۔ میں نے ان کو پہلے بھی دیکھا تھا جب ہم کارخانے آئے تھے۔ وہ ولادیمیر ایلیچ کے پاس آ گئے۔ یہ سب بہت جلد ہوا، بس ایک دو منٹ میں۔

ان میں سے کسی نے اس بات پر زور دیا کہ میں ولادیمیر ایلیچ کو قریب‌ترین اسپتال لے جاؤں۔ لیکن میں نے قطعی جواب دیا:

''میں ان کو کسی اسپتال نہیں لے جاؤنگا۔ میں ان کو گھر لے جاؤنگا۔ ''

ولادیمیر ایلیچ نے ہماری باتیں سنیں اور کہا:

''گھر، گھر...''

کارخانے کی کمیٹی کے کامریڈوں کی مدد سے، جن میں ایک فوجی کمیساریت کا بھی تھا، ہم نے ولادیمیر ایلیچ کو پیروں پر کھڑا ہونے میں مدد دی۔ وہ خود ہم لوگوں کی مدد سے چند قدم پر کھڑی موٹر تک آ گئے۔ ہم نے ان کو فٹ‌بورڈ تک اٹھایا اور وہ پچھلی نشست میں حسب‌معمول اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

موٹر چلانے کی جگہ پر بیٹھنے سے پہلے میں نے ٹھٹھک کر لینن کی طرف دیکھا۔ ان کا چہرہ پیلا تھا اور آنکھیں نیم وا تھیں۔ وہ بالکل سناٹے میں تھے۔ میرے دل کو ایسا صدمہ ہوا کہ درد سے میرے گلے میں پھندا سا پڑنے لگا... اس لمحے وہ میرے لئے خاص طور سے عزیزوقریب ہو گئے تھے جیسے کہ وہ عزیز ہو جاتے ہیں جن کو اچانک ہم ہمیشہ کے لئے کھو دینے‌والے ہوتے ہیں۔

لیکن یہ خیالوں میں کھونے کا وقت نہیں تھا بلکہ عمل کی ضرورت تھی۔ ولادیمیر ایلیچ کی زندگی بچانی تھی!

دو کامریڈ موٹر میں بیٹھ گئے — ایک میرے پاس اور دوسرا ایلیچ کے پاس۔ میں انتہائی تیزی کے ساتھ موٹر کو کریملن کی طرف چلانے لگا۔

میں راستے میں لینن کی طرف گھوم گھوم کر دیکھتا رہا۔ کریملن سے آدھے راستے پر وہ نشست کی پشت سے لگ گئے تھے لیکن وہ ایک

بار بھی نہ تو کراہے اور نہ انھوں نے کوئی آواز نکالی ۔ ان کا چہرہ اور پیلا ہو گیا تھا ۔ ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے کامریڈ ان کو ذرا سہارا دئیے رہے۔ تروئتسکی پھاٹک پر پہنچ کر میں نے موٹر روکی نہیں بلکہ سنتریوں سے چلا کر ''لینن!،، کہتا ہوا گذر گیا اور سیدھا ولادیمیر ایلیچ کے فلیٹ پہنچا۔

ولادیمیر ایلیچ جس گھر میں رہتے تھے، اس کے صدردروازے پر میں نے موٹر نہیں روکی تاکہ وہاں آتے جاتے یا اس سے قریب کھڑے لوگوں کی توجہ اس طرف نہ ہو بلکہ میں محراب کے پیچھے بغلی دروازے پر موٹر لے گیا۔

یہاں ہم تینوں نے ملکر ولادیمیر ایلیچ کو موٹر سے باہر نکلنے میں مدد دی ۔ ان کو درد سے تکلیف تھی۔ میں نے ان سے کہا :

''ہم آپ کو اٹھا کر لےجائیں گے، ولادیمیر ایلیچ ...،،

لیکن انھوں نے قطعی انکار کردیا ۔

ہم ان سے التجا کرنے لگے اور یقین دلانے لگے کہ ان کےلئے حرکت کرنا مشکل اور مضرت‌رساں ہے، خصوصاً سیڑھیوں پر چڑھنا لیکن کچھ بس نہ چلا اور انھوں نے استقلال کے ساتھ کہا :

''میں خود چلا جاؤنگا...،،

اور پھر انھوں نے میری طرف مخاطب ہوکر کہا :

''کوٹ اتارلو، اس طرح میرے لئے چلنا آسان ہوگا۔ ،،

میں نے احتیاط سے ان کا کوٹ اتارا اور وہ لوگوں کے سہارے چکردار سیڑھیوں پر چڑھ کر تیسری منزل تک گئے۔ اوپر چڑھتے ہوئے وہ بالکل خاموش رہے، میں نے کوئی آہ تک نہیں سنی ۔ سیڑھیوں پر ہمیں ماریا ایلینیچنا ملیں، اور ہم ولادیمیر ایلیچ کو سیدھے ان کی خوابگاہ لے گئے اور بستر پر لٹا دیا۔ ماریا ایلینیچنا بہت پریشان ہوگئیں ۔

''جلدی ٹیلیفون کرو! جلدی سے!،، انھوں نے مجھ سے التجا کی۔

اس پر ولادیمیر ایلیچ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور سکون کے ساتھ کہا :

"گھبراؤ نہیں، کوئی خاص بات نہیں... ھاتھ میں کچھ زخم آیا ھے۔"

دوسرے کمرے سے میں نے عوامی کمیساروں کے کونسل کے امور کے ڈائرکٹر بونچ برواییوچ کو ٹیلیفون کرکے سارا ماجرا بیان کرنا شروع کیا۔ انھوں نے مشکل سے میری بات سنی کیونکہ وقت قیمتی تھا اور کچھ کرنا تھا۔

عوامی کمیساروں کی کونسل کے جلسے میں حصہ لینے کیلئے سماجی سلامتی کے عوامی کمیسار وینوکوروف آپہنچے۔ وہ لینن کے فلیٹ آئے اور پھر بونچ برواییوچ بھی جلدھی پہنچ گئے۔

ولادیمیر ایلیچ دائیں کروٹ لیٹے تھے اور ھلکے ھلکے سے کراہ رھے تھے۔ سینہ اور بایاں ھاتھ کھولنے کے لئے ان کی قمیص کاٹ دی گئی تھی۔ ان کے بائیں شانے کے اوپری حصے میں دو چھوٹے زخم دکھائی دے رھے تھے۔ وینوکوروف نے ان پر آئیوڈین لگا دیا۔

ولادیمیر ایلیچ نے آنکھیں کھولدیں اور بیماروں کی طرح چاروں طرف دیکھتے ھوئے کہا:

"درد ھے، دل میں درد ھے..."

وینوکوروف اور بونچ برواییوچ نے ایلیچ سے ان کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ھوئے کہا:

"آپ کے دل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ھے۔ زخم صرف ھاتھ میں نظر آ رھے ھیں۔ یہ معکوس اعصابی درد ھے۔"

"زخم دکھائی دیتے ھیں؟ ھاتھ میں؟"

"ھاں۔"

وہ خاموش ھوگئے، آنکھیں بند کرلیں۔ پھر منٹ بھر میں وہ بہت ھی آھستہ آھستہ کراھنے لگے جیسے وہ ڈر رھے ھوں کہ شاید کوئی اس کی وجہ سے پریشان ھوگا۔

ان کا چہرہ اور زیادہ پیلا پڑ گیا تھا اور پیشانی بالکل زرد موم کی طرح تھی۔ وھاں موجود لوگوں پر بہت خوف طاری ھوگیا:

کیا ولادیمیر ایلیچ ہم کو ہمیشہ کےلئے چھوڑ رہے تھے؟ کیا یہ موت کا وقت تھا؟

بونچ بروایوچ نے ماسکو سوویت کو ٹیلی‌فون کرکے ڈیوٹی پر موجود سوویت کے ممبر اور دوسرے لوگوں سے کہا کہ وہ فوراً ڈاکٹروں کے لئے جائیں۔ انھوں نے کہا کہ فوراً اوبوخ اور وائسبرود نامی ڈاکٹروں اور ایک سرجن کو لائیں۔ کسی کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ ماسکو کی دوا کی دوکانوں سے تلاش کرکے آکسیجن کا تھیلا لائے۔ خود کریملن میں ابھی تک طبی امداد کا انتظام نہیں ہو سکا تھا۔ نہ تو دواخانہ تھا اور نہ اسپتال اور ان سب چیزوں کے لئے شہر جانے کی ضرورت تھی۔

یاکوف میخائلوویچ سویردلوف نے ولادیمیر ایلیچ کے زخمی ہونے کا حال معلوم کرکے فوراً ٹیلی‌فون کیا۔ بونچ بروایوچ نے ان کو اس واقعے کے بارے میں مختصر طور پر بتایا اور فوراً کوئی تجربےکار سرجن بلانے کی درخواست کی۔ سویردلوف نے کہا کہ وہ فوراً کسی کو پروفیسر مینتس کےلئے بھیج رہے ھیں اور وہ خود جلد ھی آ گئے۔

ماریا ایلینیچنا نے مجھسے درخواست کی کہ میں نادیژدا کروپسکایا کو اس حادثے کی اطلاع دے دوں لیکن ذرا احتیاط کے ساتھ۔ نادیژدا کروپسکایا تعلیم کے عوامی کمیساریت میں تھیں اور ان کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ میں گھر سے صحن میں اتر رہا تھا کہ عوامی کمیساروں کی کونسل کا کوئی اور شخص بھی آگیا تاکہ وہ میرے ساتھ جاکر نادیژدا کروپسکایا کو مطلع کرے۔

ہم صحن میں ان کا انتظار کرنے لگے۔ وہ جلد ھی آ گئیں۔ جب میں ان کے قریب جانے لگا تو غالباً میری پریشان صورت دیکھ کر انھوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ کوئی بہت وحشت‌ناک بات ہونی ھے کیونکہ وہ رک گئیں اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگیں:

''کچھ اور نہ بتاؤ، بس یہ بتا دو کہ وہ زندہ ھیں یا مار ڈالے گئے؟''

''میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ ولادیمیر ایلیچ ہلکے سے زخمی ہوئے ہیں،، میں نے جواب دیا۔

وہ ایک سکنڈ تک کھڑی رہیں اور پھر اوپر چلی گئیں۔ ہم خاموشی کے ساتھ ان کے پیچھے ولادیمیر ایلیچ کے بستر تک گئے۔ اب وہ بےہوش تھے۔

بونچ بروایوچ کی بیوی ویرا میخائلوونا ویلیچ کینا آگئیں۔ وہ ڈاکٹر تھیں۔ انھوں نے ایلیچ کے نبض کی دھڑکن سنی، ان کو مارفیا کا انجکشن دیا اور کہا کہ کوئی بھی سرجن کے آنے تک ان کو نہ چھیڑے، صرف جوتے اتار لئے جائیں اور جہاں تک ممکن ہو کپڑے بھی۔

ہوا یہ کہ امونیا کی ایک شیشی ہاتھوں ہاتھ جانے میں اچانک فرش پر گر کر ٹوٹ گئی۔ کمرہ امونیا کی بو سے بھر گیا اور ولادیمیر ایلیچ کو اچانک ہوش آگیا۔ وہ بولے:

''بہت اچھا...،،

انھوں نے گہری سانس لی اور پھر بےہوش ہوگئے۔ غالباً امونیا نے ان کو ذرا تازگی بخشی اور مارفیا نے ان کے درد کو کم کر دیا۔

پروفیسر مینتس آگئے۔ انھوں نے کسی سے صاحب سلامت نہیں کی اور ایک لمحہ بھی ضایع کئے بغیر سیدھے ولادیمیر ایلیچ کے پاس چلے گئے۔ ان کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے انھوں نے جلدی سے کہا:

''مارفیا!،،

''انجکشن دیا جا چکا ہے،، ویرا میخائلوونا نے جواب دیا۔

پروفیسر سفید لبادہ پہنے تھے۔ انھوں نے ولادیمیر ایلیچ کے بازو کے دونوں زخموں کے درمیان کا فاصلہ اپنی انگلیوں سے ناپا۔ ذرا سوچکر وہ لینن کے بازو اور سینے کو اپنی تیزرفتار اور لوچدار انگلیوں سے ٹٹولنے لگے۔ پروفیسر کے چہرے پر حیرانی کے آثار تھے۔ کمرے میں موت جیسی خاموشی تھی۔ لوگ سانس روکے کھڑے

تھے۔ سب پروفیسر کا فیصلہ سننے کے منتظر تھے۔ مینتس کبھی کبھی بڑبڑاتے جا رہے تھے:

''ایک تو ان کے بازو میں ہے... اور دوسری کہاں ہے؟ بڑی شریانوں کو نقصان نہیں پہنچا ہے۔ لیکن دوسری نہیں ہے۔ دوسری کہاں ہے؟..''

اچانک پروفیسر کی ٹکٹکی بندھ گئی اور چہرے پر سختی آگئی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے اور بہت زرد پڑ کر وہ تیزی کے ساتھ ولادیمیر ایلیچ کی گردن ٹٹولنے لگے۔

''یہ رہی!''

انھوں نے گردن کی دائیں طرف اشارہ کیا۔ کمرے میں موجود دوسرے ڈاکٹروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اب بہت کچھ صاف ہو چکا تھا۔ ناقابل برداشت خاموشی چھائی تھی۔ سب بلا کہے سمجھ گئے کہ خطرناک بات ہوئی ہے، ممکن ہے کہ مہلک ہو۔ مینتس کے حواس سب سے پہلے ٹھیک ہوئے۔ وہ بولے:

''ہاتھ دفتی پر رکھئے! کوئی دفتی نہیں ہے؟''

ایک دفتی کا ٹکڑا کہیں سے لایا گیا۔ مینتس نے اس کو جلدی سے ٹھیک کاٹا اور اس پر زخمی ہاتھ رکھ دیا۔

''اس طرح زیادہ اچھا رہے گا''، انھوں نے کہا۔

میں جلد ہی لینن کے فلیٹ سے نکل گیا۔ حالانکہ وہ بہت زخمی تھے اور ان کی حالت سنگین تھی لیکن میں نے اپنے کو اس طرح تسلی دینے کی کوشش کی کہ ڈاکٹر مدد کریں گے اور ولادیمیر ایلیچ مضبوط جسم اور دل کے انسان ہیں۔ میں لینن کی موت کے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دینا چاہتا تھا۔

دو تین دن میں یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ ولادیمیر ایلیچ کی جان بچ گئی ہے!

لینن پر قاتلانہ حملے کی پہلی ہی رات کو کچھ تفصیلات کا پتہ چل گیا۔

فینی کپلان جس نے لینن پر گولیاں چلائی تھیں، دہشت پسند

سوشلسٹ انقلابیوں کے ایک گروہ کی ممبر تھی۔ غنڈوں کے اسی گروہ نے پیٹروگراد میں اوریتسکی اور والودارسکی کو قتل کیا تھا۔

لینن پر گولی چلانے کے بعد یہ قاتل عورت مجمع کے ساتھ کارخانے کے دروازے کی طرف بھاگی۔ لوگ بھاگ رہے تھے۔ پہلے تو ان کو پتہ بھی نہ تھا کہ کس نے لینن پر گولی چلائی ہے۔ اس دہشت‌پسند عورت کو یہ امید تھی کہ وہ مجمع میں ملکر چپکے سے نکل جائے گی۔ کارخانے سے قریب ھی سڑک پر ایک گھوڑا گاڑی اس کی منتظر تھی لیکن وہ اس تک کبھی نہ پہنچ سکی کیونکہ اس حادثے کے درمیان جو بچے صحن میں تھے وہ اس کے پیچھے چلاتے اور اشارے کرتے ہوئے دوڑے:

”یہ رہی! یہ رہی!“

بچوں کی سمجھداری کی وجہ سے یہ دہشت‌پسند عورت پکڑ لی گئی۔ وہ ایک ٹرام کے سوئچ پوائنٹ کے پاس پکڑا کر کارخانے کے پھاٹک پر لائی گئی۔ مجمع غصے سے بپھرا ہوا تھا۔ بہت سے غصے سے بھرے ہوئے مزدور اس کی طرف بڑھے۔ اس کو اسی جگہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ھوتا اگر مزدوروں کے ایک گروہ نے اس حملے کو نہ روک لیا ھوتا۔ ان میں سے کسی نے زور سے کہا:

”کیا کرتے ھیں آپ، کامریڈ؟ اس سے پوچھ گچھ کی ضرورت ھے!“

گھنٹہ بھر بعد یہ ڈاکو عورت کپلان انقلاب دشمن سرگرمیوں کو دبانےوالے کل روسی ھنگامی کمیشن پہنچ چکی تھی۔

ملاحوں کی ٹوپی پہنے جو آدمی کپلان کے گولیاں چلانے کے بعد ولادیمیر ایلیچ کی طرف جھپٹا تھا، وہ بھی جلد ھی گرفتار کر لیا گیا۔ معلوم ھوا کہ وہ اس دہشت پسند عورت کا ساتھی تھا۔

* * *

لینن کے صحت‌مند جسم اور بیماری کے دوران انکی خاص دیکھ‌بھال نے اپنا کام کیا۔ دو تین ھفتوں میں ولادیمیر ایلیچ پھر عوامی کمیساروں کی کونسل کے جلسوں کی صدارت کرنے لگے۔

چند مہینے بعد وہ بالکل شفایاب اور ہمیشہ کی طرح زندہ‌دل ہوگئے، پھر وہ اسی سابق میخلسون کارخانے کے مزدوروں کے جلسے میں حصہ لینے گئے۔ مزدوروں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ان کا سب سے پہلا سوال تھا:

''آپ کی صحت کیسی ہے، ولادیمیر ایلیچ؟''

''شکریہ، بالکل ٹھیک ہے'' لینن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، اور جلسہ شروع ہوگیا۔

لینن کریملن میں ایک تقریر
ریکارڈ کرر ہے ہیں (مارچ ۱۹۱۹ء)



شکار

ایوان واسی‌لیئے‌ویچ الیابیئف کے پاس رات کو پیغام پہنچا۔ بڈھے شکاری کو ضلع کی انتظامیہ کمیٹی نے طلب کیا تھا۔ جب پیغام‌بر چلا گیا تو شکاری کی بیوی ماریا پیٹرووِنا نے بڈھے کی طرف سہمی سہمی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا:

''کس‌لئے بلایا ہے، ایوان؟،،

''ظاہر ہے کہ بلایا ہے تو کوئی کام ہی ہوگا۔،،

الیابیئف کی آواز پرسکون تھی لیکن نہ جانے کیوں بڈھے نے لیمپ جلادیا اور اپنی سفید داڑھی کے الجھے ہوئے بال کنگھے سے سلجھانے لگا۔ بوڑھی عورت اپنے بستر پر کروٹیں لیتی اور آھیں بھرتی رہی۔

مٹی کا تیل خراب تھا اور لیمپ دھواں دے رہا تھا۔ ایوان نے اسکی بتی نیچی کردی اور تخت پر لیٹ گیا لیکن دیر تک نہ سو سکا۔

صبح کو ایوان نے اپنے لمبے تہواری بوٹ اور نئی رنگارنگ قمیص پہنی اور پیدل شہر روانہ ہوگیا۔ صبح سویرے کی ٹھنڈک میں چلنا اچھا معلوم ہو رہا تھا۔ گیہوں کے کھیتوں میں بٹیریں بول رہی تھیں اور برچ کے پیڑوں میں کوے کاؤں کاؤں کر رہے تھے۔ ایوان اس شوروغل کو غور سے سن کر اداسی سے مسکرایا۔

''یہ ہے چڑیوں کی زندگی — نہ تو بوتی ھیں اور نہ کاٹتی ھیں لیکن سالوں بھر خوب کھاتی ھیں، کوئی فکر نہیں۔ اور وھاں مجھے بلایا گیا ہے۔،،

صدر کے ملاقات کے کمرے میں کیو لمبا تھا۔ ان میں دور گاؤں سے آئے ہوئے کسان، شہر کے لوگ، مضافات کے باغبان، سرخ فوج سے حال میں سبکدوش کئے ہوئے سپاھی تھے جو چوٹی‌دار ٹوپیاں دئے اور انمیں سامنے ستارے لگائے ہوئے تھے۔ سکریٹری نے ہر ایک سے اس کے کام کے بارے میں پوچھا۔

ایوان الیابیئف نے بھی اپنا نام لیا اور اس کی طرف وہ پیغام بڑھا دیا۔ لڑکی نے اس کی طرف بہت غور سے دیکھا۔

منٹ بھر میں صدر کے کمرے کا دروازہ کھلا اور بوڑھے نے خواب جیسی حالت میں لڑکی کی چھکتی ہوئی آواز سنی:

''اندر آجائیے، کامریڈ الیاییئف۔ ''

معمر صدر نے جنکی داڑھی مونچھیں صاف تھیں ایوان سے ہاتھ ملایا اور کرسی پر بیٹھنے کیلئے کہا۔ ایوان احتیاط کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔

''پہلے کی طرح اب بھی شکار کا مشغلہ جاری ہے؟''

''کبھی کبھی تھوڑا بہت'' ایوان نے جواب دیا۔ ''اب بوڑھا ہوگیا۔ '' ابھی تک یہ نہ سمجھتے ہوئے کہ اس سے کیا چاہتے ہیں اس نے یہی طے کیا کہ خاکساری سے کام لینا چاہئے۔ ''آنکھوں سے کم دکھائی دیتا ہے اور پیروں میں گٹھیا کی شکایت ہو چلی ہے۔ میرے خیال میں اب جلد ہی شکار وکار چھوڑ دینا پڑیگا۔ ''

''اچھا، اچھا'' صدر نے مبہم انداز میں کہا لیکن بڈھے کو اپنی تیز فہم اور چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ ''بوڑھے ہوگئے، کیا کہتے ہو؟ لیکن میرے خیال میں تو تم کافی مضبوط ہو۔ دیکھو، ایک شکاری آرہا ہے۔ ہم نے تم کو اس کے رہبر کی حیثیت سے چنا ہے۔ کل کہیں جانا نہیں۔ اس کو اچھی اچھی جگہیں دکھانا۔ ''

''یہ میں کر سکتا ہوں، یہ کام میرا جانا ہوا ہے'' ایوان نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''ہاں یہ تو بتائیے کہ کون آرہا ہے؟ ''

صدر نے آنکھیں میچیں اور مسکرایا۔

''آئیگا تو خود دیکھ لینا۔ لیکن بھائی میرے، دیکھو اس بات کا چرچا گاؤں میں نہ کرنا۔ ''

الیاییئف چوکنا ہوگیا۔

''راز ہے؟''

''راز، راز تو نہیں ہے لیکن اس کا چرچا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دیہاتی ہر طرح کے سوال لے کر آجائیں گے اور ان کو آرام کی ضرورت ہے۔ ''

ایوان نے سر ہلایا: ''سمجھ گیا، سمجھ گیا۔''

اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور صدر رسیور اٹھا کر کسی سے باتیں کرنے لگا۔

ایوان کو یہ یاد کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ کبھی وہ سارے اطراف میں کتنا مشہور تھا۔ افسران اکثر اس کو اپنے کتے سدھانے کیلئے دیتے تھے اور اس کے یہاں شکار کھیلنے آتے تھے۔ ہر ایک اس کی نشانہ‌بازی، جنگلوں، جانوروں اور چڑیوں کے بارے میں واقفیت پر عش عش کرتا تھا۔ بڑے بڑے افسران بھی اس کے پاس وقتاً فوقتاً آتے رہتے تھے اور کہتے تھے:

''ہم کو جنگل لےچلو، شکار کھیلنا چاہتے ہیں!''

اور وہ ان کو لےجاتا۔ وہ افسرانہ رویہ اختیار کرتے اور اس کو بہت کم پیسے دیتے۔ اس پر بھی ایوان خوش رہتا تھا کہ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ شکار کے لئے جاتا ہے جن کے لباس امیرانہ ہوتے تھے، ان کے پاس قیمتی بندوقیں اور اچھی نسل کے کتے ہوتے تھے! حتی کہ اس کا پڑوسی نیکیتا پانکوف بھی جو بدزبان اور برا آدمی تھا ایسے دنوں ایوان پر رشک کرنے لگتا تھا۔

ایک ایسا بھی واقعہ ہوا تھا جب شکار میں کسی معمولی سی غلطی پر ایک سرکاری افسر نے اس کے چہرے پر درخت کی ٹہنی ماری تھی۔ اور ایک بار ایک فوجی افسر نے مذاق مذاق میں اس کو حکم دیا کہ اپنی جگہ سے ٹلے بغیر چار لٹر وودکا پی‌جائے۔ ایوان پی‌کر اپنے ہوش‌وحواس تقریباً کھو بیٹھا اور خیریت تو یہ ہوئی کہ دل پر اثر پڑنے سے مرا نہیں۔ ان باتوں کے بارے میں پڑوسی نہیں جانتے تھے کیونکہ ایسی باتوں کے بارے میں ایوان ڈینگیں نہیں مارتا تھا۔

جنگ شروع ہوگئی اور پھر انقلاب ہوگیا۔ بارود اور چھرے خریدنا ناممکن ہوگیا۔ ایوان الیابییف نے یہ سوچنا شروع کردیا کہ وہ اب کبھی رہبر نہیں بن سکےگا، کہ اس کی کسی کو ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر اس کو یاد کیا گیا! وہ بڑی مشکل سے اپنی خوشی کو چھپا سکا۔

صدر ٹیلیفون کی بات‌چیت ختم کرکے پھر ایوان کی طرف مڑا۔
''اچھا، تو طے ہوگیا؟ بندوق اپنے ساتھ لےجانا لیکن شکار چاھے جھاں سے اٹھے تم خود گولی نه چلانا۔ کسی طرح بھی نہیں! تمھارا کام یه ھے که تم چڑیاں اس کی طرف لاؤ۔ دیکھو وہ اس کو نہیں پسند کرتا که تم شکار مار کر اس کے جھولے میں ٹھونس دو ۔ جتنا چاھےگا وہ خود شکار کھیلےگا۔ اگر وہ کچھ بھی نہیں شکار کرسکےگا تو ناراض نہیں ھوگا۔ ،،

''مطمئن رھئے،، ایوان نے کہا ۔ '' آپ کی بات بالکل ٹھیک ٹھیک پوری کرونگا ۔ میں جانتا ھوں که چڑیاں کہاں کہاں ھیں ۔ ،،

واپس ھوتے ھوئے ایوان راستے میں چاروں طرف خوشی خوشی دیکھتا جا رھا تھا اور کبھی کبھی رک کر اپنا بجھا ھوا پائپ سلگا لیتا تھا۔

''بھلا کون آرھا ھے؟ اور وہ بھی ماسکو سے ؟،،

ماریا پیٹرووونا نے جب بوڑھے سے سنا که کوئی اھم مہمان آرھا ھے تو وہ بھی خوش ھوئی۔ اس نے فرش دھونا، کونوں سے جالے صاف کرنا اور جھونپڑی کا سامان ٹھیک ٹھاک کرنا شروع کردیا۔

۲

گردآلود موٹرکار ایوان کے گھر شام کو پہنچی۔ شوفر نے ھلکے سے ھارن بجایا ۔ الیابیئف بھاگ کر برساتی میں آگیا اور خوشی سے مسکرانے لگا۔

''آیئے، عزیز مہمان! مہربانی کرکے اندر آیئے ! ،،

ایک گٹھے جسم کا آدمی بادامی جیکٹ اور لمبے بوٹ پہنے موٹر سے باھر نکلا۔ اس کے دائیں ھاتھ میں بندوق کا چمڑے کا کیس تھا۔

''سلام،، اس نے نرمی سے کہا اور ایوان سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔

ایوان الیابیئف ایک لمحے کیلئے گھبرا سا گیا اور اس کے چہرے پر وہ تاثر تھا جس کے ساتھ وہ پہلے افسروں کا خیرمقدم کرتا

تھا لیکن اس مہمان نے اس کو انتہائی دوستانہ مسکراہٹ سے جواب دیا اور اس مسکراہٹ نے دونوں کو قریب کردیا۔

شوفر نے کار صحن میں کھڑی کردی اور مہمان جھونپڑی کی دیوار کے سامنے ایک مٹی کے تودے پر بیٹھ‌کر رومال سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگا۔ ایوان نے اپنی آنکھیں اس کی طرف سے نہیں ہٹائیں۔ سڑک پر مویشیوں کا ایک گلہ گزر رہا تھا اور گلہ‌بان اپنے لمبے لمبے کوڑے سڑکا رہا تھا۔ مویشی خوب کھائے پئے اور مضبوط تھے۔ مہمان نے گایوں، گاؤں کے صاف ستھرے بنگلوں اور شفاف نیلے آسمان کو دیکھا۔

ایوان نے ایک بار پھر مہمان کو غور سے دیکھا: ''یہ تو وہی ہیں!،، اس نے اس عزیز چہرے کو اخباروں کے فوٹوؤں میں دیکھا تھا، یہ ابھری ہوئی پیشانی۔ بس، سمجھ میں آگیا۔ وہی ہیں!

''آپ کامریڈ لینن تو نہیں ہیں؟،،

''ہاں، ہاں، آپ نے غلطی نہیں کی،، ولادیمیر ایلیچ نے کہا۔
''اور آپ کو غالباً ایوان واسی‌لیئےویچ کہتے ہیں؟،،

''بالکل ٹھیک، ولادیمیر ایلیچ!،، ایوان نے خوشی میں زور سے کہا اور بنگلے کے اندر اتنے زور میں بھاگا کہ بوڑھیا کو گراتے گراتے رہ گیا۔

''ارے ماں، جلدی کر! خود لینن آئے ہیں۔ عوامی کمیساروں کی کونسل کے صدر! کیا سمجھیں!،،

''اچھا،، ماریا پیٹرووونا نے ذرا شبہ سے کہا۔

''میں کہہ رہا ہوں، نا۔ دیکھ ذرا زبان نہ چلانا۔،،

الیابیئف الٹے پیروں پھر برساتی میں بھاگ گیا۔

''چائے تیار کی جائے، ولادیمیر ایلیچ؟ یا گائے کا تازہ دودھ؟،،

''شکریہ،، لینن نے کہا۔ ،، چائے سے انکار نہیں۔،،

سماوار کے پاس بیٹھکر لینن نے بہت کم بات‌چیت کی۔ غالباً وہ موٹر کے طویل سفر سے تھک گئے تھے۔ صرف انھوں نے اس علاقے

میں شکار کے بارے میں پوچھا، ایوان کے جوابوں کو غور سے سنا اور پھر کہا کہ گھاس کے کوٹھے میں ان کا بستر لگا دیا جائے۔

نئی سوکھائی ہوئی گھاس سے بھرے کوٹھے تک مہمان کو پہنچانے کے بعد ایوان اپنے تخت پر لیٹ گیا۔ اگلا دن ذرا سخت تھا اور اس کو اچھی طرح سونا تھا لیکن وہ نہیں سویا۔ بوڑھے کو خیالات چھیڑتے رہے۔ وہ آنےوالے شکار کے بارے میں سوچتا اور ڈرتا رہا کہ اگر وہ کامیاب نہ ہوئے تو کیا ہوگا۔ پچھلے دنوں وہ جنگل نہیں گیا تھا اور اس کو ٹھیک سے پتہ نہ تھا کہ چڑیاں کہاں ہونگی۔

۳

ابھی پوپھوٹ رہی تھی، گاؤں کے لوگ سو رہے تھے اور سڑک پر سناٹا تھا۔ فضا میں سیبوں کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ لینن اور الیابیئف مشکل سے نظر آنےوالی ایک پگڈنڈی پر چل کر باغوں سے ہوتے ہوئے کھیتوں میں پہنچ گئے۔ ایوان آگے چل رہا تھا اور لینن کبھی رک کر اناج کے کھیتوں کو دیکھنے لگتے اور پھر لپک کر ایوان کے پاس پہنچ جاتے۔

تیز آوازیں سنائی دینے لگیں : دو ھنس پہلو سے اڑے جا رہے تھے۔ ولادیمیر ایلیچ نے ان کے بڑے پروں کی آواز سنی اور انکا ھاتھ اپنی بندوق کی طرف بلا ارادہ بڑھا۔ ایوان نے اس کو دیکھا اور بولا :

''دور ھیں، کامریڈ لینن۔''

''ھاں، نشانہ نہیں پہنچتا''، لینن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''اور پھر ان کو نشانہ بناتے بھی افسوس ہوتا ھے -- خوبصورت چڑیاں ھیں۔''

لال کتا آکسائی آگے بھاگتا لیکن ایوان کے ہلکے سے پکارنے پر واپس آجاتا۔ ہوا ھلکی سی، گرم اور مہکتی ہوئی تھی۔ کم ہوتا ہوا اندھیرا یکایک غائب ہوگیا اور دائیں طرف برچ کے درختوں کا ایک جھنڈ اور بائیں طرف سرسبز چراگاھوں کے بیچ دریا چمک رہا تھا۔ کہیں سے گولی چلنے کی آواز آئی۔

ایوان چونک پڑا۔

''ممکن ہے کہ ہم دریا پر چلیں، ولادیمیر ایلیچ ؟ آجکل مرغابیاں بہت ہیں اور میرے پاس کشتی ہے۔''

''یہ بھی ٹھیک رہے گا''، لینن نے رضامندی کا اظہار کیا۔

وہ دریا کے کنارے کی طرف مڑ گئے۔ شبنم‌آلود گھاس پر چلنے میں لطف آرہا تھا لیکن راستہ بہت طویل معلوم ہوتا تھا کیونکہ اب دونوں بےچین ہو چلے تھے۔

آگے وادی میں یکےبعددیگرے گولیاں چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور ندی کے کناروں پر ڈری ہوئی مرغابیاں اڑ رہی تھیں۔

''ہمارے گاؤں کے لوگ گولیاں چلا رہے ہیں''، ایوان نے کہا۔ ''آج شکار کے سیزن کا افتتاح ہو رہا ہے۔ اس دن وہ صبح سویرے سے ہی شکار شروع کردیتے ہیں۔ کوئی بھی شکاری گھر پر نہیں بیٹھتا۔ کانے لولے سبھی نکل آتے ہیں!''

جب وہ نیچے اتر کر دریا پر پہنچے الیابیئف نے ایک سپاٹ پیندےوالی کشتی کھولی، پتوار ٹھیک جگہ پر لگائے لیکن پھر کچھ عجیب طرح سے سونگھا۔

''شام کو بارش ہوگی۔''

کتا کود کر کشتی میں آگیا اور حسب‌معمول پیندے میں جا کر لیٹ گیا۔ ولادیمیر ایلیچ پچھلے حصے میں بیٹھ گئے اور ایوان نے کشتی کو کنارے سے ڈھکیلا۔ کشتی کنارے کنارے چل نکلی۔ پتواروں کی جنبش سے پانی میں ایک چمکتی دھارا سی بنتی جا رہی تھی۔ لینن نے چاروں طرف دیکھا — دوسری طرف پہاڑیاں صبح کی دھوپ میں گلابی ہو چلی تھیں اور دریا ابھی ہلکے چمکدار کہر میں لپٹا ہوا تھا۔

''اپنی بندوق تیار رکھئے، ولادیمیر ایلیچ''، ایوان نے کہا۔ ''مرغابیاں ہر جگہ اٹھ رہی ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے اوپر سے اڑیں۔ میری کشتی مستحکم ہے اور آپ اطمینان سے نشانہ لےسکتے ہیں۔''

ولادیمیر ایلیچ نے اپنی بندوق کھول کر اسمیں کارتوس بھرے۔ دریا ٹیڑھا میڑھا تھا اور اس کے بیچ میں نرسل اگی ہوئی تھی۔ ایوان کشتی کو نرسلوں کے اندر لے گیا اور وہاں اس کو باندھ دیا۔ دریا کے کنارے بیدمجنوں کے جھنڈوں میں گاؤں کے وہ شکاری کھڑے تھے جنکے پاس نہ تو کشتیاں تھیں اور نہ کتے۔

اتوار کا دن تھا اور ساتھ ہی شکار کے افتتاح کا بھی اسلئے شکاری ذرا پئے ہوئے تھے۔ دریا کی فضا میں شور بھرا ہوا تھا۔ لیکن جب مرغابیاں اڑکر آتیں تو خاموشی چھا جاتی تھی۔ پھر جھاڑیوں سے گولیاں چلتیں، ایک دو چڑیاں گر جاتیں اور سہما ہوا غول پہلو سے نکل کر بلندی پر چلا جاتا تھا۔ صرف سفید، میلے نیلگوں رنگ کی سینےوالی ایک چڑیا گولیوں کی آواز سے بےنیاز مچھلیاں پکڑ رہی تھی۔ وہ دریا پر بلند ہوتی اور پھر اپنی دوشاخہ دم کو ہلاتی ہوئی پانی میں شکار پر جھپٹتی۔ اس کے نیچے پانی شور کے ساتھ ادھر ادھر ہٹ کر حلقے بنا دیتا۔

مرغابیوں کا ایک اور جھنڈ اڑ کر آیا اور لینن نے اس پر اپنی دونوں نالیں خالی کردیں۔ ایک چڑیا کشتی کے پاس گری جبکہ دوسری جھنڈ سے الگ ہوکر پھڑپھڑاتی ہوئی نیچے آنے لگی۔

''یہ بھی ختم ہو گئی!،، ایوان نے چلا کر کہا۔ ''اچھی ابتدا ہے، ولادیمیر ایلیچ !،،

اچانک جھاڑیوں کے پیچھے سے گولی چلی اور لینن کی زخمی کی ہوئی چڑیا لہراتی ہوئی نیچے آگئی۔ الیابیئف کا پڑوسی نیکیتا پانکوف جھاڑیوں سے کودکر نکلا اور ایک گولی سے چڑیا کا خاتمہ کرکے اس کو اٹھا لیا اور اطمینان سے اپنی کمین‌گاہ کو واپس جانے لگا۔

''کیا کرتے ہو؟ ،، ایوان نے گرج کر کہا۔ ''دوسرے کی مرغابی اڑائے لئے جا رہے ہو؟،،

''اگر تمہاری ہوتی توتم نے اسے اٹھا لیا ہوتا،، نیکیتا نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ ''تم بھی کیا شکاری ہو !،،

ولادیمیر ایلیچ اس آدمی سے ایوان کو جھگڑتے سنکر مسکرائے۔
''جانتے بھی ہو کہ یہ کسی کی مرغابی ہے؟،، ایوان نے ناراض ہوکر پوچھا۔ ''یہ مرغابی...،،
ولادیمیر ایلیچ نے ایوان کا کوٹ کھینچا اور چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا :
''ایوان واسی‌لیئےویچ، پریشان مت ہو۔ میں نے اس کو زخمی کیا اور اس نے ختم کیا۔ لےجانے دو اور ماریں گے۔،،
الیابیئف کو یاد آگیا کہ جب جاگیردار والکوف کی زمین تقسیم ہونے لگی تھی تو یہی موذی نیکیتا چلایا تھا : ''الیابیئف امیر لوگوں سے میل جول رکھتا تھا اور اب زمین مانگتا ہے! ہم اسکےلئے تیار نہیں ہیں !،، کچھ کسانوں نے نیکیتا سے اتفاق کیا تھا۔ ایوان بہت ناراض ہوا تھا اور دھمکی دی تھی کہ وہ خود لینن سے شکایت کریگا۔ گاؤں‌والوں نے اس سے انکار کردیا کہ افسروں کے ساتھ شکار کھیلنے کی وجہ سے ایوان کو زمین سے محروم کر دیا جائے اور پڑوسیوں نے غل شور تو کیا تھا لیکن نیکیتا کا ساتھ نہیں دیا۔ اب ایوان کے پرانے زخم پھر نئے زور کے ساتھ ابھر آئے تھے۔ اسکا چہرہ بدل گیا تھا اور تیوریوں پر بل تھے۔ اس نے غصے سے کہا :
''یہ بڑی بری بات ہے، کامریڈ لینن! کیسی بات ہے، ہماری آنکھوں کے سامنے سے چڑیا اڑائے لئے جا رہا ہے؟ میں اس سے ...،،
''خاموش !،، لینن نے کہا۔ ''مرغابیاں ہماری طرف مڑ رہی ہیں۔،،
الیابیئف کشتی پر نیچے جھک گیا اور لینن نے نشانہ ٹھیک کرتے ہوئے گولی چلادی۔ ایک مرغابی چرخ کھاتی ہوئی پانی میں گری۔
''آ کساتی!،، ایوان نے حکم دیا۔
شکاری کتا کشتی سے کودا اور پیرتا ہوا چلا۔ ولادیمیر ایلیچ کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ دریا پر یہ صبح بہت اچھی

تھی اور ان کو اپنا بچپن اور جوانی یاد آ رہی تھی۔ کازان کے قریب گاؤں کوکوشکینو یاد آیا جہاں وہ اپنے بھائی دمیتری کے ساتھ شکار کو جایا کرتے تھے۔ اکثر وہ خالی ھاتھ اور بہت ھی تھکےماندے لیکن خوش خوش گھر لوٹتے تھے۔ اس سوال پر کہ کیا مارا دمیتری ھنسکر جواب دیا کرتا تھا ''وقت،،۔

شکاری کتا مرغابی کو دانت میں دبائے کشتی کی طرف آ رہا تھا۔ ایوان نے اس کا کالر پکڑکر احتیاط کے ساتھ اس کے منہ سے مرغابی لےلی۔ کتا کشتی پر چڑھ آیا، اس کے سنہری‌مائل سرخ پہلوؤں سے پانی بہہ رہا تھا۔

''چڑیوں کی اڑان ختم ھوگئی، ولادیمیر ایلیچ،، ایوان نے کہا۔ ''اب جنگل میں چڑیوں کے شکار کیلئے چلنا چاھئے۔،،

''ھاں، وقت ھوگیا ھے،، ولادیمیر ایلیچ نے اتفاق کیا۔

۳

وہ برچ کے درختوں کے ایک جھنڈ کے کنارے کنارے چلے۔ دائیں طرف ایک کائی‌دار دلدل تھی۔ اس کے ٹیلے گلابی گلابی بیریوں سے ڈھکے تھے۔ ایوان نے آکسائی کو ذرا دوڑنے پھرنے کیلئے کھول دیا۔ کتا جلد ھی بو پا کر دو چھوٹے برچ کے درختوں کے پاس ٹھہر گیا۔

ولادیمیر ایلیچ کی بندوق شانے پر پہنچ گئی۔

''لینا ھے!،، ایوان نے آکسائی کو للکارتے ھوئے کہا۔

کتا ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔ اس کا بایاں اگلا پیر ذرا اٹھا ھوا تھا۔ غالباً چڑیاں بہت ھی قریب تھیں۔ ایوان نے ولادیمیر ایلیچ کی طرف دیکھ کر سر ھلایا جیسے کہہ رہا ھو ''اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھئے!،،

لینن نے شکاریوں جیسی مانوس کپکپاھٹ اپنے پیروں میں محسوس کی۔ وہ ھانپ رہے تھے۔ جھاڑیاں ھوا سے سرسرا رھی تھیں۔ کستورائیں

برچ کے درختوں پر چھک رہی تھیں ۔ لینن بندوق تانے کھڑے تھے ۔ ان کو اپنے دل کی دھڑکن کے سوا اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

سورج نے بلند ہوکر آسمان کو روشن کر دیا تھا اور ہوا اتنی صاف تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ درخت آنکھوں کے سامنے خلا میں معلق ہلکے ہلکے اونگھ رہے ہیں ۔

ایوان نے برچ کے پیڑوں کی طرف جاتے ہوئے کتے کے لئے سیٹی بجاکر یہ طلسم توڑ دیا ۔ چڑیاں شور کرتی ہوئی اڑیں اور چھوٹی کائی‌دار دلدل پر پھیل گئیں ۔

ولادیمیر ایلیچ نے اپنی بندوق نیچی کرلی اور اپنی ہنستی ہوئی ترچھی نگاہوں سے ایوان کو دیکھا ۔ پھر انھوں نے گہری سانس لےکر رومال سے اپنا چہرہ صاف کیا ۔

''موقع کھو دیا آپ نے، ولادیمیر ایلیچ!،، بوڑھے نے افسوس کرتے ہوئے کہا ۔ ''یہاں جگہ صاف ہے۔ آپ دونوں نالیں خالی کرکے دو کا شکار کر سکتے تھے ۔ ،،

ولادیمیر ایلیچ قصوروار کی طرح مسکرائے اور کہا :

''سفید تیتر !،،

ایوان نے تیوری پر بل ڈالکر کہا :

''خدایا! ارے کون دیکھتا ہے، ولادیمیر ایلیچ؟ ،،

ایوان الیابیئف کی داڑھی اور مونچھیں ہلنے لگیں ۔ اس نے لینن کی طرف افسوس کے ساتھ اس طرح دیکھا جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا ہو ۔ اس دوران میں ولادیمیر ایلیچ نے سیفٹی کیچ لگا کر اپنی بندوق کندھے پر لٹکا لی ۔

''بالشویکوں کو تو مثال قائم کرنا چاہئے اور آپ مجھے ناجائز شکار کی ترغیب دیتے ہیں ۔ ایوان واسی‌لیئےویچ، یہ بات ٹھیک نہیں ہے !،،

لینن اس طرح ہنسے کہ دوسرے کو بھی ہنسی آجائے ۔ ان کی آنکھوں میں شرارت‌آمیز چمک تھی ۔ ایوان چکرا گیا ۔ یہ لینن

کیسے آدمی ھیں؟ پہلے زمانے میں تو افسر لوگ جنگل میں جو چاھتے تھے شکار کرتے تھے۔ وہ ذرا بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ لیکن لینن ان تیتروں پر گولی نہیں چلانا چاھتے جنکا شکار قانونی طور پر ممنوع ہے۔

کٹھن زمانے میں ایوان بھی دوسرے شکاریوں کی طرح ممنوع جانوروں اور پرندوں کا شکار کیا کرتا تھا۔ لیکن اس سے اس کے دل کو تکلیف ھوتی تھی کیونکہ دل سے وہ ناجائز شکار کے خلاف تھا۔ اب اس کا شکار کا شوق ٹھنڈا بڑ چکا تھا اور اس نے سوچا کہ لینن واقعی حق‌پرست انسان ھیں۔

وہ جنگل میں آگے بڑھ گئے۔ سائے میں فرن اور جونیپر کی جھاڑیوں پر شبنم اب بھی تھی۔ گھاس سے بھینی بھینی شہد جیسی خوشبو آ رھی تھی اور سرخ بیریوں کے قطعوں میں ایسی نازک سرخی تھی کہ ان پر قدم رکھتے ھوئے افسوس ھوتا تھا۔ ولادیمیر ایلیچ ایوان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جنگل اپنی خاموشی اور گرمیوں کے شوخ رنگوں کیوجہ سے شاندار لگ رھا تھا۔

ولادیمیر ایلیچ کی زیادہ تر زندگی تو شہروں میں گزری تھی۔ وہ شہر کو پسند کرتے تھے لیکن ساتھ ھی ان کے لئے جنگل اور دریا ھمیشہ سے دلکشی رکھتے تھے۔ اکثر اپنے مطالعہ کے کمرے میں میز کے سامنے بیٹھ کر وہ ان راتوں کو یاد کرتے تھے جو انھوں نے پھیکی چاندنی میں، رال دار ٹہنیوں کے الاؤ کے سامنے بیٹھ کر گزاری تھیں یا کندھے پر بندوق لٹکا کر جنگل میں گھومنے کے بارے میں۔

''ولادیمیر ایلیچ، تھک تو نہیں گئے؟'' ایوان نے پوچھا ''شاید گھنٹہ بھر آرام کرلیں؟''

''نہیں!'' لینن نے زور دیکر کہا۔ ''میں تو سارے دن چلنے کیلئے تیار ھوں۔''

وہ جنگل کے اندر اور گھسے اور پھر بیریوں اور جونیپر کی جھاڑیوں کے ایک قطعے میں آگئے۔ یہاں چڑیاں بہت تھیں۔ آکسائی

تازہ بو محسوس کرتے ہوئے اشارہ دینے کے لئے یکدم رک جاتا۔ جنگلی تیتروں پر پہلے نشانے خالی گئے۔ لینن کو ایوان غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کے پاس آگیا اور بولا:

''چڑیوں کو اور آگے اڑجانے دیجئے، ولادیمیر ایلیچ۔ جائیں گی کہاں آخر۔ تھوڑی دور پر تو چھرے بالکل گولی کی طرح جاتے ہیں۔ کہیں ان سے نشانہ لگتا ہے؟''

کتے نے ہوا میں چڑیوں کی ایک اور ٹکڑی اڑا دی۔ الیابیئف نوجوانوں کی طرح گھوما اور اپنی بندوق تان لی، اور جب جنگلی تیتر ٹھیک نشانے پر آگئے تو دو گرا لئے اور کہا:

''اس طرح سے!''

''ایوان واسی‌لیئےویچ، میں سب سمجھتا ہوں،'' لینن نے ہاتھ ملتے اور ہنستے ہوئے کہا۔ ''لیکن جب چڑیاں اڑتی ہیں تو مجھے جوش آجاتا ہے۔ بہت دنوں سے میں نے شکار نہیں کھیلا ہے۔''

اس سبق کے بعد ولادیمیر ایلیچ کا نشانہ زیادہ ٹھیک ہوگیا۔ انہوں نے کئی چڑیاں شکار کیں۔ آکسائی ان کو ڈھونڈ کرلاتا اور پھر نئے شکار کی تلاش میں چل پڑتا۔

کتا خوب کام کر رہا تھا۔ شکار کے لئے اس کا احساس لاجواب تھا، وہ تیزی اور چستی سے اس کو تلاش کر لیتا تھا۔ کتا نہ تو نگاہ سے کبھی اوجھل ہوا اور نہ کبھی اس نے ایسی جگہ کا نشان دیا جہاں شکار نہ ہو۔ ولادیمیر ایلیچ نے کتے کی تعریف کی۔

''خراب کتا نہیں رکھتے،'' ایوان نے ایک شان سے جواب دیا۔ ''ولادیمیر ایلیچ، میں کتے کو سدھانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتا۔ خراب کتے سے بھلا شکار کیا ہوگا؟ بس شکار نہیں ملے گا!''

اب آکسائی زوروں کے ساتھ تازہ نشانوں کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ چڑیا گھنے اور بلند صنوبر کے درختوں میں چلی گئی تھی۔

''جنگلی تیتر،'' ایوان نے چپکے سے کہا۔ ''بڑا چالاک ہوتا ہے۔

نکل جانا چاھتا ھے۔ میں گھوم کر آتا ھوں۔ آپ کتے سے الگ نہ ھوں۔ ،،

ایوان تیزی سے ایک طرف چلا گیا اور ایک پیلے پھولوں کے ٹکڑے میں نکلا، کھانسا اور واپس لوٹنے گیا۔ ابھی آکسائی نے نشان‌دھی کے لئے اپنا تھوتھن اٹھایا ھی تھا کہ جنگلی تیتر زور سے پر پھڑپھڑا کر اڑا۔

لینن کا پہلا نشانہ تو بس چڑیا کو چھوتا ھوا نکل گیا۔ تیتر نے جھولا مارا اور اس کے دم کے پر ھوا میں ناچتے ھوئے نیچے چلے۔ پھر بھی ھوا میں زور سے پر مارتی ھوئی چڑیا جھاڑیوں کی طرف چلی۔

’’نکل جائیگی، نکل جائیگی !،، چڑیا پر نشانہ جمائے ھوئے لینن بڑبڑائے۔

دوسرے نشانے میں تیتر نے ھوا میں قلا کھایا اور گھاس پر گر پڑا۔ دونوں آدمی دوڑ کر وھاں پہنچے۔

’’میں تو ڈر رھا تھا !،، الیابیئف نے خوشی سے کہا۔ ’’سوچتا تھا کہیں ایسا نہ ھو کہ ولادیمیر ایلیچ کا نشانہ خطا کر جائے۔ جب سورج سامنے ھو تو نشانہ لگانا مشکل ھوتا ھے۔ ،،

٥

صنوبر کی ٹہنیوں سے آگ جلا کر ایوان پانی لایا اور کیتلی آگ پر رکھ دی۔ جب تک پانی میں ابال آئے ایوان اپنے شکار کے واقعات بیان کرتا رھا۔ پھر زمین کے بارے میں بتایا۔ ولادیمیر ایلیچ نے تفصیل اور خلوص کے ساتھ سوالات پوچھے، اور ایوان نے محسوس کیا کہ لینن سے ریاکاری برتنا یا جھوٹ بولنا نا ممکن ھے۔

ایوان نے لینن کی بندوق اٹھائی، ھاتھ سے اس کا وزن کیا اور اس کو اپنے کندھے پر رکھ لیا۔

’’اچھی بندوق ھے یہ،، اس نے کہا۔ ’’مار تیز ھے اور چھروں کو گچھے میں رکھتی ھے۔ ،،

اس نے کھٹکا ھٹا کر بندوق کھولی اور ایک ٹھنی پر چیتھڑا لپیٹ کر نالوں کو صاف کرکے دھوپ کی طرف رخ کر کے ان کے اندر جھانکا۔

''کیا فولاد ھے! ،، وہ بڑبڑایا۔ '' بالکل آئینے کی طرح چمکتا ھے اور کہیں ایک نشان بھی نہیں پڑا ھے! بندوق تو بالکل نئی معلوم ھوتی ھے۔ ،،

''بہت کم استعمال کرتا ھوں،، لینن نے کہا۔ ''وقت ھی نہیں ملتا۔ ،،

ایوان خاموش رھا لیکن اس کی آنکھیں ابتک بندوق پر ھی لگی تھیں۔

''کامریڈ اینن، کیا میں بجا سکتا ھوں؟ ،،

لینن ایوان کی بات نہیں سمجھے۔

''بجا سکتے ھو؟ کیا؟ ،،

''آپکی بندوق۔ ،،

''کیا یہ ھو سکتا ھے؟،، لینن نے یقین نہ کرتے ھوئے گھور کر دیکھا۔ ''مجھے ابھی تک یہ نہیں معلوم تھا کہ بندوق کو ساز کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ھے۔ اچھا دیکھیں۔ بجاؤ، بجاؤ! ،،

بوڑھے نے بندوق کی نالوں کو ھونٹوں سے لگایا، اس کے گال پھول گئے۔ اس نے آزمائش کے لئے کئی سر نکالے اور جنگل میں عجیب اور انوکھی آوازیں پھیلا دیں۔ پھر یہ آوازیں ایک ھموار سر پر قائم ھو گئیں۔ ایوان کا چہرہ سرخ ھوگیا۔ جو نغمہ وہ بجا رھا تھا وہ سہ اسپی گاڑی کے گھوڑوں کی گھنٹیوں کی یاد دلاتا تھا۔ ایک ھموار سرمائی سڑک پر سہ‌اسپی گاڑی دوڑنے کی تصویر سامنے آ گئی تھی۔ گھنٹیوں کی جھنکار میں ھوا کی سرسراھٹ، برف گاڑی کے نچلے پتروں کی چرچراھٹ اور ایک دلکش لے ملی ھوئی تھیں۔ لیکن گاڑی جتنی ھی دور ھوتی گئی گھنٹیوں کی آواز بھی مدھم ھوتی گئی اور یہاں تک کہ برفانی ویرانوں میں جا کر وہ بالکل غائب ھوگئی۔

''بہت اچھے، ایوان واسی‌لیئےویچ،، لینن نے کہا۔ '' آپ تو

فن‌کار ھیں۔ میں نے ایسی موسیقی کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ نے کہاں سیکھا اسکو؟،،

''یہ ھماری خاندانی چیز ھے،، ایوان نے جواب دیا۔ ''میرے باپ تو مجھ سے کہیں بہتر ھر طرح کی چیزیں بندوق کی نالوں پر بجا سکتے تھے۔ مجھے بھی اس کا شوق ھے۔ کبھی کبھی میں جنگل میں کسی ٹھنٹھ پر بیٹھ‌کر بجاتا ھوں تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ھیں۔ ،،

سورج گرم ھو گیا تھا، گھاس سوکھ رھی تھی اور زمین گرم ھوتی جا رھی تھی۔

'' ولادیمیر ایلیچ ، کیسا اچھا دن ھے ! '' ایوان نے کہا۔ '' کیا ھم ایک جھپکی لیں گے ؟ ''

''تم لیٹ جاؤ، میں بیٹھونگا،، ولادیمیر ایلیچ نے جواب دیا۔

ایوان جھاڑی کے نیچے لیٹا اور پلک جھپکتے اس طرح سو گیا جیسے بہت سی راتوں کا جاگا ھو۔

ولادیمیر ایلیچ نے ایک درحت کا تکیہ لگا لیا۔ سورج کافی پچھم کی طرف آگیا تھا۔ اس نے جنگل کو نئے رنگوں سے بھر دیا تھا۔ چڑیاں خاموش ھوگئی تھیں۔

لینن کا دل نہانے کو چاھا۔ اٹھکر وہ دریا کے کنارے گئے اور نہانے کی مناسب جگہ تلاش کرنے لگے۔ اچانک ان کو لبریز پیالے کی طرح ایک جھیل نظر آئی۔ کپڑے اتار کر انھوں نے اونچے کنارے سے غوطہ لگایا۔ پانی گاڑھا اور مزے میں میٹھا اور تازہ تھا۔

ولادیمیر ایلیچ پانی کے اوپر آئے، ایک گھری سانس لی اور پھر غوطہ مار گئے اور ھلکے سے پیرتے ھوئے جھیل کے بیچ تک پھنچے، ھاتھ پر ھاتھ رکھے، جیسے وہ جوانی میں دریائے سویاگا میں پیرتے تھے۔

پھر وہ بڑی دیر تک ریت پر بیٹھے دھوپ کرتے رھے۔ کالی کالی پیٹھوں والی مچھلیاں کنارے پیر رھی تھیں اور اپنی گول چمکتی آنکھوں سے گھور رھی تھیں، آھستہ آھستہ اتھلے پانی میں لہرا رھی

تھیں اور اپنے سنہرے پہلو ایک دوسرے سے رگڑ رہی تھیں۔ لیکن ہوا کے جھونکوں کی سرسراہٹ سے ڈرکر وہ سطح کو گدلا کرتی ہوئی گہرے پانی میں چلی جاتی تھیں۔

٦

آوازوں نے ایوان کو جگا دیا۔ اس نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں اور ایک کروٹ ہوگیا۔ ولادیمیر ایلیچ ایک تودے پر بیٹھے تھے۔ وہ روندی ہوئی گھاس پر کھڑے بچوں اور بیریوں کی ٹوکریوں سے گھرے ہوئے تھے۔ کچھ آگے ایک گرے ہوئے پیڑ پر سفید داڑھیوں‌والے بزرگ بیٹھے تھے جو سانپ‌چھتریاں جمع کر رہے تھے۔ یہ تھے ایوان کے پڑوسی — فیدوت ریبنیکوف اور فیوکتیست شاتروف۔ لینن بچوں سے باتیں کر رہے تھے۔

''اور چچا تم بھی چھوٹے رہے ہو نا؟،، ایک موٹے سے لڑکے نے پوچھا جو سبز قمیص پہنے تھا۔

''رہا ہوں، رہا ہوں،، لینن نے جواب دیا۔ ''ہم شہر سیمبرسک میں رہتے تھے اور اکثر بڑی بطخوں کو چھیڑتے تھے۔ وہاں کی بطخیں بہت بڑی بڑی اور بہت غصہ‌ور تھیں۔ میں ان کو چھیڑتا اور وہ میرے اوپر جھپٹتیں۔ تو میں کیا کرتا تھا؟ میں زمین پر چت لیٹ جاتا اور اپنے پیر پھینکنے لگتا۔ اس طرح بچاؤ ہوتا تھا۔ بڑی بطخوں کو چھیڑنا اچھا نہیں۔،،

بچے ہنسنے لگے تو لینن بھی ان کے ساتھ ہنس دئے۔

''یہ سب کہاں سے آگئے؟،، ایوان نے ناراضگی کے ساتھ سوچا۔ ''آدمی کی نیند حرام کرتے ہیں۔،،

اس نے غصے کا چہرہ بناکر ہاتھ ہلایا۔ بچوں نے اشارہ سمجھ لیا اور مہمان سے رخصت ہوکر چلے گئے۔ لیکن سانپ‌چھتریاں جمع کرنےوالے جانے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

''تم یہاں کے رہنےوالے نہیں معلوم پڑتے ہو،، فیدوت ریبنیکوف نے لینن کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ماسکو سے آیا ہوں،، لینن نے جواب دیا۔

''ماسکو کا کیا حال ہے؟ اپنی جگہ پر ہے نا؟،،

لینن نے ان کو ماسکو کے بارے میں بتانا شروع کیا اور یہ بوڑھے سننے لگے۔ انھوں نے بتایا کہ بالشویک پورے ملک میں بجلی گھروں کا جال پھیلانا اور کارخانوں اور نئے شہروں کو بجلی دینا چاہتے ہیں۔ بوڑھے اتفاق کرتے ہوئے ہنکاری بھر رہے تھے۔

ایوان کو یہ بات چیت پسند نہیں آئی۔ وہی شروع ہو گیا جس کے بارے میں ضلع انتظامیہ کمیٹی کے صدر نے آگاہ کیا تھا۔ ''جب شہر میں پتہ چلے گا تو میری خبر لی جائے گی،، اس نے سوچا۔ ''اور میں نے کیا کیا؟ کیا میں نے کسی کو مدعو کیا؟ اتوار کے دن تو سارے جنگل میں منگل رہتا ہے۔ اس سے بچایا نہیں جاسکتا۔،،

وہ اٹھا، کچھ ٹہنیاں جمع کر کے پھر آگ جلائی تاکہ کیتلی گرم کرلی جائے۔

''اور آپ بزرگوں کی گذر بسر کیسی ہو رہی ہے؟،، لینن نے پوچھا۔

''ابھی تک تو ایسی زندگی نہیں ہے کہ اس کو بہت اچھا کہا جاسکے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسانوں کےلئے حالات اچھے ہو رہے ہیں،، فمدوت نے کہا۔ ''بھائیو، میں تین زاروں کا عہد دیکھ چکا ہوں، اچھے برے زمانے سب سمجھ سکتا ہوں۔ موجودہ حکومت اپنا کام جانتی ہے۔ وہ لوگوں کے لئے کچھ کر رہی ہے، دیہات کے لوگ مطمئن ہیں۔ صرف ابھی تک بہت گڑبڑ ہے— دوکانوں پر نمک نہیں ملتا، مٹی کا تیل نہیں ہے۔،،

گورکی نامی بستی میں لینن آرام کےدوران (۱۹۲۲ء)

اگلے دو صفحات پر :

لینن، کروپسکایا اور آننا اولیانووا— یلیزاروا ۱۹۲۲ء میں گورکی نامی بستی میں۔ بچے: لینن کا بھانجا وکٹر اور ایک مزدور کی بیٹی ویرا







ولادیمیر ایلیچ نے زیادہ دلچسپی لینی شروع کی۔ ھاتھ سے سر سہلاتے ہوئے انھوں نے اسکول، کوآپریٹیو اور علاقائی سوویت کے کام کے بارے میں پوچھا۔ اپنے الفاظ کو تولتے اور مثالیں دیتے ہوئے بوڑھے تفصیل سے جواب دے رہے تھے۔

''ماسکو کے شکاری، میں تم کو ایک واقعہ بتاؤنگا،، فیوکتیست شاتروف نے شروع کیا۔ ''لینن اولیانوف نے ایک عورت کی مدد کی۔ ،،

''سچ مچ؟ ،، لینن نے آنکھیں میچتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''خدا گواہ ھے! سنو تو: ھمارے یہاں ایک کسان افونیا تیلیگین ھے۔ ویسے تو وہ کافی سمجھدار ھے لیکن جب پیتا ھے تو اپنی عورت کو کافی پیٹتا ھے۔ اس نے اپنی بیوی لوکیریا کو دس سال تک پیٹا اور اس نے برداشت کیا۔ اور جب سوویت سرکار قائم ہوئی تو لوکیریا کے بھی کچھ سمجھ میں آیا اور وہ شوھر سے بولی: 'اب اپنی خرافات بند کرو، نہیں تو میں لینن اولیانوف سے شکایت کر دونگی۔' اور جانتے ھو کیا ھوا؟ افونیا کی عقل ٹھکانے لگ گئی۔ ،،

''لینن سے ڈرتے ھیں لوگ؟ ،، ولادیمیر ایلیچ نے پوچھا۔

''کچھ ڈرتے ھیں اور کچھ عزت کرتے ھیں ،، فیدوت ریبنیکوف نے کہا۔ ''دنیا میں تو بھانت بھانت کے لوگ ھیں، سب کو تو خوش نہیں کیا جا سکتا۔ ایک پلک جھپکاتے میں سب کچھ کر لیتا ھے اور دوسرے کو تو بہشت تک میں ڈنڈے سے ھنکا کر لے جانے کی ضرورت ہوتی ھے۔ ،،

فیوکتیست نے اسسٹنٹ ڈاکٹر کی شکایت کی:

''سائیکل پر سوار پھرتا ھے یا جھیلوں میں مچھلیاں پکڑتا رھتا ھے۔ مریضوں کے لئے اس کے پاس وقت ھی نہیں ھے! پتہ نہیں اسے تنخواہ کس بات کی ملتی ھے!،،

لینن کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

''ضلع سوویت کی توجہ اس کی طرف دلائی؟ ،،

''تم بھی خوب ھو! ،، بوڑھے نے ذرا مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اچھا اگر اسے ھٹا دیں تو دوسرا تو نہیں دیں گے۔ پھر کیا ہوگا؟

گاؤں شوکلوف میں بھی ڈاکٹر کسی کام کا نہیں تھا ۔۔ بلا ٹھرے کے اس کے پاس جانا بیکار تھا ۔ دیہاتیوں نے اس کی شکایت کردی اور اس کو فوراً نکال دیا گیا لیکن اس کی جگہ پر کسی کو نہیں دیا۔ کہتے ھیں کہ ڈاکٹر کافی نہیں ھیں ۔ اس سلسلے میں سوویت سرکار غلطی کر رھی ھے ۔''

''ابھی اس تک ھاتھ نہیں پہنچا ھے'' لینن نے ذرا سختی سے کہا ۔ ''یہ بڑا مسئلہ ھے۔ یہ سچ ھے کہ ڈاکٹر ، استاد اور ماھرین زراعت کافی نہیں ھیں اور سال بھر میں ان کو تیار کرنا ممکن نہیں ۔ وقت کی ضرورت ھے۔ ھم دیہاتوں کےلئے کسانوں اور مزدوروں کے بچوں کو ماھر بنائیں گے ۔ ''

''یہ برا نہ رھےگا'' شاتروف نے اتفاق کیا ۔

جب کیتلی میں چائے ابل گئی تو ایوان الیابیئف نے گھاس پر واٹرپروف بچھا دیا اور اپنی بیوی کے تیار کئے ھوئے کھانے کی ٹوکری رکھ دی ۔ لینن نے سانپ چھتری جمع کرنےوالوں کو مدعو کیا اور بوڑھے خوشی سے تیار ھوگئے ۔

اچانک فیدوت نے پوچھا :

''دوست، بھلا ماسکو میں اولیانوف لینن کو دیکھتے ھو ؟ ''

''ملاقات ھوتی ھے'' لینن نے جواب دیا ۔

''ممکن ھے کہ تم تکلیف گوارا کرکے لینن کے لئے سانپ چھتریاں بطور تحفہ لیتے جاؤ ؟ ان سے کہو کہ یہ تحفہ بوڑھے فیدوت کی طرف سے ھے جو واحونین گاؤں میں رھتا ھے ۔ ''

''میں ان کو دے سکتا ھوں'' اینن نے ذرا گھبرا کر کہا ۔ ''لیکن بیکار ھوگا کیونکہ راستے میں دب کر ٹوٹ جائیں گی ۔ ''

''نہیں، ٹوٹیں گی نہیں'' بوڑھے نے قطعی طور پر کہا ۔ ''یہاں کی سانپ چھتریاں مضبوط ھوتی ھیں ۔ سائبیریا تک لے جا سکتے ھو۔ ''

''میری سانپ چھتریاں بھی لے لو'' فیوکتیست نے کہا ۔ ''تمھیں کیا، کوئی اپنی پیٹھ پر لاد کر لے جانا ھے۔ تمھارے پاس

تو موٹر ہے۔ اور لینن اس سے خوش ہوں گے کہ کوئی بوڑھے ان کو یاد کرتے ہیں۔ یہ سانپ چھتریاں سب سے اچھی ہیں۔ لینن ان کو خوب مزے سے کھائیں۔ ،،

''اچھا کیا کیا جائے؟ ،، لینن نے مسکراتے ہوئے کہا اور سانپ چھتریاں جھولے میں رکھنے لگے۔

فیوکتیست نے ایوان کو ایک طرف لے جاکر پوچھا:

''یہ شکاری کون ہے، ایوان ؟ ،،

''ارے، پرانی جان پہچان‌والے ہیں ،، الیابیئف نے روکھائی سے کہا۔ ''کسی دفتر میں کام کرتے ہیں۔ ،،

''سمجھدار آدمی ہے،، فیوکتیست نے تعریف کی۔ ''اس سے تو ہفتوں بات کی جاسکتی ہے اور اس کی باتوں سے دل نہیں اکتا سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں نے اس کو کہیں دیکھا ہے لیکن یاد نہیں آتا کہ کہاں۔ ،،

''تمھیں بس خیال ہے،، ایوان نے خفگی سے کہا۔ ''وہ پہلی مرتبہ یہاں آیا ہے۔ ،،

بوڑھے چلے گئے۔

ولادیمیر ایلیچ اٹھے اور کھلی جگہ میں آہستہ آہستہ ٹہلنے لگے۔ ان کے چہرے پر خوشی اور شگفتگی کے آثار تھے۔

۷

شام کو ایوان کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی — آسمان گھر گیا اور جنگل میں تیز گرم ہوا چلنے لگی جس سے صنوبر کے درخت کانپنے لگے اور گرج چمک کے ساتھ زور کی بارش ہونے لگی۔

دونوں آدمیوں نے ایک صنوبر کے نیچے پناہ لی۔ بارش درختوں میں اپنے گیت گا رہی تھی۔ پہاڑیوں سے مٹیالے نالے لہراتے ہوئے نیچے بہہ کر آ رہے تھے اور اپنے ساتھ سڑی پتیاں اور صنوبر کی سوئیاں بھی بہائے لا رہے تھے۔ ایوان نے اپنا پائپ سلگا کر شکار کے بارے میں دلچسپ باتیں بیان کرنا شروع کیں۔ بارش کے شور میں اس کی آواز

کہیں دور سے آتی معلوم ہوتی تھی۔ گرج چمک کا طوفان پچھم کی طرف چلا گیا۔ بارش سے دھلے ہوئے درخت خوب مہک رہے تھے۔ نیچے خاموشی اور نمی تھی اور جھکی ہوئی شاخوں سے بارش کے قطرے بڑی ہم‌آھنگی سے ٹپک رہے تھے۔

آسمان روشن ھو گیا۔ درختوں کے درمیان سے غروب ھوتے ھوئے سورج کی ایک ھلکی سی کرن آگئی۔ جنگل کے بیچ کا میدان نیلے گھنٹی‌نما پھولوں اور ڈیزیوں سے رنگارنگ تھا۔ جنگل کی گہرائیوں سے رات چپکے چپکے آرھی تھی اور دن کی روشنی بھیگے ھوئے صنوبروں پر تھرا رھی تھی۔

لینن نے جھک کر ایک چھوٹا سرخ کارنیشن کا پھول توڑ لیا اور اس کو سونگھا۔ پھر اپنی پیٹی کس کر کہا:

''آؤ گھر چلیں، ایوان واسی‌لیئےویچ۔''

وہ سیدھے گاؤں کی طرف چلے۔ اب وہ تیتروں اور بٹیروں کی طرف توجہ بھی نہیں کر رھے تھے جو گھاس سے اڑ رھے تھے۔

...ایوان نے سانپ چھتریاں اور شکار موٹر کے پچھلے بکس میں رکھ دیا۔ ماریا پیٹرووِنا ایک بوتل دودھ اور گرم کلچہ لائیں۔

''عزیز مہمان، یہ لیتے جایئے۔ راستہ لمبا ھے۔ بھوک لگے گی۔''

ولادیمیر ایلیچ نے بوڑھیا کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنے شکاری تھیلے سے باقی کارتوس اونڈیلے۔

''ایوان واسی‌لیئےویچ، یہ لیجئے''، انھوں نے کہا۔ ''آپ کو ان کی ضرورت ھوگی۔ ھماری بندوقوں کی نالوں کے سائز ایک ھی ھیں۔''

کارتوس بہت تھے۔ ایوان کو بڑی خوشی ھوئی لیکن ھاتھ ھلا کر کہا:

''کامریڈ لینن، کیا کرتے ھیں آپ! میں تو ان کے بغیر کام چلاسکتا ھوں لیکن آپ کے پاس تو ان کے بھرنے کا وقت نہیں ھے۔''

''مہربانی کر کے ان کو لے لیجئے۔''

ایوان نے جنگل ھی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی خدمات

کےلئے لینن سے پیسے نہ لیں گے۔ ایسی ہستی سے اجرت لینا! یہ مسرت هر ایک کو تھوڑی هی نصیب هوتی هے کہ لینن کے ساتھ ساتھ چلے، الاؤ پر ساتھ بیٹھے، بندوق کے نال پر دھنیں بجا کر ان کو سنائے اور ان کے ساتھ باتیں اور هنسی مذاق کرے! دوسری طرف اس کو یہ بھی ڈر تھا: اگر لینن نے پیسے دئے تو انکار کرنا بھی مناسب نہ هوگا۔ لیکن ولادیمیر ایلیچ نے جیسے اس کے دل کی بات تاڑ لی تھی اور انھوں نے اس کا سادہ اور آسان حل تلاش کر لیا۔ کارتوس تو بطور تحفہ دئے گئے تھے اسلئے انکار ممکن نہ تھا۔

لینن نے ایوان کو ماسکو آنے کےلئے مدعو کیا۔

''شکریہ، کامریڈ لینن،، ایوان نے بہت متاثر هو کر کہا۔ ''موقع ملےگا تو ضرور آؤنگا، آپ سے ملنے اور ماسکو دیکھنے۔ لیکن آپ خزاں میں آیئے جب پہلی برف گرے۔ هم خرگوشوں اور لومڑیوں کا شکار کریں گے۔ میرے پاس کوستروما کا ایک شکاری کتا هے جو هر جانور کا پیچھا کرتا هے۔،،

''زندہ رها تو آؤنگا،، لینن نے جواب دیا۔

شوفر نے موٹر اسٹارٹ کردی اور وہ هلکے سے سڑک پر چل نکلی۔

ایوان اس کے گردوغبار کو دیکھتا رها۔

فیدوت ریبنیکوف اور فیوکتیست شاتروف بھی آگئے۔

''وہ اتنی جلدی کیوں چلا گیا، ایوان؟،، شاتروف نے کہا۔ ''آگے دور کی جھیلوں میں بہت سی مرغابیاں هیں۔ کل وهاں جانا چاهئے تھا۔،،

''ان کے پاس وقت نہیں هے،، ایوان نے کھوئے کھوئے جواب دیا۔ ''فرمانوں پر دستخط کرنا هیں۔،،

بوڑھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''کیسے فرمان؟،،

''جیسے هوتے هیں۔ دیکھو نا یہ لینن اولیانوف هیں۔،،

''لینن ؟ ،، فیدوت نے حیرت سے پوچھا۔ ''ایوان، جھوٹ بول رہے ہو؟ ،،

''وھی ھیں، وھی ! ،، شاتروف نے خوشی سے کہا۔ ''جنگل ھی میں مجھے خیال آیا تھا کہ یہ شکاری کسی سے ھمشکل ھے لیکن یاد نہ آسکا۔ اب یاد آ گیا — تصویروں میں یہ شکل میں نے دیکھی ھے۔ بالکل وھی تھے!،،

''جا بھی ایوان، تو نے ھم کو چکمہ دیا؟،، فیدوت نے تلخی سے کہا۔ ''میں نے بھی سوچا تھا کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں۔ اس میں کچھ خاص بات ھے۔ ،،

ایک گلی سے دوڑتا ھوا نیکیتا پانکوف دو مرغابیاں ھاتھ میں لئے آیا۔

''ایوان، تمھارا ماسکو کا مہمان کہاں ھے؟،،

''ابھی ابھی گھر چلے گئے ،، ایوان نے ھنسی سے جواب دیا۔ ''تمھارا زیادہ انتظار نہ کر سکے لیکن سلام کہا ھے۔ کہتے تھے: 'تمھارا نیکیتا بھی خوب مزے میں دوسروں کی مرغابیاں ھتھیا لیتا ھے'۔ ،،

''برا ھوا ،، پانکوف نے افسوس کے ساتھ کہا۔ ''اگر مجھے پتہ ھوتا کہ تمھارے ساتھ کشتی میں کون ھے تو میں کبھی نہ...،،

فیدوت ریبنیکوف اور فیوکتیست شاتروف ھنسنے لگے۔ ان کو بھی نیکیتا اپنی چڑچڑی اور حاسدانہ طبیعت کی وجہ سے پسند نہیں تھا اور وہ خوش تھے کہ شکار میں پانکوف کے ساتھ یہ گھپلا ھوا تھا۔

''آگے کے لئے یہ سبق ھے کہ لالچ مت کرو ،، ایوان نے ملامت کرتے ھوئے کہا۔ ''تمھیں کہاں سے پتہ چلا کہ یہ لینن اولیانوف ھیں؟ ،،

''تمھاری بوڑھیا نے چپکے سے میری عورت تک یہ بات پہنچائی۔ میں شکار سے لوٹا تو پتہ چلا۔ بس کلیجہ منہ میں آگیا۔،،

سانپ چھتریوں والے پھر ھنسنے لگے جبکہ ایوان الیاییف ماریہ پیٹرووونا پر برس پڑا:

''کہا تھا نا کہ زبان روکے رکھنا؟ اور جا کر سارے گاؤں میں پھیلا آئیں!،،

لینن کے بارے میں
مزدوروں کے بیان

سوویت یونین میں بہت سی ایسی کتابیں شایع هوئی هیں جن میں لینن کے بارے میں محنت کش مرد اور عورتوں، طالب‌علموں اور محاذ سے واپس هونےوالے سپاهیوں کی یادداشتیں دی گئی هیں جنهوں نے خود لینن کی زندگی کا مشاهده کیا هے۔

ایسی کئی یادیں اس حصے میں شامل هیں جن میں لینن کے بارے میں ان لوگوں نے بتایا هے جن کو لینن سے ملنے اور ان سے باتیں کرنے کی مسرت حاصل هوئی تھی۔

اسٹوو بنانے والا

ہمارے درمیان ایک شخص بیندیرین تھا۔ وہ زراعت سے متعلق کاموں میں ہر فن‌مولا تھا — اسٹوو، شیلف اور برف گاڑیاں، غرض سب کچھ بنا لیتا تھا۔

ایک دن درختوں کے جھنڈ میں وہ میپل کا درخت آرے سے کاٹ رہا تھا کہ اچانک کسی کو کہتے سنا:

''دن بخیر!''

بیندیرین نے مڑ کر دیکھا تو ایک آدمی کھڑا۔

''معاف کیجئےگا، عالی جناب'' بیندیرین نے کہا۔

''مجھکو کامریڈ لینن کہتے ہیں، عالی جناب نہیں!'' اس آدمی نے جواب دیا۔

''معاف کیجئےگا، کامریڈ لینن'' بیندیرین نے پھر کہا۔

''اچھا، کاٹو درخت، کاٹو'' لینن نے کہا۔

اور خود ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور دیکھنے لگے کہ بیندیرین آگے کیا کرتا ہے۔ درخت تو بہت بھاری ہے۔ آخر وہ اس کو بلا گھوڑے کے گاؤں کیسے لے جائےگا؟

بیندیرین نے آرے سے اپنے ضرورت‌بھر کا لٹھا ناپ کر کاٹا اور پہاڑی پر سے اس کو لنڈھکا دیا۔ پھر لوٹ کر آیا اور پھر کاٹا۔

''ممکن ہے کہ تمھیں مدد چاہئے؟'' لینن نے اس سے کہا۔

''کیوں، میں خود کرلونگا۔''

پھر دوسرا وقت آیا۔ یہ گھاس کاٹنے کا زمانہ تھا۔ وہی بیندیرین پھر اس درختوں کے جھنڈ میں لکڑی کے لئے آیا۔

اس نے وہاں میپل یا برچ کا درخت کاٹا، ندی پار کی اور اس پار بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔ یہ شام کا وقت تھا۔

اس نے دیکھا کہ گھاس پر تین آدمی آرہے ہیں۔

یہ بیندیرین کچھ اجڈ قسم کا آدمی تھا۔ اس نے چلا کر کہا:

''وہاں کیوں روند رہے ہو؟ جانتے ہو آجکل سوکھی گھاس کتنی قیمتی ہے؟ ''

اس نے ان کی طرف ہاتھ ہلایا... وہ لوگ قریب آگئے اور ان میں سے ایک نے کہا:

''ارے بڑے میاں، تم تو خوب ناراض ہوتے ہو!''

بیندیرین نے اس آدمی کو فوراً پہچان لیا اور بولا:

''معاف کیجئے گا، کامریڈ لینن!''

اب جاڑوں کا موسم شروع ہو گیا اور اسٹوو بنانےوالوں کی بڑی مانگ تھی۔

ولادیمیر ایلیچ ایک دن اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ انھوں نے پوچھا:

''کیا گاؤں میں کوئی ایسا اسٹوو بنانے والا نہیں ہے کہ ہمارے یہاں یہ دھواں نہ ہو؟''

وہاں لوگ بیندیرین کو جانتے تھے کہ وہ اسٹوو بنانےوالا ہے۔

''اسٹوو بنانےوالا ہے یہاں'' انھوں نے کہا اور اس کا پتہ بتایا۔

دو فوجی برف گاڑی پر بیندیرین کے یہاں آئے اور سوال کیا:

''تم اسٹوو بنانے والے ہو؟''

بیندیرین اسٹوو کے اوپر لیٹا ہوا تھا۔ وہاں سے سر جھکا کر جواب دیا:

''ہاں، میں ہوں۔''

''تیار ہو جاؤ، سرکاری فارم تک چلنا ہے۔''

بیندیرین یہ سن کر کانپنے لگا اور اپنی بیوی سے کہا:

''اچھا، کاتیا رخصت! اب ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے۔ غالباً میرا پرانا اجڈپن لینن کو یاد آگیا۔''

پھر وہ ان فوجیوں کے ساتھ برف‌گاڑی پر بیٹھ کر سرکاری فارم چل دیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو لینن نکل کر آئے اور اس سے کہا:

''بڑے میاں، مجھے تم یاد ہو! تم وہی ہو نا جو گپھا میں

میپل کا درخت کاٹ رہے تھے اور پھر گھاس کے میدان میں مجھے ڈرا دیا تھا۔ ''

بیندیرین کا مارے ڈر کے برا حال ہو گیا۔

''خطا ہوئی،'' اس نے کہا۔

''یہ سب خرافات ہے،'' لینن نے کہا۔ ''گھاس کے میدان میں تم مجھ پر بجا ناراض ہوئے تھے، اور میں گھاس پر چلا یہ ٹھیک نہیں تھا۔ اچھا آؤ، اب یہ بتاؤں کہ میں نے تم کو بلایا کیوں ہے... میری تم سے ایک بڑی درخواست ہے۔ دیکھو میں کس حالت میں رہتا ہوں۔ ساری دیواریں دھوئیں سے کالی ہیں۔ اور تم چمنی کو ٹھیک کر سکتے ہو نا؟''

''ہاں، کر سکتا ہوں'' بیندیرین نے کہا۔

اس نے کچھ مٹی اور اینٹیں مانگیں اور کام میں جٹ گیا۔

اس نے کام ختم کیا۔ لینن نے اس کا شکریہ ادا کیا، اس کو جو اجرت دینی چاہئے تھی دی اور اس کو اپنے ساتھ چائے پلائی۔

اب جو بیندیرین برف‌گاڑی پر گھر پہنچا تو بہت فخر کے ساتھ بیوی سے کہنے لگا:

''سنتی ہو، کاتیا! میں نے کامریڈ لینن کا اسٹوو ٹھیک کیا اور ان کے ساتھ چائے پی۔''

۱۹۳۷ء میں گورکی کے گاؤں
(پودولسک علاقہ، ماسکو صوبہ)
میں الیکسیئی میخائلوویچ شوریگین
کے بیان سے ریکارڈ تیار کیا گیا۔

بیس راشن

سوویت اقتدار کی ابتدا میں جب روٹی کے لئے جدوجہد کا مطلب پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی جدوجہد تھا تو ایک پرانے بالشویک الیکساندر تسیوروپا نے، جو لینن کے بہت ھی قریبی ساتھی تھے، ھم غذائی محاذ پر کام کرنےوالوں کو ایک قابل ذکر واقعہ بتایا جو دکھاتا ھے کہ لینن کیسے انسان تھے۔

''اس صبح کو جسکا ذکر ھے مجھے لینن کے مطالعہ کے کمرے میں بلایا گیا،، الیکساندر تسیوروپا نے اپنی کہانی اس طرح شروع کی۔ ''جب وھاں پہنچا تو میرے سامنے یہ نقشہ تھا: ولادیمیر ایلیچ سلامتی کے ھنگامی کمیشن کے صدر دزیرژینسکی سے کسی بات کی وضاحت کر رھے تھے جو کرسی پر بیٹھے تیوریاں چڑھائے خاموشی سے ان کی بات سن رھے تھے۔ لینن نے مڑکر میری طرف ھاتھ بڑھا دیا:

''فیلکس ایڈمنڈوویچ آپ کی شکایت کر رھے ھیں،، لینن نے ذرا پریشانی کے انداز میں کہا ''بھائی میرے، ایسا معلوم ھوتا ھے کہ ان بورژوا لوگوں کے لئے جن کو ھنگامی کمیشن نے گرفتار کیا ھے ھمیں روٹی کے بیس اور راشن دینا چاھئے۔ یہ کیسے ھے؟ ھاں؟،،

''ولادیمیر ایلیچ! آپ تو جانتے ھیں کہ ھمارے پاس ان مزدوروں تک کے لئے روٹی نہیں ھے جو محاذ کےلئے اسلحہ بنا رھے ھیں۔ بھلا ان انقلاب‌دشمنوں کے لئے اور بیس راشن کہاں سے آئیں جو ھنگامی کمیشن نے گرفتار کر رکھے ھیں؟،،

لینن دزیرژینسکی کی طرف ایک قدم بڑھکر رک گئے۔

''دیکھئے، آپ کے قیدیوں کی کیا صورت ھے؟،،

''سمجھتا ھوں، ولادیمیر ایلیچ، سب سمجھتا ھوں۔ لیکن اس سے کیا؟،، ھنگامی کمیشن کے صدر نے کہا ''ھم نے ان لوگوں

کو گرفتار کیا ہے تو ان کو کھلانا بھی ہماری ذمےداری ہے۔ ،،

''ہاں، یہ تو بالکل بجا ہے،، لینن نے اس بات سے اتفاق کیا اور پھر میری طرف مخاطب ہوئے ''سنو! ذرا اناج کے بھنڈار کو کھنگال کر تو دیکھو ، شاید اس طرح سے بیس راشنوں کی گنجائش ہو جائے ؟،،

میں لینن کو ایک اور دفعہ مایوس کرنا نہیں چاھتا تھا لیکن ان کو ماسکو اور پیٹروگراد کی ابتر حالت یاد دلانی پڑی...

لینن پھر دزیرژینسکی کی طرف مخاطب ھوگئے لیکن انھوں نے صرف اپنے شانے ھلا دئے۔ تب ولادیمیر ایلیچ سوچتے رہے اور بولے:

''کہتے ہو کہ صرف بیس گنہگاروں کے لئے غذا کافی نہیں ہے؟ اس کا یہ مطلب ھوا کہ باقی کی حالت قابلِ برداشت ہے۔ جانتے ہو، کامریڈ، اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ بہت ہی سیدھا سا، لیکن ہے۔ فیلکس ایڈمنڈوویچ، تیس سب سے کم جارحیت پسند بورژوا لوگوں کو چن کر ان سے یہ وعدہ لےلو کہ وہ سوویت حکومت کے خلاف دوبارہ چالبازی نہیں کریں گے اور پھر ان کو ضمانت پر رہا کر دو! وہ لوگ بھوکے ہوں گے۔ اسکو فوراً کرو!..،،

شہر نوگینسک۔

و ۔ تیموفیئیف،
(۱۹۱۴ء سے کمیونسٹ
پارٹی کے ممبر)

کریملن کے حجام خانے میں ایک مزدور کی لینن سے ملاقات

ماسکو کے کریملن میں ایک حجام‌خانہ ہے اور ۱۹۲۱ء میں بھی یہ حجام‌خانہ کوئی برا نہ تھا۔

میں ایک بار اس حجام خانے میں گیا ہوں جب مجھکو پیٹر اور پال کے قلعہ سے رائفل، تلواریں اور دوسرے آتشگیر اسلحہ کریملن کے اسلحہ خانے میں لیجانے کیلئے بھیجا گیا تھا۔

میں ماسکو کے کریملن پہلی مرتبہ گیا تھا اور وہاں حجام‌خانے میں شیو کے لئے گیا۔ ہم لوگ چھہ آدمی کیو میں انتظار کر رہے تھے۔

اچانک لینن بھی شیو کرانے آگئے۔ ہم سب لوگ کھڑے ہوگئے اور ان سے صاحب سلامت کی:

''سلام، ولادیمیر ایلیچ!،،

''سلام، رفیقو!،، انھوں نے بھی ہم سے صاحب سلامت کرتے ہوئے جواب دیا۔

پھر وہ کوئی رسالہ اپنی جیب سے نکال کر پڑھنے لگے۔ ہم لوگ بیٹھے ان کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔

تھوڑی دیر میں حجام کے یہاں کرسی خالی ہوگئی اور ہم نے لینن سے کہا کہ وہ بلا باری کے کرسی پر بیٹھ جائیں۔

''شکریہ آپکا!،، لینن نے کہا ''ہمیں قطار اور قاعدے کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ ہم خود ہی تو قاعدے بناتے ہیں۔،،

وہ شیو کرانے نہیں گئے۔

ہم نے ان سے اصرار سے کہا:

''آپ مصروف آدمی ہیں اور ہم ذرا انتظار کر سکتے ہیں۔''

تب وہ شکریہ ادا کرکے کرسی پر جابیٹھے۔ انھوں نے ہم کو ناراض نہیں کرنا چاہا۔

وہ شیو بنواکر چلنے لگے تو کہا:

''رفیقو، رخصت سلام!''

یہ تھی میری لینن سے واحد ملاقات اور وہ بھی بہت مختصر۔ لینن کا شیو نائی نے جلدی سے کر دیا۔ میں ان کو ٹھیک سے دیکھ بھی نہ سکا۔

لیکن یاد میں یہ نقشہ رہ گیا کہ لینن میرے سامنے بیٹھے شیو بنوا رہے تھے۔

گریگوری ایوانوویچ ایوانوف،
لینن گراد کے ''کراسنی ویبورژیتس''
کارخانے کے فٹر

لینن سبوتنِک کے کام پر

یکم مئی ۱۹۲۰ء کو روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی مرکزی کمیٹی نے ایک کل روسی سبوتنیک منظم کیا۔ ملک کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جہاں لوگ کام نہ کر رہے ہوں۔ میں بھی کریملن میں فوجی ٹریننگ لینےوالوں کے ساتھ کام کرنے کےلئے کریملن چوک پر آیا۔ چوک کے ایک حصے میں کوڑے کرکٹ اور تعمیراتی سامان کا ڈھیر تھا جس سے ہم لوگوں کی قواعد اور روزانہ فوجی مشقوں میں رکاوٹ ہوتی تھی۔

ٹریننگ کورس کے کمیسار کی حیثیت سے میں داھنے بازو پر کھڑا تھا۔ اچانک کریملن کے کماندار کامریڈ پیٹرسون میرے پاس آکر بولے:

''کامریڈ لینن سبوتنیک میں حصه لینے کے لئے آئے ھیں۔''

میں نے لینن کو دیکھا۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر ھدایات کے انتظار میں کھڑے تھے۔ وہ ایک پرانا پھٹا سوٹ اور بوٹ پہنے تھے۔

میں نے لینن کو مدعو کیا که وہ بڑے ھونے کی حیثیت سے آکر میرے داھنے طرف کھڑے ھوں۔ انھوں نے فوراً ایسا کیا اور جلدی سے کہا:

''جب کام شروع ھوگا تو مجھے بتائیے که کیا کرنا چاھئے۔''

''قطار میں سیدھے کھڑے ھو، دائیں طرف مڑو!''، سبوتنیک کے ناظم کی آواز گونجی اور ھم کام کے لئے چل پڑے۔ کام کو جوڑوں میں کرنا تھا۔ میں اور ولادیمیر ایلیچ دونوں لمبے لمبے لٹھے اٹھانے لگے۔

لینن یه کوشش کرتے که وہ لٹھے کا ھلکا نہیں بلکه بھاری

سرا پکڑیں اور میں چاھتا تھا کہ ان کو ھلکا سرا دوں۔ آخر میں ھم میں بحث ھونے لگی۔

''آپ مجھسے زیادہ بھاری بوجھہ اٹھا رہے ھیں!،، انھوں نے کہا۔

''کیونکہ آپ پچاس سال کے ھیں اور میں ۲۸ برس کا،، میں نے یہ دکھانے کے لئے کہا کہ میں ٹھیک کر رھا ھوں۔

وہ خوب زوروں میں دوڑ دوڑ کر کام کر رہے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ دوسروں کو کام میں پچھاڑ دیں جیسے کہ وہ دکھانا چاھتے ھوں کہ جلدی کام کرنا چاھئے۔ آخر کار میں تھک گیا اور سب کام کرنےوالے ذرا دم لینے کے لئے رک گئے۔ کامریڈ لینن بھی ٹریننگ لینےوالوں کے پاس بیٹھ گئے۔

سورج صاف چمک رھا تھا اور موسیقی کام کرنےوالوں کے لئے ولولہ‌انگیز تھی۔ اس وقت سب کو ایسا محسوس ھو رھا تھا جیسے جسمانی محنت سے زیادہ اور کوئی خوشی کی چیز نہیں ھے۔ کسی نے گروپ میں سے کامریڈ لینن کو سگریٹ پیش کیا۔

''نہیں، میں سگریٹ نہیں پیتا،، انھوں نے کہا ''مجھے یاد ھے جب میں اسکول میں تھا تو میں نے دوسرے لڑکوں کے ساتھ اتنی سگریٹ پی کہ سر چکرا گیا۔ اس وقت سے سگریٹ نہیں پیتا ھوں۔،،

آرام کے بعد ھمیں بہت بھاری بلوط کے لٹھے لےجانا تھے۔ انمیں سے ھر ایک کو چھہ آدمی ملکر بانسوں پر اٹھا کر لے جاتے تھے اور ان کو مقررہ جگہ پر پہنچانے سے پہلے ھم کو راستے میں دوبار دم لینا پڑتا تھا۔

ولادیمیر ایلیچ چار گھنٹے تک ٹریننگ لینےوالوں کے ساتھ ملکر کام کرتے رہے۔

وہ چار گھنٹے جو میں نے کامریڈ لینن کے ساتھ سخت جسمانی محنت کرنے میں گذارے ساری زندگی کے لئے میری یاد میں محفوظ ھو گئے۔

ای۔ بوریسوف

بٹن

ایک دن لینن ہمارے کارخانے آئے۔ کسی نے مجھسے زور سے کہا:

''ناتورووا، انکا اوورکوٹ رکھو!،،

کلب میں گرمی تھی۔ لینن تقریر کرنے لگے۔ انھوں نے اپنا اوورکوٹ ایک کرسی پر لٹکا دیا تھا۔ میں اس کو لیکر لبادہ‌خانے میں آئی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ان کے اوورکوٹ میں بائیں طرف کا بیچ کا بٹن غائب ہے۔ میں نے اپنی جیکٹ سے ایک بٹن توڑ کر لینن کے اوورکوٹ میں خوب مضبوط سی‌دیا تاکہ بہت دنوں تک نہ ٹوٹے۔ وہ کارخانے سے چلے گئے اور انھوں نے بٹن نہیں دیکھا۔ یہ بٹن ذرا دوسروں سے مختلف تھا۔ مجھے اس پر بڑا فخر تھا لیکن میں نے اپنا راز کسی سے بھی نہیں کہا۔

بہت زمانہ گذر گیا۔ اور ایک دن لیتیئنی اسٹریٹ پر جاتے ہوئے میں نے لینن کا ایک بڑا فوٹو ''فونبکس،، نامی فوٹو کی دوکان پر دیکھا۔ وہ وہی اوورکوٹ پہنے تھے۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہی میرا بٹن اوورکوٹ میں لگا تھا۔

اسی جاڑے کے موسم میں لینن کا انتقال ہو گیا۔

میں نے لیتیئنی اسٹریٹ میں اس دوکان سے یہ یادگار فوٹو حاصل کرلیا۔ اب وہ میرے یہاں آئینے کے پاس فریم میں لگا ہے۔ روزانہ میں اس کو دیکھتی ہوں اور رو پڑتی ہوں۔

لیکن میرا بٹن ابھی وہاں لگا ہے۔

(شہر آرخانگیلسک میں
ناتورووا نامی عورت کی زبانی)

لینن اور سویردلوف اس عارضی یادگار کا معائنہ کر رہے ہیں جو مارکس اور اینگلس کے اعزاز میں بنائی گئی ہے۔



ل - رادیشچیف

لینن گراد کے رہنے والے لیونید رادیشچیف نے اپنی پہلی تصنیف ۱۹۲۶ء میں شایع کرائی۔ لینن کے بارے میں ان کی کہانیوں کا مجموعہ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ سے پہلے شایع ہوا تھا۔ حالیہ برسوں میں انھوں نے ''زویزدا،، (ستارہ) اور ''نیوا،، نامی رسالوں اور دوسرے رسالوں میں لینن کے بارے میں نئی کہانیاں لکھیں۔ لیونید رادیشچیف کی یہ کہانی ''خالی کیمرہ،، ۱۹۶۰ء میں لکھی گئی اور اس سال کی بہترین کہانیوں کے مجموعے میں شایع ہوئی۔

خالی کیمرہ

بہار کے زمانے میں ایک آدمی ماسکو کی سڑکوں پر پانی کے نیلے جوہڑوں سے بچتا چلا جا رہا تھا۔ وہ سیٹی بجا بجا کر خوشی سے سوچ رہا تھا: ''یہ سورج بھی کیا لاجواب چیز ہے! اتنی روشنی اور بالکل مفت! اور پھر کوئی جھنجھٹ بھی نہیں، میگنیشیم کے کسی فلیش کی ضرورت نہیں !.. بس، آج سے میں قطعی سورج کا تابعدار ہوں! ''

یہ آدمی ماسکو میں ابتدائی بہار کی فیاضیوں کو اپنے نقطۂنظر سے دیکھتا تھا۔ وہ فوٹوگرافر تھا اور محض فوٹوگرافر ہی نہیں بلکہ ''ہمارا فوٹو نامہ‌نگار''، جیسا کہ اخبارات اس کی تصویروں کے نیچے لکھتے تھے۔

موجودہ زمانے کے فوٹوگرافر، بنےسنورے نوجوان ہلکے رنگ کی برساتیاں پہنے اور خوبصورت چمڑے کے کیمرہ کیس کندھوں پر لٹکائے غالباً اس آدمی کے لباس کو جو ایک رنگ اڑے ہوئے پردے کے کپڑے سے بنایا گیا تھا اور اس کے بڑے نمدے کے بوٹوں کو جنکے تلے سرخ ربڑ کے تھے دیکھ کر مسکرا دیتے اور خاص کر اس کے کیمرے کو دیکھ کر جو اوسط درجے کے اکارڈین کے برابر تھا۔

ان سب باتوں کے باوجود وہ ان لوگوں سے اپنی جگہ بدلنے کےلئے قطعی تیار نہ ہوتا: اسی ''اکارڈین'' سے تو اس نے پہلے سوویت یوم مئی، پہلے سبوتنیک، پہلے آرام گھر کے افتتاح اور سفیدگارڈوں سے لڑائی میں چھینے ہوئے پہلے ٹینک کے فوٹو لئے تھے...

آج اس کے اخبار نے یہ ہدایت کی تھی کہ وہ سویردلوف یونیورسٹی میں ہونےوالے ان پارٹی کارکنوں کے جلسے کے فوٹو لائے جو دیہاتوں کو جارہے تھے۔ سویردلوف یونیورسٹی کا سارا ہال دھوئیں سے دھندلا ہو رہا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشوں سے جن پر برف پگھل چکی تھی، روشنی کی چوڑی چوڑی لہریں آرہی تھیں۔ پلیٹ‌فارم پر ایک میز تھی جس پر سرخ کپڑا پڑا تھا۔ اس کے پیچھے دیوار پر روس کی سابق سلطنت کا ایک بڑا نقشہ تھا جس پر آلپینوں سے چھوٹے چھوٹے رنگین جھنڈے لگے تھے۔

اس جلسے کا ایجنڈا دیکھنے میں بہت سیدھا سادہ تھا یعنی ''دیہاتوں میں کام کے بارے میں،،۔ لیکن جو لوگ یہاں جمع ہوئے تھے ان کو اسی دن ایسے اضلاع میں جانا تھا جہاں امیر کسانوں (کولاکوں) نے بغاوت کر دی تھی۔ ان کو ریلوے اسٹیشنوں کی بھیڑبھکڑ اور ریلوے کے ہنگاموں کا سامنا کرنا تھا...

ہمارا فوٹو گرافر ادھر ادھر پھرتا رہا، ایک کھڑکی کے پتھر پر چڑھ گیا اور پہلی صف کے لوگوں کا فوٹو لے لیا جو تقریر سن رہے تھے۔

اپنے کیمرے کو ذرا اوپر اٹھا کر اس نے ایک بار پھر کھٹکا دبا دیا اور ہال کے عام منظر کا فوٹو لے لیا۔

اس نے ذرا اس سے زیادہ دوڑ دھوپ کی جس کی توقع ''ہمارے فوٹو نامہ‌نگار،، سے کی جاتی ہے لیکن اس کی وجہ درحقیقت اس کی نوجوانی تھی — وہ مشکل سے بیس سال کا ہوگا۔

دو تین فوٹو لینے کے بعد وہ کوئی ایسی موزوں جگہ ڈھونڈھنے لگا جہاں سے وہ مقرر کی تصویر لے سکے جو ایک دکھانےوالی چھڑی لئے بڑے نقشے کے پاس کھڑا تھا۔ اچانک اگلی صفوں میں دبی دبی سی تالیاں بجیں اور اس کے بعد تالیوں کا زور بڑھتا گیا۔

''ہمارے فوٹو نامہ‌نگار،، نے حیران ہوکر اپنی سفید پلکیں جھپکائیں: کچھ نہ کچھ اس کی نظروں سے بچ گیا تھا۔ اس نے صرف یہ دیکھا کہ سب لوگ اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے۔ چنانچہ وہ بھی اپنا پورا زور لگا کر پنجوں کے بل کھڑا ہو گیا لیکن اپنے بڑے ''اکارڈین،، اور اس کے اسٹینڈ کو ٹھیک سے سنبھالے رہا۔ وہ اپنے خالی ہاتھ سے خاموشی لیکن جوش کے ساتھ ٹھیلتا ہوا آگے بڑھنے لگا...

ایک پستہ قد گٹھے جسم کا آدمی بادامی کوٹ پہنے تیزی کے ساتھ مجلس صدارت کی طرف جا رہا تھا۔

''ہمارے فوٹو نامہ‌نگار،، کا دل منہ میں آگیا اور ہاتھ نے اسٹینڈ کو جکڑ لیا۔ ''ارے، یہ تو لینن ہیں!،، وہ تقریباً چیخ پڑا۔

لینن اس سے دس قدم دور بیٹھے، گہما گہمی والے ہال کو گھور کر دیکھ رہے تھے اور اپنی اونچی پیشانی کو پونچھتے جاتے تھے۔

''میرے خدا!،، فوٹوگرافر بڑبڑایا ''یہ تو سچ مچ لینن ہیں!.. ولادیمیر ایلیچ... ارے، کیا فوٹو آئیگا!.. کیسی روشنی! کیا موقع!،،

لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھانا آسان نہ تھا کیونکہ لینن فوٹو کھنچوانا پسند نہیں کرتے تھے اور ان کا فوٹو لینے کی اجازت پانا بہت مشکل تھا۔ بہت سے لوگوں نے کوشش کرکے دیکھ لیا تھا اور نا کام رہے تھے۔

پچھلی بہار کی بات ''ہمارے فوٹونامہ‌نگار،، کو اچھی طرح معلوم تھی کہ یکم مئی کے سبوتنیک میں لینن نے ان لوگوں سے قطعی انکار کر دیا تھا جو ان کا فوٹو لینا چاہتے تھے: ''یہ کیا مذاق ہے؟ میں یہاں کام کرنے آیا ہوں، فوٹو کھنچوانے نہیں!،،

اس کےلئے چال‌بازی کی ضرورت پڑی تھی۔ کریملن کے فوجی ٹریننگ اسکول کے کمیسار جو لینن کے ساتھ ملکر کام کر رہے تھے، ذرا دیر کے لئے رک گئے جیسے وہ آرام کرنا چاہتے ہوں اور ولادیمیر ایلیچ کا چپکے سے فوٹو لے لیا گیا۔ اس طرح سے دنیا کو لینن کا وہ فوٹو نصیب ہوا جبکہ وہ کریملن کے سبوتنیک میں کام کر رہے تھے۔

''اب کامریڈ لینن تقریر کریں‌گے،، صدر نے اعلان کیا۔

* * *

ایک گھنٹہ بعد لینن ہال سے روانہ ہوگئے۔ ان کے ساتھ ایک لمبا فوجی افسر تھا جس نے جلسے کی صدارت کی تھی اور پریزیڈیم کا ممبر تھا۔ باتیں کرتے ہوئے ولادیمیر ایلیچ نے اپنی ٹوپی پہنی اور اپنا پورٹ‌فولیو لیا۔ اتفاق سے ان کی نظر ایک آدمی پر پڑگئی جو ذرا دور کھڑا تھا۔ یہ آدمی کئی بار چکرایا سا گھوما جیسے وہ بڑے سیاہ ڈبے اور اسٹینڈ کو چھپانا چاہتا ہو۔

لینن نے سیاہ ڈبے کو دیکھ کر تیوریاں چڑھائیں اور نمایاں ناراضگی کے ساتھ کہا:

''آہ، مبارک ہو! یہاں بھی فوٹو لے رہے ہو؟ نہیں، مہربانی کر کے رہنے بھی دو!،،

بس ہو گیا! اب تو جانا ہی تھا۔

لیکن ''ہمارا فوٹونامہ‌نگار،، نہیں گیا۔ سب کے لئے غیرمتوقع طور پر اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں اس طرح کہا جیسے اس کو زکام ہو:

''کامریڈ لینن!.. آپ کے فوٹو ساری ریپبلک کو چاہئیں... وہ کوئی مجھے ذاتی طور پر نہیں چاہئے ہیں...،،

''ہوں، یہ خوب رہی!،، ولادیمیر ایلیچ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

لیکن وہاں ''ہمارے فوٹو نامہ‌نگار،، کے کچھ حامی پیدا ہوگئے۔ وہ سب لینن سے یہ التجا کرنے لگے کہ وہ انکے ساتھ فوٹو کھنچوا لیں۔

''اچھا، اگر سب کے ساتھ ہے، تو ٹھیک ہے!،، لینن نے ذرا تذبذب سے کہا۔

''ہمارا فوٹو نامہ نگار،، بہت تیز ہو گیا۔ وہ اپنے کیمرے اور اسٹینڈ کو ادھر ادھر کھسکانے اور بلا وجہ کی کچھ حرکتیں کرنے لگا اور برابر کچھ بڑبڑاتا بھی جا رہا تھا:

''بس، ایک سکنڈ!.. ابھی ابھی!.. ایک سکنڈ!..،،

اس گروپ کا فوٹو لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ہر ایک لینن کے پاس کھڑے ہو کر فوٹو کھنچوانا چاہتا تھا اور چپکے سے اپنے پڑوسی کو الگ ہٹا رہا تھا۔ ولادیمیر ایلیچ صبر کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔

آخر سب کچھ فوٹو کے لئے تیار ہوگیا۔ سیاہ کپڑے کے نیچے جا کر فوٹوگرافر نے فوکس ٹھیک کرنا شروع کیا اور بار بار یہ کہتا جا رہا تھا: ''ایک سکنڈ! بس ابھی پلیٹ لگاتا ہوں.. ایک سکنڈ میں کھینچتا ہوں فوٹو!،،

ہر شخص کے چہرے پر ایک شان سی آ کر جم گئی تھی، صرف لینن کی آنکھوں میں مزاح کی چنگاری تھی۔

لیکن اچانک سب نے دیکھا کہ فوٹو گرافر کو کوئی ناخوشگوار بات پیش آگئی ہے۔ اس نے جھٹکے کے ساتھ اپنے اوپر کا کپڑا الگ پھینک دیا، ٹین کی کوئی چیز زمین پر پھینکی اور اپنا سر پکڑ لیا۔ ہر شخص اس کو حیرت اور پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ لینن تیزی سے اس کے پاس گئے۔

''کیا ہوا تم کو، کامریڈ؟ کیا تمھاری طبیعت خراب ہوگئی؟''

''خراب!'' فوٹو گرافر نے مردہ آواز میں جواب دیا ''میں فریم میں فوٹو پلیٹیں نہیں چڑھا سکا... اب میرے پاس تیار پلیٹ نہیں ہے!''

وہ اپنے ''اکارڈین'' کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے بازو جھول رہے تھے۔ وہ بالکل ٹوٹا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی ٹھڈی جو بھدے شیو سے ذرا چھیل گئی تھی، کانپ رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بات ناقابل‌معافی ہے— وہ قابل رحم تھا کہ بدقسمتی سے اس نے ایسا اچھا اور لاجواب لمحہ کھو دیا۔

''اچھا، رفیقو!'' بالا قد فوجی افسر نے اپنی بڑے سرخ ستارے‌والی فوجی ٹوپی سر پر رکھتے ہوئے کہا ''جیسا کہ کہتے ہیں پرنٹ میں کچھ ایسے حالات کیوجہ سے غلطی ہوگئی ہے جو ایڈیٹروں کے کنٹرول سے باہر تھے... اب ولادیمیر ایلیچ کو روکنا بیکار ہے!''

لیکن لینن فوٹوگرافر کو اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے کہ چاروں طرف جو کچھ ہو رہا ہے اس کی ان کو خبر تک نہیں ہے۔ انھوں نے اپنی جیب سے گھڑی نکالی اور اس کو دیکھ کر پوچھا:

''تم کو پلیٹ چڑھانے میں کتنی دیر لگے گی؟''

''مجھے؟.. دس منٹ!'' ہمارے نامہ‌نگار نے ھکلاتے ہوئے کہا۔ اس کے مردنی چھائے چہرے پر سرخی کے دھبے نظر آنے لگے۔

''اچھا، میں ساتھیوں سے دس منٹ اور بات‌چیت کرتا ہوں!'' لینن نے اطمینان سے کہا۔

فوٹو گرافر نے پلیٹوں کے خالی خانوں کا پلندہ اور پلیٹوں کا بنڈل

لیا اور اپنے بڑے بڑے نمدے کے بوٹوں میں ٹیڑھے میڑھے قدم رکھتا بھاگا۔

وہ تڑائے ہوئے گھوڑے کی طرح بھاگ رہا تھا۔ وہ لمبی سی گذرگاہ سے دوڑتا ہوا ہر کمرے کے اندر جھانکتا اور پھر آگے بھاگتا۔ اس کو ایک اندھیرے، بالکل اندھیرے کمرے کی ضرورت تھی! اور وہ سورج جسکا وہ آج ہی تابعدار بنا تھا پوری فیاضی کے ساتھ چمک رہا تھا۔

وہ زینوں پر بھاگتا ہوا چڑھا۔ وہ گرم ہوا میں ہانپ رہا تھا۔ لیکن سورج کی کرنیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھیں۔

اس کا کلیجہ تقریباً منہ کو آ رہا تھا جب وہ آخری منزل پر پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک بڑا لکڑی کا صندوق رکھا ہے۔

ایک سکنڈ سوچے بغیر ''ہمارے نامہ‌نگار،، نے اس کا ڈھکن کھول دیا۔ اس میں موٹے موٹے ٹیوب گنڈلی مارے اژدھوں کی طرح پڑے تھے اور ربر کی بو آ رہی تھی۔

وہ صندوق میں کود پڑا اور اوپر سے ڈھکن اس کے سر پر زور سے لگا لیکن اس نے درد بھی نہیں محسوس کیا۔

اس نے دہرے ہو کر جلدی سے پلیٹوں کے بنڈل کے اوپر کا کاغذ پھاڑا۔ لیکن فوراً اس کا چہرہ بگڑ گیا اور اس نے جلدی سے بنڈل کو بغل کے نیچے چھپا لیا: یہاں بھی کوئی باریک سی ضدی کرن کسی دراڑ سے گھس آئی تھی۔

برابر سے ایک عورت جھاڑو لئے گذر رہی تھی — غالباً صفائی کرنےوالی تھی۔ اچانک اس کے ہاتھ سے جھاڑو گر پڑی اور اس نے ایک چیخ ماری کیونکہ اس نے دیکھا کہ صندوق سے ایک آدمی نمودار ہوا جس نے چھینک لی، اپنے ہونٹ چاٹے اور گھگھیائی آواز میں کہا:

''کامریڈ، یہ میں ہوں!.. ایک سکنڈ!.. مہربانی کرکے... اس ڈھکن پر بیٹھ جاؤ... یہاں ایک دراڑ ہے جس سے روشنی آتی ہے۔،،

عورت اس کو گول گول آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

''کامریڈ، میں التجا کرتا ہوں، بیٹھ جاؤ!،،

عورت ڈھکن پر بیٹھ کر سوچنے لگی کہ یہ سب کیا ہے اور کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ صندوق کی زنجیر بند کر کے چوکیدار کو بلا لیا جائے۔

اس نے صندوق کے اندر کچھ کھڑکھڑاہٹ اور ھانپنے کی آواز سنی، پھر گھٹی سی آواز آئی:

''مہربانی کرکے کھولنا، میرا دم گھٹ رہا ہے!،،

عورت نے ڈھکن کھول دیا اور آدمی اچک کر صندوق سے نکل آیا جیسے اسپرنگ سے اچھل کر کھلونا آتا ہے۔ وہ پسینے سے تر اور گرد سے اٹا لیکن خوش تھا۔

''بالکل اندھیرا تھا!،، اس نے زور سے کہا ''شکریہ!،،

اور پھر نیچے بھاگا، وہ تین تین قدمچے پھلانگتا جا رہا تھا۔

* * *

درخت ابھی تک اپنے ٹھنڈے بادامی پنجے سورج کی طرف بڑھا رہے تھے۔ سایہ‌دار سڑکوں پر کچی اور ڈھیلی ڈھالی برف اسفنج کی طرح بھدے ٹکڑوں میں جابجا نظر آ رہی تھی۔ دیواروں سے اکھڑے ہوئے اشتہاروں کو ہوا لہرا رہی تھی۔ سبزی مائل برف کے ٹکڑے پرنالوں سے گر رہے تھے۔

ایک نوجوان پربہار ماسکو میں چلا جا رہا تھا۔ اس کے رخساروں پر سرخی تھی۔ کبھی کبھی وہ رک جاتا، ھاتھ ھلاتا اور مسکرا دیتا۔ اکا دکا راہ‌گیر اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگتے۔

اس کے گھر میں باھر سے زیادہ ٹھنڈک تھی۔ چھوٹے ٹھنڈے باورچی‌خانے میں جہاں کھڑکی پلائی وڈ کے تختوں سے بالکل ڈھکی تھی، پگھلتے ہوئے پلاسٹر کی مہک طاری تھی جو ابھی تک یہاں بہار کی واحد نشانی تھی۔

اندھیرے میں بجلی کے بٹن کے لئے ٹٹولتے ہوئے نوجوان نے ایک سرخ لیمپ جلا دیا کیونکہ باورچی‌خانہ اس کی لیباریٹری بھی تھا۔

ہلکے رنگ کی برساتیاں پہنے اور خوبصورت کیمرہ کیس کندھوں پر لٹکائے موجودہ زمانے کے فوٹو گرافر غالباً اس لیبارٹری کو دیکھ کر پھر مسکرا دیتے۔ لیکن اب تو وہ ان سے کبھی بھی جگہ بدلنے کے لئے تیار نہ ہوتا، دنیا کی کسی بھی نعمت کے لئے!

اس نے developer کا ڈبہ اسٹول پر رکھا اور دیر تک اس پر اپنی سانس چھوڑتا رہا تاکہ وہ تھوڑا سا ھی گرم ہو جائے۔ پلیٹ کو رقیق میں ڈالتے وقت اس کے ھاتھ کانپ رہے تھے۔ اسٹول کے پاس ڈھکی لگائے وہ ڈبے کو ہلکے ہلکے ہلاتا رہا۔ اس کے اوپر ہلکی عنابی لہریں اٹھنے لگیں۔ اب دودھیا محلول سے ایک صاف خاکہ ابھرنے لگا اور اس کو ایک جانی پہچانی چوڑی پیشانی، مچی ہوئی آنکھ کے اوپر ابرو ہلکی ہلکی نظر آنے لگی اور اس نے یکدم اپنی بھرائی، بھاری آواز میں زور سے گانا شروع کر دیا...

صبح کو وہ تیار کئے ہوئے فوٹوؤں کا دیر تک انتخاب کرتا رہا — بہت صاف بلا کسی داغ، دھبےوالے۔ آخرکار اس نے دو چھانٹ کر لفافے میں رکھے اور احترام کے ساتھ، ہر حرکت کو شوق سے ادا کرتے ہوئے اس کو بند کیا۔

اب پتہ لکھنا رہ گیا تھا۔

دیاسلائی کو کئی بار گھس کر جلانے کے بعد اس نے جمی ہوئی دوات کو گرم کیا اور اسمیں قلم ڈبو کر خیالات میں کھو گیا۔ اس کی نگاہیں لفافے پر تھیں۔ اپنے خیالات پر مسکراتے ہوئے اس نے بڑے بڑے حروف میں لکھا:

''لینن کو!،،

بس ہوگیا پتہ!

اس پتے سے دنیا میں کہیں سے بھی خط جا سکتا تھا — چاہے کلکتے سے ہو یا گرین لینڈ سے یا جزیرہ قبرص سے — بس وہ اپنے ٹھیک پتے پر پہنچ جائے گا...

چند دنوں کے بعد ''ہمارے فوٹونامہ نگار،، کو یہ بتایا گیا: ایک مشہور مصور جس کو یہ عزت نصیب ہوئی کہ وہ لینن

کی تصویر عوامی کمیساروں کی کونسل میں ان کے مطالعہ کے کمرے میں بنا رہا تھا، لینن سے پوچھا کہ ان کا کوئی فوٹو ہے تو لینن نے کہا کہ عام طور پر وہ اپنے فوٹو محفوظ نہیں رکھتے، پھر بھی ان کے پاس ایک فوٹو ہے...

انھوں نے دراز کھول کر مصور کی طرف احتیاط سے کھولا ہوا ایک لفافہ بڑھا دیا:

"یہ فوٹو ایک نوجوان کامریڈ نے سویردلوف یونیورسٹی میں لیا تھا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے تھے۔ غالباً ان کو بے پلیٹ والے فریم کا قصہ یاد آ گیا تھا۔

لینن کمیونسٹ انٹرنیشنل کی دوسری
کانگرس کے مشرقی عوام کے سکشن
کے جلسے میں (جولائی — اگست
۱۹۲۰ء)





س۔ وینوگرادسکایا

انقلاب کے پہلے برسوں میں سوفیا وینوگرادسکایا لینن کی بہن ماریا اولیانووا کی معاون تھیں جو اس وقت اخبار ''پراودا،، کے ایڈیٹوریل دفتر میں سکریٹری تھیں ۔ وینوگرادسکایا اکثر لینن، ان کے عزیزداروں اور دوستوں سے ملتی رہتی تھیں جنکو انھوں نے اپنی کتابوں کی کہانیوں '' پراودا، کی فائل،،، ''دو شامیں،،، ''خاتون اول،،، ''سمور کا کوٹ،، اور ''شلیاپین کا کنسرٹ،، اور دوسری علحدہ کتابوں میں بیان کیا ہے ۔

کلارا تسیتکن اور نادیژدا کروپسکایا ۔

جوبلی

انقلاب کی تیسری بہار لینن کی زندگی کی ۵۰ ویں بہار تھی۔

اس وقت تک ماسکو کی پارٹی تنظیم میں بالشویکوں کی تعداد ۳۵ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ یہ سب پارٹی میں بہت کٹھن وقت آئے تھے یعنی جب پارٹی پوشیدہ طور سے کام کر رہی تھی، ۱۹۰۵ء کے انقلاب کے دنوں میں، رجعت‌پرستی کے ابھار کے زمانے میں، اکتوبر کے طوفان سے ذرا پہلے اور ان مہینوں میں جب پرولتاری رپبلک انتہائی خطرے میں تھی۔

ان میں کچھ سفید بالوں‌والے بزرگ تھے اور کچھ نوجوان جو اسکول چھوڑ کر سوویت اقتدار کے لئے جدوجہد کرنے‌والوں کی صفوں میں آگئے تھے۔ کچھ لوگ کمیونزم کے نظریات‌داں تھے اور کچھ محنت‌کش جو جبروتشدد کا شکار تھے اور جو کمیونزم کو روسی زبان کے حروف‌تہجی کے ساتھ ساتھ سیکھ رہے تھے۔

لینن ماسکو کی بالشویک تنظیم کے ممبر تھے۔

ان کے کامریڈ چاہتے تھے کہ ان کی پچاسویں سالگرہ کی شام ان کے ساتھ گذاریں اور انھوں نے سوچا کہ نیکیتسکی بولوار کے پریس گھر میں جلسہ کیا جائے جو اس زمانے میں بہت ھی مقبول پبلک کامب تھا۔ لیکن بہت سے لوگ اس جلسے میں شرکت کرنا چاہتے تھے اور ھال چھوٹا تھا...

اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ تقریب ماسکو پارٹی کمیٹی کی عمارت میں ھو جو بولشایا دمیتروفکا سڑک پر تھی۔ اچانک اسمیں ایک غیر متوقع رکاوٹ پیدا ھو گئی یعنی جس کی جوبلی منائی جانے‌والی تھی اس نے اس تقریب میں شرکت سے قطعی انکار کر دیا۔

''والودیا کسی کی بات نہیں سنیں‌گے!،، لینن کی چھوٹی بہن ماریا ایلینیچنا نے اپنی بڑی بہن سے کہا ''آننا، وہ کسی کی بات نہیں سنیں‌گے! کہتے ھیں کہ کانگرس میں ان کی تعریف کی اتنی بھرمار ھوئی کہ ان کا دل بھر گیا ھے!،،

''پراودا،، اخبار کے جن کارکنوں اور ایڈیٹروں نے دونوں بہنوں کی یہ بات‌چیت ٹیلی‌فون پر سنی انھوں نے مذاق میں ایک دوسرے سے کاناپھوسی کرتے ہوئے کہا:

''اچھا، 'والودیا کسی کی بات نہیں سنیں‌گے، تو لینن کی جوبلی نہ ہوگی! ،،

اس دوران میں لینن کی اس جوبلی کے موقع پر ماسکو میں ہنگامی جلسے ہونے لگے، یہ سچ ہے کہ یہ جلسے بغیر ان کی شرکت کے ہو رہے تھے۔

۱۷ اپریل کو، لینن کی سالگرہ سے پہلےوالے سنیچر کے دن ویندافسکی ریلوے کی تحتی ضلع کی پارٹی تنظیم اور ریلوے کے سیاسی شعبے نے ''لینن پر مقدمہ،، نامی ڈرامائی مباحثہ منظم کیا۔ اس زمانے میں ایسے ''مقدمے،، بہت مقبول تھے اور عوام کے درمیان بڑے پیمانے پر کام کرنے کا ہردلعزیز ذریعہ بھی۔

''مقدمے،، کے محرکوں نے یہ دلیل پیش کی: '' تمام سرمایہ‌دار دنیا لینن کے خلاف متحد ہوگئی کیونکہ روس میں انھوں نے سرمایہ‌داروں اور جاگیرداروں کا تختہ الٹ دیا، نجی ملکیت ختم کردی اور عالمی انقلاب کی اپیل کر رہے ہیں۔ لینن کو برسراقتدار آئے تیسرا سال ہے۔ آؤ، ان کو ان کے کاموں کے حساب سے پرکھیں۔ ،،

لوگوں کو یہ خیال پسند آیا اور ''مقدمے،، میں ویندافسکی ریلوے لائن کے سارے مزدوروں نے شرکت کی۔ ملزم ٹھہرانےوالوں کی طرف سے گواہی میں ایک بورژوا، امیر کسان، نکٹھو، غدار اور منشویک تھے۔ صفائی کے گواہ تھے — ایک جرمن پرولتاری، سامراجی جنگ کا زخمی سپاہی، روسی مزدور، محنت‌کش عورت اور دیہاتی غریب۔ استغاثے کے وکیل نے روسی اور عالمی بورژوازی کی طرف سے لینن کو ملزم ٹھہرایا۔ صفائی ایک کمیونسٹ نے پیش کی جو پارٹی کے پروگرام سے بخوبی واقف تھا۔

مزدوروں اور کسانوں پر مشتمل ''عدالت،، نے گواہوں کے بیانات اور طرفین کی دلیلیں سنیں اور لینن کو بےقصور قرار دیا۔

اس کی رپورٹ اخبار ''پراودا،، میں بھیجی گئی۔

''ہم اس کو ضرور شایع کریں گے! ،، ماریا ایلینیچنا نے کہا اور اس کو لینن کو دکھانے کے لئے گھر لیتی گئیں۔

شام کو واپس آ کر انھوں نے رپورٹ لوٹا دی اور کہا :

''اس کو چھاپنے کے لئے دے دیجئے۔ میں نے پڑھکر سنایا تو لینن خوش ہوئے۔ ،،

''فیصلے سے؟،، نائب سکریٹری ساشا نے چپکے سے ماربا ایلینیچنا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''... اس سے کہ ان کے بغیر جوبلی منالی، کہ ان کو عدالت میں طلب نہیں کیا گیا ! ،،

''بہر حال ماسکو کمیٹی میں ولادیمیر ایلیچ آ رہے ہیں یا نہیں ؟ ،، ''پراودا،، کے کارکنوں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تقریب کے خلاف ان کے مزاج کو دیکھتے ہوئے مجھے شبہ ہے،، ماریا ایلینیچنا نے سر ہلاتے ہوئے کہا:

''ہمیں ایک مہم منظم کرنی پڑے گی: ماسکو میں ''لینن کو ترغیب دینے کا ہفتہ،، — ادارے کے لوگوں نے مذاق سے کہا۔

''ہش، ہش! ،، ماریا ایلینیچنا نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور مرغیوں کی طرح ان مذاق کرنےوالوں کو دفتر سے ہشکا دیا۔

''بہر حال ولادیمیر ایلیچ کو چاہئے کہ وہ اپنے رفیقوں کو سمجھیں۔ وہ ایک ہی شہر میں ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ان سے ایسے دن بھی نہیں مل سکتے؟..،، ساشا نے کہا جب دفتر خالی ہو گیا۔ ''ماریا ایلینیچنا، آپ کا کیا خیال ہے؟،،

''اب میری جان کھانے لگیں! ،،

''ماریا ایلینیچنا، میں سنجیدگی سے پوچھ رہی ہوں۔ اس وقت سب خوش ہیں، محاذوں پر کامیابی ہوئی ہے...،،

''ہاں، لڑکی، میں سمجھتی ہوں۔ لیکن جانتی ہو، ایلیچ اس طرح کی کوئی چیز بالکل برداشت نہیں کرتے...،، ماریا ایلینیچنا نے منہ بنا کر ہوا میں انگلیاں اس طرح چلائیں جیسے وہاں سے کوئی

ناخوشگوار چیز چن کر ہٹا رہی ہوں ''اعزازی جلسے اور تقریبیں ان کو بالکل پسند نہیں ہیں۔ وہ ان سے گھبراتے ہیں۔ رفیقوں کو اس بات کا لحاظ کرنا چاہئے۔ کسی آدمی کو پریشان کیوں کیا جائے؟''

''کیا ولادیمیر ایلیچ اکثر اکتائے رہتے ہیں؟'' ساشا نے پوچھا۔

''یوں تو ان کے پاس اکتانے کے لئے وقت نہیں ہے'' مہربانی سے مسکراتے ہوئے ایڈیٹوریل دفتر کی سکریٹری نے اپنی نوجوان معاون کے بچکانے سوال کا جواب دیا ''لیکن بقول خود ان کے ''ادھر ادھر کی فضول بکواس'' سے ان کو بےحد الجھن ہوتی ہے۔ ان کو ہر نئی چیز سے دلچسپی ہے۔ ان کو یہ بات پسند ہے کہ جو کچھ ان کو نہیں معلوم ہے اس کے بارے میں ان کو بتایا جائے...''

پھر ماریا ایلینیچنا نے عادت کے مطابق اپنا سر کھڑکی کی طرف موڑ کر دور کی کسی چیز پر، جو یا تو ان ہی کو نظر آتی تھی یا اس کا وجود ہی نہیں ہوتا تھا، نگاہیں گاڑ دیں۔ وہ یادوں میں کھوئی ہوئی اس طرح سے بولیں جیسے ان کی آواز کہیں دور سے آرہی ہو:

''ہمیشہ سے یہی صورت رہی۔ گھر پر بھی بڑے بھائیوں کو بےکار کی بکواس نہیں پسند تھی...''

ساشا ساکت ہو کر رہ گئی۔ یہ دوسری مرتبہ تھا جب ماریا ایلینیچنا نے اپنے بھائیوں کا ذکر کیا تھا۔ اور ہر مرتبہ یہ لڑکی سناٹے میں آ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس ذکر کو چھیڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ بھائی الیکساندر... ولادیمیر...

بھائیوں کے ذکر سے جو ماریا ایلینیچنا کے لئے بہت عزیز تھا ساشا میں جو ہیجان پیدا ہو جاتا تھا اس کو ظاہر کرتے ہوئے وہ ڈرتی تھی۔ ناقابل برداشت خاموشی سے پیچھا چھڑانے کے لئے ساشا نے اپنی میز کی چیزیں ٹھیک ٹھاک کرنا شروع کردیں۔ اس دوران میں ماریا ایلینیچنا اس محویت کے عالم سے نکل آئیں جسمیں وہ اس طرح باتیں

کرتی ہیں جیسے وہ اپنے سے ہی کچھ کہہ رہی ہوں اور کسی سے خاص طور پر مخاطب نہ ہوں۔ وہ پھر اپنی نوجوان معاون کی طرف گھومیں اور اس طرح جیسے اچانک ان کو کچھ یاد آ گیا ہو اس سے کہا:

''ایلیچ اکثر یہ کہتے ہیں ' بکواس کرنے سے تو یہ بہتر ہے کہ میں شکار کھیلنے چلا جاؤں ! ' ''

اس بات سے نا امید ہو کر ساشا نے فوراً اعتراف کیا:

''اور مجھے، ماریا ایلینیچنا، باتیں کرنے کا شوق ہے۔ دیکھئے نا، سب کچھ کتنا دلچسپ ہے...''

''واقعی دلچسپ ہے!'' ماریا ایلینیچنا نے سر ہلاتے ہوئے اتفاق کیا اور کہا ''جب وہ میکسم گورکی کے ساتھ ہوتے ہیں تو کبھی نہیں اکتاتے۔ تب وہ وقت کی پروا نہیں کرتے۔ ''

''لینن اور گورکی! ذرا تصور تو کیجئے!'' ساشا نے طفلانہ جوش میں آہ بھر کر کہا ''کاشکہ میں سن سکتی کہ وہ کیا باتیں کرتے ہیں، خواہ ایک ہی بار کیوں نہ ہوتا! غالباً ادب کے بارے میں؟''

''ادب کے بارے میں بھی...'' ماریا ایلینیچنا نے اتفاق کیا ''لیکن صرف ادب کے بارے میں نہیں ...''

ہرکارے کا کام کرنےوالی عورت چائے لائی اور ماریا ایلینیچنا نے اپنی ہتھیلیاں گرم کرنے کے لئے دونوں ہاتھوں سے پیالہ پکڑ لیا۔

''اگر ان کی تمام باتیں لکھی جا سکتیں! ہے نا ماریا ایلینیچنا؟ سب، سب لکھی جاسکتیں!''

''لو، کیا خوب سوجھی!'' ماریا ایلینیچنا نے شانے جھٹک کر کہا '' گھر پر ہم ان کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں تاکہ دونوں دل بھر باتیں کر لیں۔ کیوں خلل‌اندازی کی جائے! گورکی ہمیشہ ایلیچ کو بہت سی باتیں بتاتے رہتے ہیں — جلا وطن لوگ غیرملکوں میں ہمارے بارے میں کیا لکھ رہے ہیں، ہمارے سائنس‌داں کیا کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے گھر میں داخل ہو کر مشکل سے اپنا اوورکوٹ اتارنے پاتے ہیں کہ ایلیچ ان سے ملنے باہر نکل آتے ہیں اور خوشی

خوشی ان سے پوچھنے لگتے ہیں : ''اچھا، الیکسئی میکسیموویچ، معزول‌شدہ طبقے ہمارے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟''
''اور گورکی؟ ''
''وہ ہنس کر کہتے ہیں 'میں اپنی رپورٹ پیش کرونگا، ولادیمیر ایلیچ، بس ذرا میں اپنے اوپری جوتے اتار لوں ...' ''
''ہا، ہا، ہا! '' ساشا کا قہقہہ گونجا۔
''بس لگیں قہقہے لگانے، سینےوالی مشین کی طرح کھٹ کھٹ کرنے!'' ماریا ایلینیچنا نے پریشان ہوکر کہا ''بس مجھ سے باتیں اگلوا لیں، جان کھا کر ...''
چائے کا پیالہ جو ابھی ختم نہیں ہوا تھا کھڑکی پر رکھ کر انھوں نے ایک لفافہ نکالا جسمیں مزدور نامہ‌نگاروں کے نوٹ تھے۔ لینن کی بہن ان کو دن رات پڑھنے کےلئے تیار رہتی تھیں۔ وہ ایسی تحریریں پڑھنے لگیں جو ''مزدوروں کی زندگی'' کے شعبے کے لئے تھیں لیکن ان کے ذرا خشک اور مستقل محتاط چہرے پر اس شخص کے محبت کے آثار موجود تھے جس کا ذکر انھوں نے ابھی کیا تھا۔

* * *

دوسرے دن صبح کی ڈاک کھولنے پر ساشا کو ایک بڑا سا سفید لفافہ ملا جس پر روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی ماسکو کمیٹی کی پرانی مہر لگی تھی اور اسمیں ان دعوت‌ناموں کا موٹا پیکٹ تھا جو ماسکو کی پارٹی کمیٹی نے ولادیمیر ایلیچ لینن کی پچاسویں سالگرہ کی تقریب کے لئے بھیجے تھے۔
''ماریا ایلینیچنا! '' ساشا نے زور سے کہا '' جانتی ہیں، ہوگی! اور آپ نے آننا ایلینیچنا سے کہدیا کہ ایلیچ 'کسی کی بات نہیں سنیں‌گے'۔ دیکھئے نا! یہ آئے ہیں! ''
لینن کی بہن نے ٹکٹ لئے، ان کو الٹ پلٹ کر دیکھا، ہونٹ چبائے، پھر انھوں نے پرانی عادت کے مطابق اپنی آنکھیں دھندلی

کھڑکی کی طرف پھیرلیں جو خزاں سے دھوئی نہیں گئی تھی۔ وہ مٹھی پر اپنی ٹھڈی رکھے ایک منٹ تک خاموش بیٹھی، کچھ دل ہی دل میں سوچتی رہیں اور پھر مذبذب انداز میں بولیں جیسے اپنے آپ سے تمام حجت کر رہی ہوں:

''ممکن ہے آخرکار وہ تیار ہوگئے ہوں۔''

ٹکٹوں کو شمار کرکے انھوں نے اپنی میز کے کیلنڈر پر ادارتی بورڈ کے کئی کارکنوں کے نام لکھے اور ایک دعوت‌نامہ ساشا کی طرف بڑھا دیا۔

ہمیشہ کی طرح چار بجے ماریا ایلینیچنا اپنی پرانے فیشن کی موٹر ''دیلون بیلویل''، میں گھر کھانا کھانے گئیں لیکن خلاف‌معمول نہ جانے کیوں وہ دیر تک نہیں لوٹیں۔ دفتر میں تنہا بیٹھی ہوئی ساشا یہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ وہ ماسکو کمیٹی جائے یا نہ جائے؟ وہاں لینن ہوں‌گے یا نہیں؟..

''پراودا''، کی سکریٹری ایسے وقت کریملن سے واپس ہوئیں جب یہ جلسہ شروع ہونے کا وقت قریب تھا اور اپنی معاون کی گھبرائی ہوئی سوالیہ نگاہیں دیکھ کر انھوں نے اس کو دروازے کی اور ٹھیلنا شروع کیا۔ اس خاموش، ہمت‌افزا اشارے کا مطلب تھا کہ ''جاؤ!''

ساشا نے کوئی سوال نہ کرتے ہوئے، کیونکہ اس نے ادارتی بورڈ کی سکریٹری کی گویا اور پرخلوص نگاہوں کو سمجھنا سیکھ لیا تھا، اپنا اوورکوٹ اور چھوٹی سی ٹوپی لپک کر لی اور رخصت کے لئے ہاتھ ہلاتی ہوئی دفتر سے بھاگی۔ اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ وہ گذرگاہ سے دوڑتی ہوئی گذری، زینوں کو پھلانگ گئی اور بھاگ کر چھاپےخانے کے لمبے اور تنگ صحن میں پہنچ گئی جہاں گھوڑے گاڑیوں اور لاریوں کی بھیڑ تھی۔ پھاٹک سے نکلنے پر اس کی رفتار اور تیز ہوگئی۔ پرانی، تنگ اور ٹیڑھی میڑھی تویرسکایا اسٹریٹ کے فٹ‌پاتھ پر بہار کے پانی کے جوہڑوں میں پڑ کر اس کے جوتے پانی اڑا رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے مکان ایک دوسرے

سے ڈسے ہوئے کھڑے تھے اور زنگ آلود آہنی سائن بورڈ ہوا سے ٹکرا کر بج رہے تھے۔

موڑ والے مکان تک پہنچ کر جس کی اوپری منزل میں اس کے پسندیدہ آرٹ تھیٹر کا پہلا اسٹوڈیو تھا لڑکی اچانک رک گئی — دواخانے کے شو کیس میں سبز رنگ کا بڑا سا شیشے کا گولا تھا جسمیں کوئی شفاف رقیق بھرا تھا۔ اسمیں ساشا نے اپنی عجیب بدلی ہوئی سی صورت دیکھی اور اسکو یاد آگیا کہ اس نے کپڑے تک نہیں بدلے تھے۔ لیکن اگر وہ بھاگ کر گھر جائےگی تو ممکن ھے کہ جلسے کی ابتدا میں وہ نہ پہنچ سکے۔ اور اگر لینن وھاں پہنچ گئے؟

لڑکی نے فیصلہ کن انداز میں جسم پر اپنا اوورکوٹ لپیٹا اور فٹ پاتھ سے اتر کر تیزی سے سوویت چوک کے پار چلی۔

اس کے بالکل سامنے ستون دستور سر بلند نظر آ رھا تھا اور سنگ خارا کا عورت کا مجسمہ تھا جو فریجیائی ٹوپی اور پرانے زمانے کا سیدھا سادہ لباس پہنے تھی۔ یہ عورت انقلاب کا مجسمہ تھی۔ اس کا ایک بازو ماسکو سوویت کی وینس کی وضع کی کھڑکیوں کی طرف اٹھا ہوا تھا جو اس وقت بلوریں جھاڑوں کی روشنیوں سے جگمگا رہی تھیں۔ ان جھاڑوں کی روشنی میں ساشا اس کے پتھر کے بازو کے حسین کھنچاؤ اور پتھر کی انگلیوں کے نفیس خم دیکھ رہی تھی۔ ستون کے بنیادی چبوترے کے تین طرف نیم دائروں والی کانسے کی تختیوں پر سوویت آئین کے اقتباسات نقش تھے۔ اپریل کی شام کی ھلکی روشنی میں الفاظ صاف نہیں نظر آ رہے تھے۔ لیکن دن کی روشنی میں یہاں ہمیشہ لوگوں کا مجمع رہتا ھے، سب سے زیادہ باھر سے آنےوالوں کا، جو بڑے شوق سے تختیوں پر آئین کے اقتباسات پڑھتے ھیں جس نے روس کی سر زمین پر نمودار ھوکر انسانی تعلقات کے نئی قوانین کلہ اعلان کیا تھا۔

یہ ستون جو اکتوبر انقلاب کی دوسری سالگرہ کے موقع پر نصب کیا گیا تھا مثالی پروپیگنڈے کی یادگاروں میں سے تھا جس کے لینن

پرزور حامی تھے۔ انھوں نے خود اس ستون کی چھوٹی سی بالکونی سے تقریر کی تھی...

ساشا کو گرمیوں کی وہ اتوار یاد تھی جب یادگار کی نقاب کشائی ہوئی تھی۔ سفید اور کھڑے بالوں والے سمیدوویچ جو نیلے شیشوں کی عینک لگائے تھے، بالکونی سے پشتے پر ہاتھ مار مارکر کہہ رہے تھے:

''یہ ہے وہ پتھر جو ہم نے اپنے آئین کی یادگار میں نصب کیا۔ یہ ہے مزدوروں کی ریاست کا بنیادی قانون — 'جو کام نہیں کرتا وہ کھاتا بھی نہیں'...''

ساشا کو بہت دنوں سے ماسکو کی سڑکوں اور گھروں کو دو نگاہوں سے دیکھنے کی عادت سی پڑ گئی تھی — جو انقلاب سے پہلے تھا اور جو اب ہے۔ اس کو شہر کی ایک ایک تبدیلی یاد تھی۔ یہ سب اس کی آنکھوں کے سامنے ھی تو ھوا تھا۔ انقلاب نے ماسکو کی عمارتوں اور سڑکوں سے جن پرانی باتوں کو نکال پھینکا تھا وہ اب بھی نئی باتوں میں اس طرح جھلکتی ھیں جیسے کسی فلم میں اس پہلی تصویر کا خاکہ جھلکتا ھے جس پر نئی تصویر چسپاں کردی گئی ہو۔

اسی دوھری روشنی میں ساشا نے ماسکو سوویت کی عمارت کو بھی دیکھا، اسمیں بڑا تناسب اور ہم‌آهنگی تھی، اس کی کھڑکیوں، حسین دیواروں اور سفید و سرخ رنگوں میں بڑا خوبصورت توازن تھا۔ اس کے لئے وہ بیک وقت اسکوبیلیف چوک میں واقع ماسکو کے سابق گورنر جنرل کی رهائش‌گاه اور وہ تاریخی عمارت بھی تھی جہاں اس انقلابی فوجی کمیٹی کا صدر مقام تھا جس سے اکتوبر ۱۹۱۷ء میں انقلاب کی رهنمائی کی گئی تھی۔

سوویت آئین کا ستون اس کو همیشه اس جگه گھوڑے پر سوار جنرل اسکوبیلیف کے پہلے‌والے مجسمے کی یاد دلاتا تھا جو خوفناک طور پر تلوار تانے ہوئے تھا۔

آهنی جنرل کو اکتوبر انقلاب کے بعد مع اس کے گھوڑے کے گرا دیا گیا۔ وہ بڑوس کے صحن میں بھولا بسرا پڑا رہا اور پھر اسکو لے جاکر پگھلا ڈالا گیا۔

یہ سب ساشا کو بہت ہی علامتی لگتا تھا۔ پرانے ماسکو کو انقلاب کی بھٹی کے نذر کر دیا گیا۔

ستون کے پاس سے گذرتی ہوئی ساشا ڈعبوان استولشنکوف گلی پر چلنے لگی۔ وہ پرانے آگ بجھانے‌والے اسٹیشن کے مینار کی محراب کے پاس سے گذری۔ اس کے جوتے شہر کے کھڑنجے پر کھٹ کھٹ کر رہے تھے۔

موڑ کے بعد اس نے ماسکو سوویت سے زاویہ قائمہ پر ایک خوبصورت عمارت دیکھی جس کا صحن مرصع سلاخوں‌والی آهنی باڑ کے درمیان دکھائی دے رہا تھا۔ پرانے زمانے میں یہاں ماسکو کے نمایاں ادیبوں اور فن‌کاروں کے حلقے کے اجتماع ہوتے تھے۔ شاموں کو یہاں تھیوسوفیوں کے بحث‌مباحثے ہوتے تھے، شاعر اور فن‌کار اپنے کارنامے پیش کرتے تھے۔ پو پھٹنے تک تاش کھیلے جاتے تھے...

پچھلی خزاں میں نیونیفسکی گلی پر بم پھٹنے کے بعد ماسکو کی پارٹی کمیٹی کا دفتر یہاں منتقل ہو گیا تھا۔

اس اپریل کی شام کو ماسکو کے بالشویک اسی عمارت کی طرف تیزی سے جا رہے تھے۔

اس لمبے اور تنگ ہال سے جس کی نشستیں سخت تھیں ساشا بخوبی واقف تھی کیونکہ پارٹی کے پرچارکوں کی کانفرنسیں عام طور پر یہیں ہوتی تھیں۔ اس موقع پر ہال بھرا ہوا تھا اور لوگ برابر آ رہے تھے۔

ساشا ایک کرسی کے کونے پر بیٹھ گئی جو دیوار کے قریب لگادی گئی تھی — یہ جگہ اس کو ایک لباس سینے‌والے مزدور مانوینی نے پیش کی تھی جس کی واقفیت اس سے ضلع پارٹی کمیٹی میں ہوئی تھی۔

"بیٹھئے، بیٹھئے!" اس نے اپنے چوکور، پتھر سے ترشے ہوئے جیسے چہرے کو، جس کی گہرائی میں دو بڑی اور بھاری آنکھیں جڑی تھیں، ساشا کی طرف موڑتے ہوئے اصرار سے کہا "بیٹھئے! اور جگہ نہیں ہے!"

ساشا کچھ گھبرائی لیکن ساتھ ہی اس بات سے خوش بھی ہوئی کہ پلیٹ فارم سے اتنے قریب اس کو جگہ مل گئی، شکریے کے لئے سر ہلایا۔ دیوار سے ٹیک لگا کر وہ غور سے دیکھنے لگی کہ ہال میں کیا ہو رہا ہے۔

لینن نہ تو نشستوں پر نظر آ رہے تھے اور نہ پلیٹ فارم پر۔ جلسے کے افتتاح کا اعلان ہو چکا تھا۔ پارٹی کے ممتاز کارکن تقریریں کر رہے تھے۔ لیکن جس آدمی کا چرچا تھا، جسکو لوگ دیکھنے اور سننے یہاں آئے تھے نہیں تھا...

"واہ، مذاق ایسے بھی خوب ہیں" ساشا نے ناامیدی سے سوچا "مجھ سے مذاق کرنے کی کیا ضرورت تھی!"

گورکی پلیٹ فارم پر آ گئے۔ لمبا، دبلا پتلا جسم، ذرا جھکا ہوا جیسے ان کو سردی لگ رہی ہو۔ سر کے بال مشین سے بالکل چھوٹے کترے ہوئے، والرس جیسی بڑی مونچھیں اور نیلگوں آنکھیں۔ کبھی وہ سامنے دیکھتے تو کبھی اوپر اور کبھی پہلو میں جہاں ایک ٹکڑا لوگوں سے خالی تھا۔ انہوں نے اپنے مضبوط، ہڈیالے ہاتھوں کو آگے بڑھا کر جنکی انگلیاں لمبی، سیدھی اور کھنچی ہوئی تھیں بولنا شروع کیا:

"ایسے لوگ بھی ہیں جنکے بارے میں بات کرنا مشکل ہے۔ الفاظ ان کی اہمیت کو نہیں بتا سکتے۔ یہ لوگ، اس طرح کہا جا سکتا ہے، ایک بڑے پہیے کو گھما کر تاریخ کا رخ موڑ رہے ہیں، اپنی طرف۔"

گورکی نے یہاں پہنچ کر ایک گھبرائی ہوئی نگاہ پیچھے کی طرف ڈالی جیسے وہ دیکھ رہے ہوں کہ وہ آدمی تو ان کے پیچھے

نہیں بیٹھا ھے جس کے بارے میں بات کرنا مشکل ھے اور جو تاریخ کے پہئے کو گھما رہا ھے۔

''میں، بقول لوگوں کے الفاظ سے مصوری کرنےوالا، اس کا اعتراف کرتا ھوں که اس ھستی کی تصویر کشی کے لئے الفاظ نہیں پاتا،، گورکی نے آھسته آھسته اپنی بات جاری رکھی جیسے واقعی ان کو ضروری الفاظ مشکل سے مل رھے ھوں... '' لینن بہت ھی زبردست، طاقتوالے، اسی دنیا کے...،،

یہاں پہنچ کر ان کی کھنچی ھوئی انگلیوںوالے مضبوط ھاتھ نے ایک دائرہ اس کوشش میں بنایا که وہ ایک اشارے میں اس زبردست اور طاقتوالی ھستی کو گھیر لیں جو ھمارے تصور میں لینن ھیں۔

اور اچانک جب سب لوگ ادیب کی مدھم رواں تقریر اور ان کے ھاتھوں کی حرکتوں میں محو تھے انھوں نے اپنا سر بلند کیا اور انکا چہرہ چمک اٹھا جیسے که ان کے ذھن میں کوئی عظیم خیال کوند گیا ھے اور پھر انھوں نے ایسے آدمی کی تصویر کے ارضی اور معمولی نقوش پیش کئے جو عظیم ھونے کے باوجود سادہ تھا، جو ان کا دوست تھا:

''لندن کی پارٹی کانگرس کے دوران وہ میرے ھوٹل کے کمرے میں آئے صرف یه دیکھنے کے لئے که میرے بستر کی چادریں وغیرہ نم تو نہیں ھیں کیونکه لندن شہر میں کہر چھایا رہتا ھے۔ ان کو میری صحت کی فکر تھی۔ ایسے لینن کو میں جانتا ھوں! بالکل غیرمتوقع!،،

لینن کی اس تصویر کشی نے ھال پر جادو کا کام کیا۔ حاضرین میں کچھ حرکت اور کھسر پھسر ھوئی۔

''جب ولادیمیر لینن میرے یہاں کیپری میں آئے،، گورکی یادوں میں آگے بڑھتے گئے ''تو انھوں نے ڈور سے مچھلیاں پکڑیں اور ایسے قہقہے لگائے جو وھی لگا سکتے ھیں! اور جب تاش میں ''چاچی،، کھیلے تب بھی خوب خوب قہقہے لگائے...،،

ہال میں اس طرح جنبش ہوئی جیسے لینن کی ہنسی کی چنگاریاں ہر طرف پھیل گئی ہوں۔ تالیاں دیر تک بجتی رہیں۔ اس دوران میں گورکی یادوں کی دورافتادہ دنیا سے واپس آچکے تھے۔ انہوں نے اپنے لمبے جسم کو آگے کی طرف جھکاتے اور چھوٹے کٹے ہوئے بالوں والے سر کو جو بہت ہی پتلی گردن پر قائم تھا آگے کی طرف بڑھاتے ہوئے بالشویکوں کے سامنے جو وہاں جمع تھے، اعتبار کے ساتھ یہ اہم اعلان کیا:

''جانتے ہیں نا آپ، وہ اس وقت عالمی کام میں مصروف ہیں اور یقین کیجئیے گا کہ میرے لئے ان کے پاس بیٹھنا مصیبت ہوتی ہے۔''

گورکی نے مڑ کر پھر پیچھے دیکھا کہ کہیں وہاں وہ انسان تو نہیں ہے جس کے پاس بیٹھنا مصیبت ہے۔

ساشا کا دل اس احساس پر خوشی سے اچھل رہا ہے کہ وہ اس زمانے میں زندگی گذار رہی ہے جس میں ایسے انسان کا وجود ہے۔

لیکن لینن ابھی تک ہال میں نہیں تھے۔ وہ ابھی کریملن میں اپنے مطالعہ کے کمرے میں تھے اور انہوں نے اس سادہ، ہردلعزیز، پرخلوص اور قہقہے لگانے والے روسی کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا جس کا گورکی ذکر کر رہے تھے اور جو بہت ہی دانا تھا اور عالمی کام میں اتنا مصروف کہ ایسے ادیب کو بھی اس کے پاس بیٹھنے میں مصیبت ہورہی تھی...

گورکی کے بعد پلیٹ فارم پر پرولتاری شاعر آئے اور صاحب جوبلی کی شان میں نظمیں پڑھیں۔

''لیکن ہمارے صاحب جوبلی تو ہیں نہیں!''، ماتویئی نے کہا۔

الیکساندروفسکی نامی دبلا پتلا پستہ قد کا، نیک اور نازک خدوخال کا نوجوان اپنی باریک سریلی آواز میں پڑھ رہا تھا:

نہ بھولیں گی آئندہ نسلیں ہماری
گونج کمیسار کے آہنی نام کی!

ایک پستہ‌قد، پھولے چہرے اور جسم‌والا آدمی جس کی نرم قمیص کمر پر ایک سرخ ریشمی ڈوری سے بندھی تھی اب اس شاعر کی جگہ پر آیا ۔ اس کا سرخ تقریباً بچکانہ چہرہ سفید بالوں کے چوکھٹے میں عجیب سا معلوم ہو رہا تھا ۔ معمر ہونے کے باوجود اس کی نیلی آنکھیں شفاف اور حیرت‌انگیز طریقہ پر روشن تھیں ۔ ناقد اور ''پراودا،، اخبار میں پرانا لکھنےوالا یہ شخص پارٹی کے ادب میں ''گالیرکا،، کے نام سے معروف تھا۔ اس نے غیرمتوقع طور پر ایک خاتون کو سلام کیا جو انکسار کے ساتھ ھال میں بیٹھی ہوئی تھیں ۔ ہر شخص ان کو دیکھنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ پڑا، تالیوں اور تحسین‌آمیز الفاظ کی گونج ہوئی ۔ یہ تالیاں لینن کی رفیق‌زندگی کے لئے تھیں ۔

معمول کے خلاف وہ نفیس لباس میں تھیں اور اس اعزازی تقریب کے لئے انھوں نے بال بھی ایسے اچھے سنوارے تھے کہ سیدھی مانگ میں ایک بال بھی پریشان نہیں تھا — نادیژدا کونستانتینوونا کروپسکایا نے اپنا چہرہ اس طرح چھپا لیا جیسے ان کو لیمپوں کی چمکدار روشنی سے چکاچوند لگ رہی ہو ۔

وہ ان غیرمتوقع تالیوں سے گھبرا سی گئیں ۔ ان کی پرمسرت مسکراھٹ نمایاں، مہربان اور ذرا گھبرائی ہوئی آنکھوں تک پھیل رہی تھی اور وہ منہ ھی منہ میں کہہ رہی تھیں :

''ارے، مجھے کیا مطلب اس سے؟.. میرا پیچھا تو نہ لیں ! ،،

نادیژدا کروپسکایا اب بھی اپنی طرف بڑھے ہوئے ھاتھوں سے جھجک رہی تھیں جب پلیٹ‌فارم پر ایک تار پڑھا جانے لگا :

''ترکستانی محاذ کی انقلابی فوجی کونسل لینن کو ان کی ۵۰ ویں سالگرہ کے موقع بیس ویگن اناج بھیج رہی ھے۔ حالاتوف ۔ ،،

پھر وھیں لینن کی یہ ھدایت پڑھی گئی :

''اناج کے یہ بیس ویگن پیٹروگراد، ماسکو، ایوانووا — ووزنے سینسک کے بچوں اور دلدلی کوئلہ نکالنےوالوں میں تقسیم کر دئے جائیں ۔ لینن ۔ ،،

لیکن لینن خود موجود نہ تھے۔

انٹرول کا اعلان ہوا اور سب کو کچھ کھانے پینے کے لئے بوفے مدعو کیا گیا۔ وہاں لمبی، چپٹی اور نیلے پھولدار کناروں‌والی پلیٹوں میں قفقاز کی بھیڑوں کے پنیر، یوکرینی گوشت اور استراخان کی استرجن مچھلیوں کے سینڈوچوں کے ڈھیر لگے تھے — یہ سب چیزیں محاذوں پر فتح پانےوالوں نے راجدھانی کے بھوکے پرولتاریہ کو بھیجی تھیں۔

سبز شیشے کے بھدے گلاسوں میں اصلی چائے بھاپ دے رہی تھی۔ اس کو شوخ رنگ کی شفاف مٹھائی کے ساتھ پیا جارہا تھا۔

''تم الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو اور کچھ کھا نہیں رہی ہو؟،، ماتویئی نے ساشا کو اپنی سینڈوچ دکھاتے ہوئے کہا ''آج تو اس اہم تقریب کے سلسلے میں ماسکو کمیٹی نے کامریڈوں کی تواضع کی ہے۔،،

''صرف ماسکو کمیٹی نے نہیں، کریملن نے بھی ماسکو کو کچھ نہ کچھ دیا ہے،، ایک خوش مزاج، لال بالوں‌والے بڑے قد کے آدمی نے زور سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فریقین میں ٹکر ہوگئی، سلافوں میں آپس میں بحث ہو رہی ہے!،، ایک لمبے دبلے آدمی نے کہا جو ایک کامدار قمیص اور پھندنےدار پٹی پہنے تھا۔ اس کے بال عجیب طرح کھڑے تھے اور اس کی بہت ہی نازک ٹھڈی جسمیں گڈھا پڑا تھا مرد کے چہرے کے لئے انوکھی تھی اور اس کے نقوش کو اور بھی نازک بنا رہی تھی۔ اپنی پٹی کے پھندنوں کو پکڑے اس نے مجمع میں راستہ بنایا اور ساشا کے پاس آکر رک گیا۔ اس نے پرمذاق انداز میں ساشا کو دیکھا اور بولا: ''ساشا تو بس سنتی رہتی ہے اور کھاتی نہیں ہے... اسی وجہ سے اتنی دبلی پتلی ہے،، یہ کہہ کر اس نے اپنی آدھی سینڈوچ ساشا کے منہ میں ٹھونس دی۔

''بہت اچھے!،، لال بالوں‌والے بڑے قد کے آدمی نے اپنے سفید ہاتھ آہستہ سے ہلاتے ہوئے کہا ''معلوم ہوا کہ ایندھن کے ڈپو کے

چیف ماسکو کی آبادی کے لئے صرف لکڑی ہی نہیں بلکہ روٹی بھی سپلائی کرتے ہیں۔ ،،

ہنسی کی آواز اونچی ہونے پر اس حلقے میں ایک لمبا تڑنگا آدمی آگیا جو مشہور روسی کمپوزر موسورگسکی سے مشابہہ تھا۔ یہ تھے ماسکو کے محکمۂصحت کے سربراہ ولادیمیر الیکساندرووِیچ اوبوخ جو لینن کے دوست تھے اور سوویت راجدھانی میں کافی مشہور تھے۔ انھوں نے اپنی بلندی سے مجمع کا جائزہ لیتے ہوئے، اپنی چوڑی گھنی داڑھی کو زور کے ساتھ دو حصوں میں تقسیم کیا اور روٹی کا ٹکڑا، سوکھے پنیر کے ساتھ اپنے منہ میں رکھ لیا، پھر مٹھائی کی ایک گولی اور چائے کا گھونٹ۔ اچانک انھوں نے بھدا سبز رنگ کا گلاس اس طرح بلند کیا جیسے وہ شراب کا جام ہو اور پوشکن کا ایک شعر پڑھا۔

ہر ایک زور سے ہنس پڑا اور بڑے قدوالے اوبوخ نے تو سب سے زور کا قہقہہ لگایا۔

''اور ایلیچ ابھی تک ضد کر رہے ہیں!،، کسی نے وہاں کہا۔ وہ لینن سے ٹیلیفون پر بات چیت کے بارے میں بتا رہا تھا۔

''بڑے میاں کو یہ یقین ہی نہیں آتا کہ تقریریں ختم ہوگئی ہیں ...،،

''نادیژدا کروپسکایا ان کو ٹیلیفون کرنے گئی ہیں ...،،

''ایلیچ ان کی بات کا تو یقین کریں گے...،،

انٹرول کافی طویل ہو گیا۔ اچانک سب لوگ شور کرنے لگے، بےچینی پیدا ہوگئی اور دھکا پیل شروع ہوگئی۔ پھر بوفے اور گذرگاہ اس طرح خالی ہوگئے جیسے کسی آندھی نے ان کو صاف کردیا ہو۔ ہال میں ہر جگہ بے جگہ کرسیاں ٹھونس دی گئیں ۔ ہال کی ایک

لینن کمیونسٹ انٹرنیشنل کی تیسری کانگرس کے وقت مجلسِ صدارت کے پلیٹ فارم کے زینوں پر بیٹھے تقریریں سن رہے ہیں (جولائی ۱۹۲۱ء)





ایک جگه تیزی سے بھر گئی۔ اب ساشا پلیٹ‌فارم سے کافی دور تھی، هال کے بیچ میں کہیں ۔ اپنی جگه پر کھڑے ہو کر اس نے دیکھا که دروازوں پر بھیڑ یکدم جم گئی اور حرکت بالکل بند هو گئی۔

لینن پلیٹ‌فارم پر کھڑے تھے ۔

''آگئے! آگئے! ،، سارے هال میں گونج هو رهی تھی۔

تالیوں کی بوچھار اس طرح هوئی جیسے موسلادھار بارش زور شور کے ساتھ پتیوں پر پڑتی ہے اور پھر اچانک رک گئی۔

اس خاموشی میں ساشا نے سوچا که وہ اپنے دل کی دھڑکن بلکه اپنے پاس بیٹھے هوئے لوگوں کے دل کی دھڑکن بھی سن سکتی ہے۔

وہ هیجان ختم هو گیا ۔ آخری صف تک لینن کی آواز صاف سنائی دے رهی تھی۔ سالگرہ کی مبارکباد کے لئے انھوں نے سب کا شکریه ادا کیا۔ اور ساشا کو اس بات کی خاص طور سے خوشی تھی که اس دن اخبار ''پراودا،، کے صفحوں پر نه صرف کامینٹرن اور سوکولنیکی سوویت کی طرف سے جس کے لینن ممبر تھے، بلکه ''مزدور کی زندگی،، کے شعبے کی طرف سے بھی مبارکباد چھپی تھی۔ ساشا نے لینن کو یه کہتے اچھی طرح سنا:

''میں رفیقوں کا شکرگذار هوں، اس کےلئے بھی که انھوں نے مجھے سالگرہ کی تقریروں جیسی بیکار باتوں کو سننے کی ذمےداری سے معاف کر دیا...،،

آگے چلکر ان کے الفاظ قہقہوں، شور اور تالیوں میں کھوگئے۔ لینن نے ان کو روکنے کے لئے هاتھ هلایا لیکن یه طوفان اور زور پکڑ گیا۔ لینن اس سے گھبرائے نہیں، وہ بولتے رہے۔ پھربھی هال میں سب لوگ کھڑے هوئے تالیاں بجا رہے تھے۔ لینن اور حاضرین کے درمیان یه انوکھی کشمکش تھی اور کوئی بھی هار نہیں مان رها تھا۔

لینن کمیونسٹ انٹرنیشنل کی تیسری کانگرس میں پلیٹ‌فارم کے زینوں پر بیٹھے تقریروں سے نوٹ لے رہے هیں (جولائی ۱۹۲۱ء)

''ہم سالگرہ منانے کے زیادہ موزوں طریقے نکالیں گے...،، تالیوں کے شور کے درمیان ساشا نے لینن کے یہ الفاظ سنے۔ ''یہ دیکھئے ایسے ہی مناسب سالگرہ کے لئے یہ ایک کارٹون ہے!،، پلیٹ‌فارم کے کنارے تک آکر انہوں نے ایک ڈرائنگ سر کے اوپر بلند کی اور ہال پر شوخ فاتحانہ نظر دوڑائی۔

جیت ان کی ہوئی۔ ہال میں خاموشی چھا گئی اور اب ان کے بولنے میں کوئی خلل‌انداز نہیں ہو رہا تھا۔ لوگ ذرا کھڑے ہو گئے تاکہ اس سالگرہ کے کارٹون کو اچھی طرح دیکھ سکیں جس کو خود صاحب جوبلی اس تقریب کے موقع پر دکھا رہا تھا۔ پورا ہال قہقہوں سے گونج پڑا۔

ساشا جہاں بیٹھی تھی وہاں سے وہ کارٹون کو نہ دیکھ سکی۔ اس نے صرف یہ دیکھا کہ لینن نے اپنے کو کوٹ کی قید سے آزاد کرنے کی کوشش کی اور واسکٹ کی بغلوں میں انگوٹھے ڈالکر پلیٹ‌فارم پر کارٹون کے ساتھ ادھر ادھر پھرنے لگے۔

''مجھے آج یہ ایک بہت ہی دوستانہ خط کے ساتھ ملا،، انہوں نے شور اور قہقہوں کے درمیان کہا ''چونکہ رفیقوں نے مہربانی کرکے مجھے سالگرہ کی تقریریں سننے سے معاف رکھا اس لئے میں سب کو یہ کارٹون دیکھنے کو دے رہا ہوں تاکہ آئندہ ہم کو جوبلی منانے کی تقریبوں سے معاف رکھا جائے!،،

انہوں نے کارٹون کو پھر بلند کیا۔ لوناچارسکی نے اپنا چشمہ آنکھ سے گراتے ہوئے کارٹون لے لیا۔ لیکن لینن نے جوبلی کی تقریبوں پر مذاق جاری رکھا — اپنے پارٹی کے ساتھیوں پر دوستانہ نکتہ‌چینی کی، جوبلی منانے اور پرجوش تمناؤں وغیرہ کے اظہار پر ہنستے رہے۔

اس کے جواب میں لوگ شور مچا رہے تھے، ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے۔ وہ لینن کو اس طرح پرجوش مجمع میں، اپنی ۵۰ ویں بہار کے زمانے میں ایسے وقت کھڑے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے جبکہ ریپبلک مضبوط ہو چکی تھی اور ایک نئے طویل سفر کی تیاری کر رہی تھی...

اچانک لینن نے اپنا ھاتھ جیب میں ڈالکر ایک کاغذ نکالا اور اسکو کھولا اور بلا کسی تمہید کے غیرمتوقع طور پر ایک اور موضوع کی طرف مڑ گئے۔ اب انھوں نے ان سیاسی فریضوں کا ذکر چھیڑ دیا جو پارٹی کے سامنے اس وقت تھے :

''بڑی بات یہ ھے کہ مغرور نہ بنو!،، یہ بات ھر شخص کے ذھن میں فوراً اتر گئی۔ ایسا معلوم ھوا جیسے لینن نے فاتحوں کے سروں پر ٹھنڈا پانی انڈیل دیا ھو۔

''ھماری پارٹی بہت ھی خطرناک حالت کو پہنچ سکتی ھے یعنی اس آدمی کی حالت کو جو مغرور ھو گیا ھو۔ یہ حالت کافی احمقانہ، شرمناک اور مضحکہانگیز ھے،، انھوں نے دھرایا۔

لوگ اب خاموشی سے بیٹھے سن رھے تھے۔

''یہ ھے جوبلی کی تقریر!،،

''ایلیچ نے دماغوں کو صاف کر دیا!،،

''ھاں، سب کے دماغ صاف کر دئے!،،

* * *

اب باجےوالے آ گئے۔ وہ اپنے باجے سامنے کئے پلیٹفارم کے وسط کی طرف جا رھے تھے۔ ایک گٹھے جسم کا پستہ قد وائلننواز تیزی کے ساتھ ایک لمبے دبلے پتلے پیانونواز کے پیچھے جا رھا تھا، اس کا کمانچہ اتفاق سے لینن کے لگ گیا۔ اس نے جھجک کر مسکراتے ھوئے معافی مانگی۔ لینن باجےوالوں کو راستہ دینے کے لئے الگ ھٹ گئے۔

کنسرٹ شروع ھوا۔ لینن باجےوالوں کے بائیں طرف بیٹھے تھے، مشہور پیانونواز دوبرووین کے پاس۔ پیچھے تکیہ لگائے اور ھاتھ باندھے ھوئے انھوں نے شور، پینکے اور کریئن کو چائکوفسکی کا ٹرائیو بجاتے سنا۔ حاضرین کی طرف تھوڑا سا مڑے ھوئے وہ اپنے افسردہ لیکن جوشیلے پڑوسی دوبرووین کی طرف ذراسا جھکے ھوئے تھے۔ وہ کبھی کبھی اس سے چپکے سے کچھ کہتے جاتے تھے اور پیانونواز سر

ہلاتا اور جواب دیتا تھا۔ لینن کی نگاہیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں جیسے وہ کسی بات کو اپنے ذہن میں تول رہے ہوں۔ لیکن پھر ان کے چہرے پر تناؤ آ گیا جیسے وہ ان کمانچوں اور کھٹکوں کی آواز میں کسی چیز کے متلاشی ہوں۔ اپنے ہاتھ الگ کرکے انھوں نے ایک ہاتھ کرسی کے پیچھے لٹکا دیا جیسے وہ تھکے ہوں۔ ان کا چہرہ پرسکون ہو گیا اور تناؤ جاتا رہا۔ ساشا نے ان کے چہرے پر نرمی دیکھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی ہلکی اور نازک چیز ان کے چہرے اور آنکھوں کو سہلا رہی ہے۔ یہ چائکوفسکی کی موسیقی تھی؟ یا ان کی یادیں؟

لینن اور پیچھے جھک گئے۔ اب وہ اپنی کرسی پر تقریباً لیٹے تھے۔ ان کی گلدار ٹائی منتشر تھی اور اس کا ایک سرا کوٹ کے کالر پر تھا۔ ان کے ہونٹ متحرک تھے...

اس طرح، اپنے پسندیدہ پیانونواز کے پاس بیٹھ کر اور ہال کی طرف کچھ مڑ کر انھوں نے پہلے تو ٹرائیو اور پھر استرادیواری کا کوارٹیٹ سنا۔ غالباً انھوں نے موسیقی ہمیشہ اسی طرح سنی تھی — گھر پر بچپن میں جب ان کی ماں پیانو بجاتی تھیں، کازان اور سینٹ پیٹرس‌بورگ کے اوپیرا گھروں میں، ملک سے باہر پارٹی کے کامریڈوں یعنی اینیسا آرمنڈ اور فوتی‌ئیوا کو پیانو بجاتے ہوئے، کیپری میں اطالوی مچھیروں کے گیت اور پیرس میں سڑکوں پر گانےوالوں کو۔

جب وائلن خاموش ہوئے تو دوبرووین پیانو پر بیٹھے۔ ان کے سفید ہاتھوں سے جو پرندوں کی طرح پرواز کرنے لگے بیتھووین کی موسیقی گونجنے لگی۔ اس لمبے تنگ ہال میں لوگوں نے دیکھا کہ لینن موسیقی میں کتنا محو ہو گئے ہیں۔

کنسرٹ ختم ہوا تو موٹرکار تک رخصت کرنےوالے رفیقوں کو لینن نے الوداع کہتے ہوئے پھر کہا:

''لاجواب، لاجواب موسیقی۔ پتہ نہیں تقریریں کیسی تھیں لیکن موسیقی لاجواب تھی۔ جب بھی میں اس سوناٹا کو سنتا ہوں وہ مجھ پر چھا جاتا ہے... شکریہ، رفیقو! بڑے اچھے موسیقار ہیں۔ اور دوبرووین تو ان میں بہترین ہے! لاجواب!،،

اس طرح انقلاب کی تیسری بہار میں لینن کی ۵۰ ویں سالگرہ منائی گئی۔

ان کی موٹر آہنی پھاٹک سے نکل کر داھنی طرف مڑی اور کریملن کی سمت چلی گئی۔

بہار کی شام تھی۔ اپریل تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اور مئی میں پیلسودسکی نے حملہ کیا اور نوخیز ریپبلک کو اتحادثلاثہ کے ایک اور حملے کو پسپا کرنا پڑا۔

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی آپ کا بہت شکر گذار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب، اس کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

ہمارا پتہ: زوبوفسکی بلوار - نمبر ۲۱
ماسکو، سوویت یونین

21, Zubovsky Boulevard,
Moscow, USSR